



الاستاذة

مجلة

دینی، علمی و تحقیقی مجلہ

سلسلہ نمبر 1 جلد نمبر 1 جولائی تا ستمبر 2012ء

2	اداریہ	پروفیسر حافظ طلحہ سعید
4	تفسیر سورہ توبہ	پروفیسر حافظ محمد سعید
8	تعلیم و تربیت کا نبوی طریق کار	پروفیسر ڈاکٹر فضل الہی
12	مسلمانوں کے نظام تعلیم میں مغرب کی نقب	ایم اے رحمان
20	پنجاب کا تعلیمی نظام	اشتیاق احمد
22	انگلش میڈیم کا جبری نفاذ	محسن فارانی
30	نصاب تعلیم پر سیکولر لابی کی یلغار	شہیر آصف
36	نئی امریکی صدی کے لیے عسکری منصوبہ	ڈاکٹر مجاہد کامران
38	شعبہ اساتذہ کے قیام کے اغراض و مقاصد	پروفیسر حافظ ابن القیم
49	شعبان المعظم کے مسائل	مفتی مبشر احمد ربانی
54	رمضان المبارک کے احکام و مسائل	مفتی مبشر احمد ربانی
67	زکاۃ الفطر یا صدقۃ الفطر	حافظ عبدالسلام بن محمد
72	وقت کی پکار	سید ابوبکر غزنوی
77	اللہ تعالیٰ سے ہمارا عہد وفا	پروفیسر حافظ عبدالرحمن بکی
81	نصاب اور معاشرتی تبدیلی	راشد منہاس
83	بچوں پر اسلامی تعلیم و تربیت کے اثرات	مولانا ہود
89	تعلیم اور جدید تہذیبی چیلنج	عبدالستین
91	نئے تعلیمی سال کا آغاز	اخت سہد الرحمن

نگران

پروفیسر حافظ محمد سعید

مدیر

پروفیسر حافظ ابن القیم

معاونین

مصطفیٰ انیس

راشد منہاس

مجلس ادارت

پروفیسر حافظ شہباز

پروفیسر حافظ عبدالستار

پروفیسر حافظ عبدالغفور مدنی

پروفیسر حافظ ضیاء الرحمن

پروفیسر ڈاکٹر محمد منیر

ماضی کی مختلف حکومتوں کے ادوار میں نصاب تعلیم میں شامل کیا گیا تھا۔ اس منصوبے پر باقاعدہ کام 2001 میں اس وقت کی وزیر تعلیم زبیدہ جلال ہی کے دور میں شروع کر دیا گیا تھا۔ اس وقت چند امریکی بینرز اور تھنک ٹینکس کی طرف سے اس منصوبے کی تکمیل کے لیے یہ طریقہ کار وضع کیا گیا تھا کہ اگر پاکستان کے نظام تعلیم سے اسلامی غیرت و حمیت کی طرف لے جانے والی تاریخی باتوں اور اسلامی تعلیمات کو فوری طور پر نکالا گیا تو پاکستان میں طوفان کھڑا ہو جائے گا، اس لیے وقت کے ساتھ ساتھ کچھ سالوں میں نصاب تعلیم کو تبدیل کیا جائے۔ چنانچہ اسی پلاننگ کے مطابق آج 2012 میں پاکستان کے نظام تعلیم اور نصاب تعلیم سے بہت کچھ نکالا جا چکا ہے۔ مزید برآں چارٹرڈ یونیورسٹیوں اور دیگر پرائیویٹ اداروں میں دشمنان اسلام کی پروردہ این جی او کو خاص طور پر مواقع دیے جا رہے ہیں تاکہ وہ اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کر سکیں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ موجودہ دور میں جتنی خوفناک سازشیں مسلم ممالک کے تعلیمی اداروں میں کی جا رہی ہیں اس کا مسلم مفکرین اور مسلم اساتذہ کو بہت ہی کم ادراک و احساس ہے۔ اہل مغرب اسلام دشمنی میں بہت ہی گہرے واقع ہوئے ہیں۔ یہ مسلمانوں کو سیکولر نصاب تعلیم کی صورت میں بیٹھا زہر دے کر ان کی نسل نو سے اسلام کی تعلیمات کو ناپید کر رہے ہیں۔ آج مغربی ممالک آخر شرح خواندگی کی کمی کا رونا ہی کیوں روتے ہیں؟ ورلڈ بینک اور دیگر مالیاتی ادارے سیکولر تعلیمی اداروں کے لئے ہی کیوں امداد دیتے ہیں؟ یہ یورپی ممالک ”سیکولر تعلیمی اداروں کو چلانے والی این جی او“ اور اسی طرز پر کام کرنے والے تعلیمی اداروں کیلئے مالی وسائل کیوں مہیا کرتے ہیں؟ یونیورسٹیز و کالجز کے اساتذہ کو اپنے ہاں ریفریٹر کورسز پر کیوں بلاتے ہیں؟ کیا ان کو اسلام اور مسلمانوں سے واقعی اتنی محبت اور ہمدردی ہونے لگی ہے؟ نہیں بالکل نہیں بلکہ ان کی ایسی ساری کوششوں کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ مسلمانوں کو اصل اسلام یعنی قرآن اور حدیث پر عمل کرنے سے روکا جاسکے۔ ان حالات میں اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ مسلم باہرین تعلیم اور اساتذہ خاص طور پر اپنے کردار کی ادائیگی کے لیے میدان میں نکلیں اور متحد ہو کر عالم کفر کی ان سازشوں کو ناکام بنادیں۔

مجلہ اساتذہ کا اجراء :

گزشتہ سطور میں ہم نے دشمنان اسلام و پاکستان کی سازشیں جو پاکستان کے نظام تعلیم سے متعلقہ ہیں ان کو مختصر آجانے کی کوشش کی ہے کہ کس طرح سے یہود و نصاریٰ پاکستان کی نظریاتی اساس کو نشانہ بنا رہے ہیں اور پاکستان میں ایسی نسل پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ جن کو اسلام سے کوئی سروکار نہ ہو وہ اللہ کے دین کو (نعوذ باللہ) غیر اہم سمجھنے لگیں۔ ان کو قرآن اچھا نہ لگتا ہوا احادیث رسول ﷺ سے کوئی رغبت نہ ہو۔ اسلامی تشخص کو ناپسند کرنے لگیں۔ رقص اور موسیقی کے دلدادہ ہوں۔ فحاشی و عریانی کو پسند کرنے والے ہوں۔ آج یہود و نصاریٰ اور مشرکین پاکستان کے متعلق اپنے ایسے عزائم کی تکمیل چاہتے ہیں۔

چنانچہ اس اعتبار سے ضرورت اس امر کی ہے کہ اس میدان میں بھی یہود و نصاریٰ کی سازشوں کا مقابلہ کیا جائے اور ان کی طرف سے پاکستان کی نظریاتی اساس پر ہونے والے حملوں کا بھرپور جواب دیا جائے۔ آج وقت کا یہ تقاضا ہے کہ اس مسئلے پر بھرپور تحریک اٹھائی جائے اور زبردست عوامی رد عمل پیش کیا جائے۔ چنانچہ پاکستان کے تعلیم یافتہ طبقے اور تعلیمی اداروں میں پڑھانے والے اساتذہ کرام کے لیے ایک علمی اور تحقیقی مجلے کی شدید ضرورت محسوس کی گئی جو ان کو بروقت ان کے خلاف ہونے والی سازشوں سے مطلع بھی رکھے اور اسلامی نظام کی خصوصیات اور غیر اسلامی نظاموں کی قباحتوں سے عوام الناس کو آگاہی دینے والا ہو اور اساتذہ کرام صحیح طور پر رہنمائی کرنے والے ہوں۔

آخر میں ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خیر کے اس کام میں ہماری نصرت فرمائے۔ ہم پر اپنی رحمت فرمائے اور ہم سے اپنے دین کی خدمت کا کام لیتے ہوئے ہمیں اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین

ایٹمی قوت کا حامل مسلمان ملک اور اس کا تعلیمی نظام

یہود و نصاریٰ کے نشانے پر.....

گذشتہ نصف صدی سے لے کر اب 2012ء تک جس طرح سے پوری دنیا میں مسلمانوں کے بیچ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے بیداری کی لہر تیز ہوئی ہے اور دشمنان دین کیلئے جذبہ جہاد کا مقابلہ کرنا ناممکن ثابت ہوا ہے اس سے تمام اہل مغرب اور یہود و ہنود نہایت پریشان ہیں کہ مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ جیسے عظیم الشان عمل سے کس طرح روکا جاسکتا ہے۔ ان کے بڑے بڑے تھنک ٹینک اور مختلف سکالرز سوچ رہے ہیں کہ ایسے مسلم ممالک جن کی عوام میں اسلام کیلئے کٹھن مرنے کا جذبہ پایا جاتا ہے ان میں اپنی سازشوں کے جال اس طرح سے پھیلائیں کہ مسلمان اسلام پر عمل کرنے کی بجائے کسی طرح اس کی تعلیمات سے انحراف کرنے لگیں۔

اس مقصد کے لئے وہ کبھی تو اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہوئے قرآن مجید اور نبی ﷺ کی شان میں گستاخیوں کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں اور کبھی مسلمانوں میں غیر جہادی فکر اور صوفی ازم کا پرچار شروع کر دیتے ہیں، یا پھر وہ مسلمانوں کو آپس میں لڑانے اور گتھم گتھا کرنے کے لئے فرقہ واریت، قومیت و لسانیت اور جمہوری انتخابی سیاست کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں تاکہ مسلمانوں میں اتحاد کا خاتمہ ہو اور وہ باہم دست و گریبان ہو کر اپنی قوتوں کو ایک دوسرے کے خلاف لڑائی میں ضائع کر دیں۔

چنانچہ اسلامی نظریہ یعنی کلمۂ توحید کی بنیاد پر بننے والا وطن عزیز پاکستان اس اعتبار سے آج ان کا سب سے بڑا ہدف ہے۔ ایٹمی قوت کے حامل مسلمانوں کے اس ملک کو یہود و نصاریٰ اور مشرکین آج معاشی، سیاسی اور تعلیمی اعتبار سے کمزور اور کھوکھلا کرنا چاہتے ہیں تو جہاں بحیثیت مجموعی پاکستان کا سیاسی اور معاشی نظام ان کے ہدف پر ہے بالکل اسی طرح پاکستان کا تعلیمی نظام بالخصوص ان کے نشانے پر ہے وہ سمجھتے ہیں کہ شاید اس کو تبدیل کر کے وہ اپنے اہداف و مقاصد آسانی سے حاصل کر لیں گے۔ وہ پاکستان کی مجبور یوں اور پاکستان کے سیاسی لوگوں کی احمقانہ پالیسیوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے عزائم کی تکمیل میں مصروف ہیں۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ آج ہماری صوبائی حکومتوں کی انتظامیہ ہو یا وفاقی، سبھی کا پر داز ان اغیار کی مسلط کردہ تعلیمی پالیسیوں پر لپک کھڑے ہیں۔ آج پاکستان کے ایک بڑے صوبے کے وزیر اعلیٰ کے در آمد کردہ مائیکل باربر کو یہ جرات کیسے ہو گئی کہ وہ ہمارے کسی ایجوکیشن ڈسٹرکٹ آفیسر کو یہ دھمکی دے کہ اگر تم نے ہماری پالیسیوں کو نہ مانا تو تمہیں الٹا لٹکا دوں گا۔

آج تو پاکستان کی یونیورسٹیاں، کالج اور سکول سرکاری، غیر سرکاری، سب کے اندر ایک خاص طرز معاشرت اور خاص طرز تعلیم متعارف کروایا جا رہا ہے اور اس خاص طرز تعلیم و معاشرت کو متعارف کروانے کے لیے اسلام مخالف ملکوں کی طرف سے پاکستان کی وفاقی اور صوبائی حکومتوں کو بھاری فنڈ دیے جا رہے ہیں تاکہ مختلف ریفریٹر کورسز میں اساتذہ کو خصوصی طور پر T.A.D.A اور دیگر مراعات جن میں ریفریٹر کورسز کے نام پر بیرونی ممالک کے دورے وغیرہ شامل ہیں، کے ذریعے ان کو اپنے دام میں پھنسانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اگر ان کوششوں کا مقصد طلباء کی تعلیم و تربیت میں بہتری لانا ہوتا تو یہ بات مانی جاسکتی تھی کہ ایسے بھاری فنڈز دینے والے ممالک پاکستان سے ہمدردی رکھتے ہیں لیکن حقیقت جو آشکار ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ ایسی ساری کوششوں کا مقصد مسلم اساتذہ کو اسلامی شناخت، اسلامی تعلیمات سے دور کرنا اور تعلیمی اداروں میں فحاشی، عریانی اور اسلام مخالف کلچر کو پروان چڑھانا ہے۔

حقیقت بات یہ ہے کہ آج پاکستان کے نظام تعلیم سے اسلامی غیرت و حمیت کی طرف لے جانے والی بہت سی باتیں نکالی جا چکی ہیں جن کو



پروفیسر
حافظ محمد سعید

تفسیر سورۃ البقرہ

جیسا کہ اہل پاکستان کو معلوم ہے کہ چند سال قبل دشمنان ملک و ملت کے دباؤ کے تحت سورۃ توبہ کو پاکستان کے نصاب تعلیم سے نکالنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن یاد رہے کہ کتاب اللہ کا کوئی بھی دشمن اگر پاکستان کے نصاب تعلیم سے سورۃ توبہ کو نکالنے میں کامیاب ہو بھی جائے مگر وہ کسی بھی شکل میں اس سورۃ کو قرآن مجید سے نہیں نکال سکتا جو کہ پوری دنیا کے تمام انسانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ایک سچی کتاب ہے۔ زیر نظر مضمون پروفیسر حافظ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سورۃ توبہ سے لیا گیا ہے۔

قرآنی ترتیب کے اعتبار سے نوویں اور نزولی اعتبار سے قرآن

①

کریم کی یہ سب سے آخری بڑی سورت ہے۔

بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿يَسْتَفْتُونَكَ﴾..... الخ :

۴۶۰۰۔

اس سورۃ مبارکہ کے کئی نام ہیں، یہ تین نام زیادہ معروف ہیں:

○ التَّوْبَةُ ○ بَرَاءَةٌ ○ الْفَاضِحَةُ

وجہ تسمیہ اور مختصر پس منظر:

غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے والوں میں منافقین کے علاوہ تین مخلص مومن بھی شامل تھے۔

غزوہ جنگ تبوک کا یہ سفر سخت ترین گرمی کے دنوں میں شروع ہوا۔

رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تیس ہزار جاں نثار صحابہ کا لشکر رومی

کافروں کا غرو خاک میں ملائے کے لیے تبوک کی طرف بڑھ رہا تھا اور منزل تقریباً چھ سو کلومیٹر دور تھی۔

خوراک کی شدید قلت تھی، راستہ دشوار گزار اور پر خطر تھا۔

سوریاں کم تھیں، اتنی کم کہ تقریباً اٹھارہ آدھیوں کو صرف ایک ایک سواری دی گئی تھی۔

براءت:

سورہ کا آغاز: ﴿تَرَاءَوْا بَيْنَ اللَّهِ وَتَسْلُوِيَهٗ﴾ سے ہو رہا ہے جس میں مشرکین سے کیے گئے معاہدوں کی منسوخی، اعلان براءت یعنی لافعلی اور اظہار بیزاری ہے اس لیے ایک نام ”براءۃ“ بھی ہے۔

الْفَاضِحَةُ:

اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں منافقین کی سازشوں، شرارتوں اور خفیہ منصوبوں کا پردہ چاک کر کے، انہیں مسلم معاشرے کے سامنے آشکار کر کے ذلیل و رسوا کر دیا ہے اس لیے اس سورہ کا نام ”الفاضحہ“ یعنی رسوا کر دینے والی بھی ہے۔

موضوعات:

اس سورہ مبارکہ کے چند اہم موضوعات مندرجہ ذیل ہیں:

مشرکین سے کیے گئے معاہدے منسوخ کر دیے گئے۔ نیز اظہار براءت اور اعلان بیزاری کے ساتھ ساتھ انہیں چار ماہ کی مہلت دی گئی تاکہ وہ اپنے مستقبل کا فیصلہ کر سکیں۔

مہلت کے خاتمہ پر اہل ایمان کے لیے حکم تھا کہ مشرکین کا محاصرہ کرو، گھات لگا کر ان کی تاک میں بیٹھو اور جہاں بھی پاؤں کوئل کر دو۔

ان کا جرم یہ ہے کہ یہ عہد شکن اور پلید مشرک ہیں، اس لیے یہ گردن زدنی ہیں اور ان کی سزا علاقہ بدری ہے۔ ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو مکہ سے نکالا، آپ ﷺ سے لڑائی کی ابتدا بھی انہی لوگوں نے کی اور یہ لوگ دین اسلام پر طعن کرتے ہیں اس لیے حکم دیا گیا کہ ان سے لڑو اور اس وقت تک لڑائی جاری رکھو جب تک ان کی قوت پاش پاش ہو کر کمر ٹوٹ نہیں جاتی۔

یہود و نصاریٰ کے عقیدے کی خرابیوں اور لوگوں کا مال ناجائز طریقوں سے بٹورنے کی بری عادتوں کا تذکرہ ہے۔

منافقین کا جہاد سے پیچھے رہ جانے پر جھوٹے عذر بہانے پیش

کرنے اور جہاد میں مال نہ خرچ کرنے کا حال مذکور ہے۔

جیش عسرہ یعنی غزوہ تبوک کا ذکر ہے اور جہاد کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے تجارت کرنے والوں سے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

سورہ کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھنے کا سبب:

اس سورہ مبارکہ کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھنے اور نہ پڑھنے کی بہت سی وجوہات بیان کی گئی ہیں مگر صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بسم اللہ نازل نہیں کی اور نہ ہی نبی ﷺ نے لکھوائی..... اور یہ اس چیز کی بھی دلیل ہے کہ قرآن مجید جیسے نازل ہوا، آج بھی بالکل اسی حالت میں موجود ہے اور بغیر کسی شک و شبہ کے یہ منزل من اللہ ہے۔

آغاز سورہ

بَرَاءَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۚ فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ وَأَنَّ اللَّهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ ۝



وَأَذَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ ۚ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ ۚ فَإِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ وَبَشِّرِ

الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابِ اللَّهِ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوا شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ (التوبة: 1 تا 4)

”اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے ان مشرکوں کی طرف بری الذمہ ہونے کا اعلان ہے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا۔ تو اس سرزمین میں چار ماہ چلو پھرو اور جان لو کہ بے شک تم اللہ کو عاز کرنے والے نہیں اور یہ کہ یقیناً اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے حج اکبر کے دن تمام لوگوں کی طرف صاف اعلان ہے کہ اللہ مشرکوں سے بری ہے اور اس کا رسول بھی۔ پس اگر تم توبہ کر لو تو وہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تمہارے توبہ کرنے والے یقیناً تم اللہ کو عاز کرنے والے نہیں اور جنہوں نے کفر کیا انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دے مگر مشرکوں میں سے وہ لوگ جن سے تم نے عہد کیا پھر انہوں نے تم سے عہد میں کچھ کمی نہیں کی اور نہ تمہارے خلاف کسی کی مدد کی تو ان کے ساتھ ان کا عہد ان کی مدت تک پورا کرو۔ بے شک اللہ متقی لوگوں سے محبت کرتا ہے۔“

مشرکین سے اعلان بیزاری:

اس سورہ مبارکہ کا آغاز بڑے پرہیزگار انداز میں ہو رہا ہے جس کے الفاظ تو مختصر ہیں مگر دنیا بھر کے مشرکین انہیں سن کر اب بھی دہشت زدہ ہو جاتے ہیں..... اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اعلان بیزار اور اظہار براءت ہو رہا ہے۔ مشرکین کو مہلت دی جا رہی ہے کہ وہ تین میں سے ایک راستے کا انتخاب کر لیں:

- ① کفر و شرک سے تائب ہو کر دل سے دین اسلام قبول کر لیں۔
- ② مہلت سے فائدہ اٹھا کر مکہ مکرمہ سے نکل جائیں۔
- ③ تیسری اور آخری صورت یہ ہے کہ لڑائی کے لیے تیار ہو جائیں، جو نبی دی گئی مہلت ختم ہوگی، حدود حرم میں جو مشرک ملے گا اس کی گردن تن سے جدا کر دی جائے گی۔

جہادی برکات نے حالات کا نقشہ بدل دیا:

اس سورہ کے نزول کے وقت اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے قوت، غلبہ اور فتح کی راہ ہموار کر دی تھی۔

ابو جہل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط اور احنس بن شریق سمیت بڑے بڑے جنگجو مشرک مارے جا چکے تھے اور دیگر متعدد سرکش و متکبر عبرت ناک انجام کو پہنچ چکے تھے۔

عہد شکن بنو قریظہ کے یہودیوں کی جڑ کٹ چکی تھی۔

یہود کے سازشی سردار کعب بن اشرف کو راستے سے ہٹایا جا چکا تھا۔

بنو قریظہ اور بنو نضیر کو عہد شکنی کی سزا جلادوں کی شکل میں دی جا چکی تھی۔

خیبر کی شکست کے بعد یہودیوں کی کمر ٹوٹ چکی تھی۔

”موہب“ کے تاریخی معر کے میں صلیبیوں کی شکست کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔

مکہ فتح ہوا اور بیت اللہ کو بتوں کی نجاست سے پاک کیا جا چکا تھا۔

ثقیف و ہوازن کے اڑیل، متکبر اور مشرک قبائل گر چکے تھے۔

اسلام کو زبردست عزت و وقار اور اہل اسلام کو فتح حاصل ہو چکی تھی۔

جہاد میں پیش کی گئی بے مثال قربانیاں اپنا رنگ دکھا رہی تھیں۔

اس لیے اب دنیا بھر کے مشرکین سے براءت، اعلان الاعداء اور اظہار بیزار کا وقت آ گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نازل ہوا کہ مشرکین سے کیے گئے تمام عہد و پیمان ختم کرنے کا اعلان کر دیا جائے۔

تبوک سے واپسی پر یقیناً ۹ھ کو مناسک حج کی ادائیگی کے لیے رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر روانہ فرمایا اور بعد ازاں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو روانہ فرما کر ہدایت کی کہ میری

طرف سے مشرکین سے کیے گئے معاہدوں کے خاتمے کا اعلان کر دیں اور سورہ توبہ کی آیات تلاوت کر کے شرکائے حج کو سنائیں۔

✽ معاہدوں کی منسوخی کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا انتخاب اس لیے بھی ضروری تھا کہ عرب دستور کے مطابق مال اور خون کے عہد کی منسوخی کا اعلان خود یا اپنے خاندان کے کسی فرد سے کرایا جائے۔ اس دستور کے مطابق سیدنا علی رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے۔ حجاج کے قافلے سے ان کی ملاقات مقام ”عرج“ یا ”وادی حنجان“ میں ہوئی۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سوال کیا: ”امیر بن کر آئے ہو یا مامور؟“ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ”نہیں بلکہ مامور ہوں۔“ اس کے بعد یہ لوگ مکہ کے لیے روانہ ہو گئے۔

امیر اور خلیفہ میں فرق:

اس واقعہ سے ایک اہم مسئلہ کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے کہ امیر بعض جزوی امور کے لیے مقرر کیا جاسکتا ہے جیسا کہ سفر حج اور جہاد کا امیر، لیکن اس کو خلیفہ المسلمین نہیں کہا جاتا اور نہ اس کی بیعت ہوتی ہے۔ ہاں اس کی اطاعت بلاشبہ واجب ہے گویا جہاد اور حج کے لیے امارت ضروری ہے خلافت ضروری نہیں، ہاں خلافت کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ جہاد جاری رکھے۔

حسب ہدایت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا اور دسویں ذوالحجہ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں جمرہ کے پاس کھڑے ہو کر وہ اعلان کیا جس کا حکم رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ سورہ توبہ کافروں کو سنائیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی منیٰ میں ہمارے ساتھ رہ کر لوگوں کو سورہ براءت سنائی اور یہ اعلان بھی کیا:

”اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کے لیے نہ آئے اور نہ

کوئی شخص ننگا ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے۔“

① بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله ﴿وَأَذَانٌ مِنَ اللَّهِ وَ

رسوله﴾..... الخ: ۶۵۶۔

غور کیجیے! یہ وقت کتنا عظیم تھا اس موقع پر مسلمان خوش اور مشرک کتنے مایوس اور پریشان ہوئے ہوں گے؟ ان اعلانات کا ان پر کتنا گہرا اثر ہو رہا ہوگا اور وہ اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھتے ہوئے جزیرۃ العرب سے بت پرستی کے خاتمے اور بتوں کی خوشنودی کے لیے سفر پر پابندی کے اعلانات کو کس بے بسی کے عالم میں سن رہے ہوں گے؟ یقین کرنا چاہیے کہ یہ کیفیت جہاد کے بعد ہوتی ہے۔

کفار و مشرکین کے لیے چار ماہ کی مہلت:

منیٰ میں اعلان کیا جا رہا تھا: مشرک! تم تجس ہو، تمہیں سمجھاتے سمجھاتے بہت وقت بیت چکا، اب تمہیں صرف سامان سمیٹنے کی مہلت اور زیادہ سے زیادہ حدود حرم میں چار مہینے تک چلنے پھرنے کی اجازت ہے۔ اس مہلت سے بھر پور فائدہ اٹھا لو! اور اچھی طرح اپنے مستقبل پر غور کر لو! اب یا تو..... ① اسلام قبول کر کے ہمارے بھائی بن جاؤ۔ ② یا اپنا سامان سمیٹو اور جان بچا کر بھاگ جاؤ! ③ یا جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ! اور یہ بھی یاد رکھو! اللہ تعالیٰ اس دنیا میں کافروں کو ذلیل و رسوا کرنے کا فیصلہ کر چکا اور آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہے۔

مشرک! آخرت کے دردناک عذاب اور دنیا کی ذلت و خواری سے بچنا چاہتے ہو تو اس کا باوقار طریقہ صرف یہ ہے کہ تم اپنے عقیدہ کفر و شرک سے تائب ہو کر اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ یہی بات تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر تم اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے شرک پر قائم رہے تو تم اللہ تعالیٰ کو عاز جز نہیں کر سکتے۔

امریکہ سے روس اور انڈیا سے اسرائیل تک

اعلان براءت:

ہم سورہ توبہ کے مضامین کو سمجھنے کے لیے جمع ہیں اور اس وقت صورت حال یہ ہے کہ عقیدہ توحید کی بنیاد پر جہاد شروع ہو چکا ہے جیسا کہ:

باقی صفحہ نمبر 53

تعلیم و تربیت کا نبوی طریق کار

احادیث رسول ﷺ سے ماخوذ تعلیم و تربیت کے مختلف طریقوں کے بیان کا ایک مستقل سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے۔ اسی موضوع پر محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر فضل الہی کی شاندار کتاب ”نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم“ موجود ہے۔ زیر نظر مضمون انہی کی کتاب سے ماخوذ ہے۔

عمدہ استفسار کی تعریف

ہمارے نبی کریم ﷺ اچھے سوال کو پسند فرماتے اور اس کے کرنے والے کی تعریف کرتے۔ سیرت طیبہ میں موجود شواہد میں سے چار ذیل میں توفیق الہی سے پیش کیے جا رہے ہیں۔

1- معاذ رضی اللہ عنہ کے عمدہ سوال کی تعریف:

امام ابوداؤد طیالسی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

قُلْتُ: ”يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ“
قَالَ: ”بِحَاجَةٍ لَقَدْ سَأَلْتُ عَنْ عَظِيمٍ، وَإِنَّهُ لَيْسَ بِرَ عَلَى
مَنْ يَسْرُهُ اللَّهُ، صَلَّى الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ وَأَدَّى الزَّكَاةَ
الْمَفْرُوضَةَ“

(مسند ابی داؤد الطیالسی احادیث معاذ بن جبل، جزء من رقم الحديث ۵۶۱-۵۶۰/۱-۴۵۷-۴۵۶۔ اس حدیث کے متعلق ڈاکٹر محمد بن عبدالحسن الترمذی نے تحریر کیا ہے کہ یہ اپنی [متعدد] اسانید کے جمع کرنے سے [حسن] ہے۔ ملاحظہ ہو: بابش المسند: ۱/۳۵۷)

”میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے جنت میں داخل کر دینے والا عمل بتلائیے!“

آپ ﷺ نے فرمایا: ”شاباش شاباش! بے شک تو نے عظیم [چیز] کے بارے میں سوال کیا اور بلاشبہ وہ اس شخص کے لیے آسان عمل ہے، جس پر اللہ تعالیٰ آسان کر دے۔ فرض نماز پڑھو اور فرض زکوٰۃ ادا کرو۔“

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے عمدہ سوال کو سراہا اور ان کی تعریف بایں الفاظ فرمائی: ”آفرین! آفرین! بلاشبہ تو نے عظیم [چیز] کے بارے میں سوال کیا ہے۔“ لفظ [بخ] جیسا کہ علامہ اسماعیل جوہری نے بیان کیا ہے۔ کسی چیز کی تعریف اور اس کے بارے میں اظہارِ خوشی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ نے بات میں زور پیدا کرنے کی خاطر یہ لفظ دو مرتبہ فرمایا۔

(ملاحظہ ہو: الصحاح باب الحاء، فضل الباء مادة [بخ] ۱/۳۱۸)

2- اچھے سوال پر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی تعریف

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ بلاشبہ انہوں نے عرض کیا:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَنْ أَسْعَدَ النَّاسَ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَنَّ لَا يَسْأَلُنِي عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَحَدٌ أَوْلَ مِنْكَ لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيثِ أَسْعَدَ النَّاسَ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ: ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهَا وَنَفْسِهَا“

(صحيح البخارى، كتاب العلم، باب الحرص على الحديث، رقم الحديث: ۱۹۹۰/۱۹۳)

”یا رسول اللہ ﷺ! روزِ قیامت آپ ﷺ کی شفاعت کی سعادت کس کو سب سے زیادہ میسر آئے گی؟“

پروفیسر ڈاکٹر
فضل الہی



رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے ابوہریرہ! حدیث کے متعلق تمہاری حرص کے پیش نظر مجھے یقین تھا کہ تم سے پہلے اس کے متعلق مجھ سے کوئی دریافت نہ کرے گا۔ روزِ قیامت میری شفاعت سے سب سے زیادہ فیض یاب وہ ہوگا، جس نے سچے دل سے ”لا الہ الا اللہ“ کہا۔“
امام ابن ابی جریرہ رحمہ اللہ شرح حدیث میں رقم طراز ہیں:

فِي هَذَا دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ مِنَ السُّنَّةِ إِدْخَالَ السُّرُورِ عَلَى السَّائِلِ قَبْلَ رَدِّ الْجَوَابِ عَلَيْهِ لَا نُهُ عَلَيْهِ قَدَّمَ قَوْلُهُ: ”لَقَدْ ظَنَنْتُ“ عَلَى رَدِّ الْجَوَابِ عَلَيْهِ.

وَالسُّرُّ الَّذِي فِي هَذَا الْإِخْبَارِ مِنْ إِدْخَالِ السُّرُورِ، وَهُوَ أَنَّهُ لَا يَتَأَتَّى مَا أَخْبَرَنِي بِهِ حَتَّى يَكُونَ كَمَا قَالَ: ”لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيثِ“ وَلَا يَظْهَرُ لَهُ عَلَيْهِ مِنْهُ الْحِرْصُ عَلَى الْحَدِيثِ إِلَّا إِذَا كَانَ يَلْتَفِتُ إِلَيْهِ عَلَى الدَّوَامِ، وَيُرَاعِي أَقْوَالَهُ وَأَفْعَالَهُ، وَالْفَتَاةُ عَلَيْهِ لِحَظَةً وَاحِدَةً لِلشَّخْصِ كَانَ عِنْدَ الصَّحَابَةِ أَعْظَمَ مَا يَكُونُ مِنَ السُّرُورِ، فَكَيْفَ بَهَا فِي مُرُورِ الْأَيَّامِ وَاللَّيَالِي.

(بہجۃ النفوس: ۱/۳۳۱)

”اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ مسنون طریقہ یہ ہے کہ جواب دینے سے پیشتر سائل کو خوش کیا جائے، جیسا کہ آپ ﷺ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: حدیث کے بارے میں تمہاری حرص کے پیش نظر۔“

حدیث کے بارے میں ان کی حرص آنحضرت ﷺ کے لیے تب ہی ظاہر ہوئی ہوگی، جب کہ آپ تسلسل کے ساتھ ان کی طرف التفات فرماتے رہے ہوں گے اور ان کے اقوال و افعال کا جائزہ لیتے

رہے ہوں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک لمحہ بھر کے لیے آنحضرت ﷺ کا کسی کی جانب نظر عنایت فرمانا عظیم ترین مسرت کی بات تھی، تو جب یہ تسلسل کے ساتھ دنوں اور راتوں میں ہو، تو پھر سرور اور مسرت کس قدر ہوگی؟“

حضرت امام ڈاکٹر نے یہ بھی بیان فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے دو اور طریقوں سے بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے سرور شادمانی کا سامان مہیا فرمایا: ”ان میں سے پہلی بات یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ کا ان کے متعلق سب سے پہلے سوال کرنے کے گمان کرنے کا سبب یہ تھا کہ انہیں حصولِ حدیث کی شدید خواہش تھی۔ اللہ اکبر! یہ سب کس قدر جلیل القدر اور عظیم الشان ہے۔“

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

اے ہمارے مولائے کریم! ہم ناکاروں کو بھی اس عظیم نعمت سے بہرہ ور فرما دیجیے۔ إِنَّكَ قَرِيبٌ مُّجِيبٌ

دوسری بات یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ نے جواب دینے سے پیشتر کینیت سے پکارا اور اس طرح پکارنے سے شاگرد کو ہونے والی خوشی محتاج

☆..... صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک لمحہ بھر کے لیے آنحضرت ﷺ کا کسی کی جانب نظر عنایت فرمانا عظیم ترین مسرت کی بات تھی، تو جب یہ تسلسل کے ساتھ دنوں اور راتوں میں ہو، تو پھر سرور اور مسرت کس قدر ہوگی؟“

☆..... آنحضرت ﷺ کا حلم بردباری اور تواضع کہ بدو کے سواری کی لگام تھام کر روکنے پر آپ ﷺ نے ڈانٹ ڈپٹ نہیں کی، بلکہ سوال کا جواب دینے کی خاطر رکے۔ حضرت صحابہ رضی اللہ عنہم کو متوجہ فرمایا، عمدہ سوال پر اعرابی کی تعریف کی اور اس کے سوال کا جواب دیا۔“

بیان نہیں اور خصوصاً جب کہ ندا کرنے والے حبیب رب العالمین ﷺ ہوں۔

حدیث شریف میں دیگر فوائد

حدیث شریف میں موجود دیگر فوائد میں سے چار درج ذیل ہیں۔

① آنحضرت ﷺ کا شاگرد کی استعداد اور صلاحیت سے آگاہ ہونا۔ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ نے تحریر کیا ہے۔

فِي الْحَدِيثِ أَنَّ لِلْعَالِمِ أَنْ يَتَفَرَّسَ فِي مُتَعَلِّمِيهِ، فَيَنْظُرَ فِي كُلِّ وَاحِدٍ مِقْدَارَ تَقَدُّمِهِ فِي فَهْمِهِ. (بہجۃ النفوس: ۱/۱۳۳-۱۳۴)

”حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ عالم کو چاہیے کہ اپنے شاگردوں پر گہری نظر رکھے اور ہر ایک کی سمجھ بوجھ کی صلاحیت سے آگاہ ہو۔“

② آنحضرت ﷺ کا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ان کی حرص حدیث کے متعلق اپنی رائے سے آگاہ فرمانا۔ علامہ عینی رحمہ اللہ نے فوائد حدیث بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

فِيهِ تَفَرُّسُ الْعَالِمِ فِي مُتَعَلِّمِهِ، وَتَنْبِيْهُهُ عَلَى ذَلِكَ لِكُونِهِ أَبْعَثَ عَلَى اجْتِهَادِهِ فِي الْعِلْمِ. (عمدة القاری: ۲/۱۲۸)

”عالم کا اپنے شاگرد کی صلاحیت کو پہچاننا اور اس کو اس سے آگاہ کرنا، کیونکہ یہ بات [حصولِ علم کے لیے کوشش کرنے پر بہت زیادہ ابھارتی ہے۔“

③ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سوال کرنے تک آنحضرت ﷺ کا اس حدیث کے متعلق سکوت اختیار فرمانا۔ اس بارے میں علامہ عینی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

فِيهِ سُكُوتُ الْعَالِمِ عَنِ الْعِلْمِ إِذَا لَمْ يُسْأَلْ حَتَّى يُسْأَلَ، وَلَا يَكُونُ ذَلِكَ كُنْهًا لِأَنَّ عَلَى الطَّالِبِ السُّؤَالَ، اَللَّهُمَّ إِذَا تَعَيَّنَ عَلَيْهِ فَلْيَسَّ لَهُ السُّكُوتُ إِلَّا إِذَا تَعَدَّرَ. (المرجع السابق: ۲/۱۲۸)

”اس سے عالم کا سوال پوچھے جانے تک کسی علمی بات کے متعلق چپ رہنا [ثابت ہوتا] ہے اور ایسا کرنا [علم کے] چھپانے کے زمرہ میں نہیں آتا، کیونکہ طالب علم کی ذمہ داری ہے کہ وہ سوال کرے ہاں البتہ جب بتلانا [عالم پر] لازم ہو جائے تو پھر مجبوری کے بغیر خاموش رہنے کا اس کو اختیار نہیں۔“

④ آنحضرت ﷺ نے جواب میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے متعلقہ بات کا پہلے ذکر کیا۔ اگرچہ انہوں نے اس کے بارے میں دریافت نہیں کیا تھا۔ اس سلسلے میں امام ابن ابی جمرة رحمہ اللہ نے تحریر کیا ہے:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى تَقْدِيمِ الْأُولَى فِي حَقِّ السَّائِلِ، وَإِنْ كَانَ لَمْ يُسْأَلْ عَنْهُ لِأَنَّهُ عَلَيْهِ عَدَلٌ عَنِ الْجَوَابِ الَّذِي هُوَ عَامٌ لِلْسَّائِلِ وَغَيْرِهِ، وَذَكَرَ قَبْلَهُ مَا هُوَ فِي حَقِّهِ، وَمَا يُسْرَرُ بِهِ. (بہجۃ النفوس: ۱/۱۳۴)

”اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ سائل کے حق میں زیادہ مفید بات کو پہلے ذکر کیا جائے خواہ اس نے اس کے بارے میں دریافت نہ [بھی] کیا ہو۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے سائل اور دوسرے لوگوں سے متعلق عام جواب کو چھوڑا اور اس [بات] کو پہلے ذکر فرمایا جو ان کے حق میں زیادہ مفید تھی اور جس کے ساتھ وہ خوش ہونے والے تھے۔“

3- بدو کے عمدہ سوال کی تعریف

امام بخاری اور امام بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا:

”جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:

عَلِّمْنِي عَمَلًا يَدْخِلُنِي الْجَنَّةَ“

قَالَ: ”لَيْنَ كُنْتُ أَقْصَرْتُ الْخُطْبَةَ لَقَدْ أَعْرَضْتُ الْمَسْأَلَةَ اعْتَبِرِ النَّسَمَةَ وَفَكَ الرِّقَبَةَ“

قَالَ: ”أَوْ لَيْسَا وَاحِدًا؟“

قَالَ: ”لَا، عِنْتُ النَّسَمَةِ: أَنْ تَفَرَّدَ بِعَنْقِهَا وَفَكَ الرِّقَبَةَ: أَنْ تُعَيِّنَ فِي ثَمَنِهَا وَالْمِنْحَةَ الْوُكُوفُ وَالْفَيْءُ عَلَى ذِي الرَّحِمِ الظَّالِمِ فَإِنْ لَمْ تُطَقْ ذَلِكَ فَاطْعِمِ الْجَانِعَ وَاسْقِ

الظَّمْآنَ وَأَمُرُ بِالْمَعْرُوفِ، وَأَنَّهُ عَنِ الْمُنْكَرِ فَإِنْ لَمْ تُطَقْ ذَلِكَ فَكُفَّ لِسَانَكَ إِلَّا مِنْ خَيْرٍ“

(مشكاة المصابيح، كتاب العتق، الفضل الثاني، رقم

الحدیث: ۳۳۸۴ (۳/۲۰/۲۰-۱۰۱۱)

”ایک بدو نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: مجھے جنت میں داخل کر دینے والا عمل سکھا دیجئے۔“

آپ ﷺ نے فرمایا: ”بات تو اگرچہ تمہاری مختصر ہے لیکن مطلوب بہت بڑا ہے، جان آزاد کرو اور گردن چھڑواؤ۔“

اس نے عرض کیا: ”کیا یہ دونوں [بیان کردہ اعمال] ایک ہی نہیں؟“

آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں، جان آزاد کرنا یہ ہے کہ تو تنہا اس کو آزاد کرے اور گردن چھڑانا یہ ہے کہ اس کی قیمت کی ادائیگی میں اعانت کرے اور بہت زیادہ دودھ دینے والی اونٹنی یا بکری کا عطیہ دینا اور ظالم قرابت دار سے اچھا سلوک کرنا۔ پس اگر اس کی طاقت نہ ہو تو بھوکے کو کھلاؤ اور پیاسے کو پلاؤ اور نیکی کا حکم دواور برائی سے منع کرو اور اگر اس کی [بھی] استطاعت نہ ہو تو خیر کے علاوہ اپنی زبان کو روک رکھو۔“

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے بدو کے عمدہ سوال کی بایں الفاظ تعریف فرمائی:

”لَيْنَ كُنْتُ أَقْصَرْتُ الْخُطْبَةَ لَقَدْ أَعْرَضْتُ الْمَسْأَلَةَ“

”تمہاری بات تو اگرچہ مختصر ہے لیکن مطلوب بہت بڑا ہے۔“

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

حدیث شریف میں دیگر فوائد میں سے دو درج ذیل ہیں۔

① بدو نے آنحضرت ﷺ کے بیان کردہ جواب کے متعلق اپنے اشکال کا اظہار کیا، تو آپ ﷺ خفا نہ ہوئے، بلکہ اس کے اشکال کو دور فرمایا۔

② جنت میں داخل کرنے والے اعمال کا ذکر فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے امت پر آسانی اور سہولت فرمائی۔ [کسی نفس کو آزاد کرنے] سے جنت میں داخل کروانے والے اعمال کا آغاز فرما کر بات

کو یہاں تک پہنچایا کہ کچھ اور کرنے کی استطاعت نہ ہو تو [خیر کے علاوہ اپنی زبان کو روک رکھو]

4- اچھے سوال کی بنا پر ایک اور بدو کی تعریف

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ:

”إِنَّ أَعْرَابِيًّا عَرَضَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي سَفَرٍ فَأَخَذَ بِخَطَامِ نَاقَتِهِ أَوْ بِرِمَامِهَا ثُمَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَوْ يَا مُحَمَّدُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبِرْنِي بِمَا يَقْرُبُنِي مِنَ الْجَنَّةِ وَمَا يُبَاعِدُنِي مِنَ النَّارِ“

قَالَ: ”كَفَّتِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَظَرَ فِي أَصْحَابِهِ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ وَفَّقَ أَوْ لَقَدْ هَدَى قَالَ كَيْفَ قُلْتُ؟“

قَالَ فَأَعَادَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ دَعِ النَّاقَةَ.

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الایمان الذی یدخل بہ الجنة..... رقم الحدیث: ۱۲ (۱۳/۱۰۲-۴۳)

”بے شک ایک اعرابی دوران سفر نبی اکرم ﷺ کے روبرو آیا، آپ ﷺ کی اونٹنی کی لگام کو تھاما، پھر کہنے لگا: ”یا رسول اللہ! (ﷺ) یا (راوی کو تردد ہے کہ اس بدو نے (یا رسول اللہ ﷺ کہا یا (یا محمد ﷺ) کے ساتھ نداوی)..... یا محمد ﷺ! مجھے وہ عمل بتلائے جو مجھے جنت سے قریب کر دے اور [جہنم کی] آگ سے دور کر دے۔“

راوی نے بیان کیا: ”نبی اکرم ﷺ رک گئے، پھر آپ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف دیکھا، پھر ارشاد فرمایا: ”بلاشبہ یہ [بدو اپنے سوال میں] توفیق خیر عطا کیا گیا ہے یا اس کی راہنمائی کی گئی ہے۔“ (راوی کو تردد ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دونوں جملوں میں سے کون سا جملہ فرمایا)

آپ ﷺ نے [بدو سے] فرمایا: ”تم نے کیسے کہا ہے؟“

باقی صفحہ نمبر 19

مسلمانوں کے نظام تعلیم میں مغرب کی نقب

خلافت اسلامیہ کے زوال کے بعد مغرب نے مسلمانوں کے جس نظام کو سب سے زیادہ تباہ کیا وہ نظام تعلیم ہے۔ جدید تعلیم کے نام پر مسلمانوں کے تعلیمی مراکز و مدارس سے مسجد کو الگ کر دیا گیا جبکہ مغربی تعلیم کا سارا انتظام کلیسا کو سونپ کر کلیسا کو تعلیمی مراکز کا جزو بنادیا گیا اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ نام نہاد آزادی کے بعد مسلم ممالک میں مغربی امداد سے جس نظام تعلیم کی بنیاد رکھی گئی وہاں مسلمانوں کی درس گاہوں میں مسجد قائم نہیں کی جاتی تھی جبکہ مسلمان اشرافیہ کی اولادوں کو جن جدید تعلیمی مدارس میں تعلیم کے لئے روانہ کیا جاتا۔ وہاں سارے کا سارا نظام تعلیم عیسائی مشنریوں کے ہاتھ میں تھا اور کلیسا اس کا لازمی جزو تھا۔ بد قسمتی سے آج تک مسلمانوں میں خالصتاً اسلامی نظام تعلیم کے احیاء کے لئے کوئی تحریک نہیں اٹھی یہی وہ مجرمانہ غفلت ہے جس نے آج مسلم دنیا کو فکری انحطاط کے دہانے پر پہنچا دیا ہے جبکہ تاریخ میں ان کے پاس کچھ ہونے کے باوجود حال میں ان کا دامن خالی ہے۔

اب مالیات کا شعبہ ہو یا سیاسیات یا نظام حکومت ہو یا نظام عدل وہ ان تمام باتوں کے لئے مغرب کے قرض خواہ ہو گئے۔ اگر آج مسلمان اپنا نظام تعلیم محفوظ کر کے دوبارہ اس کے احیاء کی کوششیں جاری رکھتے تو اب تک مسلمانوں کی تین نسلیں جدید مغربی بلخار کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہو چکی ہوتیں۔ اس میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ خود مسلمان جدید اور فکر اسلام سے معمور نظام تعلیم کے بغیر قرآن اور حدیث کا بدلتے ہوئے حالات کے تناظر میں ادراک کرنے سے عاری ہیں۔ فلسفہ تاریخ، نظام معانی القرآن، علم الاخر الزمان، علم المعرفۃ، بین الاقوامی معاشی مانیٹری سسٹم، جدید علوم سیاست (پالیٹیکل سائنس) کو سمجھے بغیر کیا آج ہم یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ موجودہ زمانے کے حوالے سے قرآن کریم اور حدیث شریف ہم سے کیا تقاضا کر رہے ہیں؟ اس لئے یہ بات ہمیں ذہین نشین کر لینی چاہئے کہ صحیح نظام تعلیم کے بغیر ایک مسلمان کی حالت ایک ایسے جسم کی مانند ہے جو روح سے عاری ہو یقیناً ایسے جسم کو مردہ ہی کہا جاسکتا ہے۔

اگر ہم صرف ایک موضوع ”استشراق“ پر ہی نظر ڈال لیں تو حقیقت حال کھل کر ہم پر واضح ہو جائے گی کہ مغرب نے کس قدر اہتمام کے ساتھ مسلمانوں کے دین اور نظام تعلیم پر کاری ضرب لگائی لیکن میں ایک بات پر حیران ہوں کہ مسلم دنیا میں کہیں بھی اس موضوع کو اکیڈمک سطح پر متعارف نہیں کرایا گیا عالم عرب میں اس موضوع کو انیسویں صدی کے شروع میں ہی زیر بحث لانا شروع کر دیا گیا تھا جس کی واحد وجہ لغت قرآن کا

ان کی مادری زبان ہونا تھا اور یوں عیسائی مبلغین کی ان کاوشوں سے پردے اٹھنا شروع ہوئے جو انہوں نے سولہویں صدی سے ہی بروکار لا کر دین اسلام پر کئی جہتوں سے حملہ آور ہو چکے تھے

سب سے پہلا عیسائی مبلغ جو قرون وسطیٰ میں عالم اسلام میں وارد ہوا اسپین سے تعلق رکھنے والا ریمون لیل تھا۔ صلیبی جنگوں میں شکست کھانے کے بعد اس نے مسلمان علماء سے مناظرے شروع کر دیئے۔ اس نے عربی زبان کی تعلیم حاصل کی۔ 1294ء میں اس نے یورپ سلسلین خاص کو دو کتابیں ارسال کیں جس میں مسلمانوں کے درمیان عیسائیت کی تبلیغ سے متعلق بحث کی گئی تھی اس ساری بحث کا لب لباب یہ تھا کہ عیسائیت کی تبلیغ کے لئے مقبوضہ اسلامی خطوں میں تعلیمی ادارے کلیسا کی زیر نگرانی دے دیئے جائیں اور اگر مسلمان اس طریقے سے بھی عیسائیت کی طرف مائل نہ ہوں تو انہیں بزور قوت اس طرف راغب کیا جائے۔ یہ وہ انتہاء پسندانہ فکر تھی جو عیسائیت کی کرتا دھرتا قوتوں کی عقل پر مسلط تھی۔

1831ء میں پوپ گرگوریوس سادس عشر نے تعلیمی اداروں کو عیسائی مشنریوں کے زیر تسلط دینے کی عملی طرح ڈالی اس کے بعد 1881ء میں پوپ لیون ثالث عشر نے عیسائی مشنریوں کو ہر قسم کی تعلیمی اسناد تقسیم کرنے کا اختیار دے دیا اس طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ تعلیمی شعبے کے ذریعے عیسائیت کی تبلیغ اصل میں پاپائیت کے منصوبے کا حصہ ہے کیونکہ یہ سب سے بہترین طریقہ تھا کہ کسی بھی مذہب کے طالب علم کو عیسائیت کی تعلیم اور عبادات سے روشناس کرانے کا۔ اسی فکر کے تحت عیسائی مبلغین نے تعلیمی مرکز یعنی اسکول کو عیسائیت کا نقطہ آغاز بنایا

کیونکہ تعلیم ہی ان کے نزدیک تبلیغ کا بہترین طریقہ تھی اس طرح انجیل آسانی سے اس مقام تک پہنچ سکتی تھی جہاں وہ کسی دوسرے طریقے سے نہیں پہنچ سکتی تھی اس طریقے کو اپناتے ہوئے انہوں نے مسلمانوں کی فکر پر ضرب کاری لگانی شروع کر دی اس طرح وہ ایسے منتشر الذہن مسلمان تیار کر سکتے تھے جنہوں نے آگے چل کر اپنے اپنے ملک میں اقتدار کی زمام سنبھال لی تھی۔

ہم یہاں عالم عرب سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف برصغیر کے تناظر میں بات کو آگے بڑھائیں گے۔ برصغیر میں زیادہ تر مدارس سلطنت عثمانیہ کے زیر کفالت کام کرتے تھے اس کے جواب میں جمعیت کلیسائے نصرانی نے یہاں بہت سے مشنری تعلیمی ادارے قائم کیے جہاں پر تقریباً پینسٹھ ہزار طلبہ تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اودھ، آگرہ اور الہ آباد کی ریاستوں میں انہوں نے اعلیٰ تعلیم کے بہت سے ادارے قائم کیے جبکہ وسطی ہند حیدر آباد کے مدارس میں اسلامی امور سے شناسائی حاصل کرنے کے لئے مراکز قائم کئے اس کے علاوہ جمعیت تبلیغ تورات نامی تنظیم نے عورتوں کے درمیان عیسائیت کی تبلیغ کے سلسلے میں چند ایک تبلیغی مراکز بھی کھولے ان استثنائی مراکز کے سالانہ بجٹ کئی ملین ڈالر کے مساوی ہوتے تھے۔

عبدالعزیز الشعلی کی تحقیق کے مطابق 1936ء تک برصغیر میں عیسائی مشنریوں کے ثانوی تعلیمی اداروں کی تعداد پانچ سو تھی جبکہ پچاس کالج اس کے علاوہ تھے۔ اساتذہ کی تربیت کے لئے دس علمی مراکز تھے۔ 1835ء میں لارڈ میکالے نے تعلیمی امور کو ہاتھ میں لیتے ہوئے استعماری مصلحت کے تحت ایسا نظام تعلیم وضع کیا جس نے برصغیر کے

ایم اے رحمان



باشندوں خصوصاً مسلمانوں کی فکری ساخت کو زبردست نقصان پہنچایا۔ اس نظام تعلیم کے تحت انگریزی کو برصغیر کی دوسری تمام زبانوں پر مسلط کر دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ انگریز کے یہاں سے جانے کے بعد بھی اس خطے پر کالے انگریز مسلط ہیں بلکہ فکری سطح پر اپنے آقاؤں سے بھی چار ہاتھ آگے ہیں۔ لارڈ میکالے کا انگریزوں کے نزدیک علمی فلسفہ یہ تھا کہ (ہمیں ایسے لوگ تیار کرنے چاہئے جو ہمارے اور ہماری رعایا کے درمیان رابطے کا ذریعہ ہوں۔ یہ رنگ اور خون کے لحاظ سے تو مقامی لوگ ہی ہوں گے لیکن فکر رائے اور زبان کے لحاظ سے انگریز ہوں گے)۔ یہ تمام طریقے ہندو طلباء پر زیادہ اثر انداز ہوئے بلکہ ان کا رخ فکری انحطاط کی طرف مڑ گیا۔ انگریزوں کی نظریں ہمیشہ اعلیٰ تعلیمی اداروں پر لگی رہیں جہاں وہ سرکردہ طلباء کو عیسائیت کی طرف راغب کرنا چاہتے تھے تاکہ ان کی وجہ سے دوسرے طلباء کو متاثر کیا جاسکے۔ ان تعلیمی اداروں میں اسکندروف کالج اور ہوگلی کالج قابل ذکر ہیں۔ یہ دونوں کالج اسلامی تحقیق کے لئے وقف تھے۔ اس کے علاوہ کلکتہ میں ایک ہشپ کالج کا قیام عمل میں لایا گیا ان تعلیمی اداروں کی تفصیلات کا ذکر ہمیں سی جون C. John کی کتاب (Muhammadian in India) میں بھی ملتا ہے۔

ان تعلیمی اداروں سے فارغ التحصیل طلباء مغرب کے حلیف ہی ثابت ہوئے پنجاب کا صوبائی دار الحکومت لاہور جو برصغیر کے بڑے شہروں میں شمار ہوتا تھا میں بھی لاہور کالج کا قیام عمل میں لایا گیا، جبکہ غازی پور میں کونین وکٹوریا کالج بنایا گیا۔ علیگڑھ میں اورینٹل کالج قائم کیا گیا۔ 1757ء میں انگریزوں نے تمام یونیورسٹیوں اور کالجوں میں انجیل کی تعلیم ضروری قرار دے دی جس کی وجہ سے برصغیر میں اضطراب کی ایک لہر دوڑ گئی۔

تعلیمی اداروں کے اثرات

انگریزوں کا روز اول سے ایک ہی ہدف رہا کہ برصغیر پر سیاسی اور مذہبی غلبہ حاصل کیا جائے۔ ان کے تعلیمی مراکز نہ تو یہاں کے لوگوں کی اصلاح کے لئے تھے اور نہ ہی ان کا مقصد علم کی خدمت تھا بلکہ وہ یہاں ایسے لوگ تیار کرنا چاہتے تھے جو عیسائیت سے متاثر ہو کر استعمار کے معاون ہو سکیں اور حکومتی معاملات میں انگریزوں کی مدد کر سکیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے بڑے بڑے وظائف مقرر کر رکھے تھے۔ انہوں نے مقامی لوگوں کو اس انداز میں تیار کیا تاکہ وہ انگریز حکومت اور ان کی

☆..... 1936ء تک برصغیر میں عیسائی مشنریوں کے ثانوی تعلیمی اداروں کی تعداد پانچ سو تھی جبکہ پچاس کالج اس کے علاوہ تھے۔ اساتذہ کی تربیت کے لئے دس علمی مراکز تھے۔

☆..... مولانا فضل حق خیر آبادی نے فرمایا کہ انگریزوں نے مسلمان بچوں کے لئے ایسا نظام تعلیم وضع کر رکھا ہے جس سے ان کی فکری نشوونما کو روکا جاسکے۔

☆..... ہسٹر پہلا انگریز ہے جس نے 1772ء میں سب سے پہلے اسلامی اوقاف پر قبضے کی بنا ڈالی۔

☆..... جمعیت تبلیغ تورات نامی تنظیم نے عورتوں کے درمیان عیسائیت کی تبلیغ کے سلسلے میں چند ایک تبلیغی مراکز بھی کھولے ان استثنائی مراکز کے سالانہ بجٹ کئی ملین ڈالر کے مساوی ہوتے تھے۔

☆..... برطانوی ادیب ہنٹر Hunter نے اعتراف کیا ہے کہ برصغیر میں انگریز مسلمانوں کی دینی تعلیم کے خلاف برسرِ پیکار تھے اس لئے انہوں نے سب سے پہلے اوقاف کے مدارس پر قبضہ کرنے کا منصوبہ ترتیب دیا اس میں کامیابی کے بعد انہوں نے اسلامی مدارس اور ان کے اوقاف پر اعلیٰ دینی اور دنیاوی تعلیم کی پابندی لگا دی۔

تجارت کے لئے بہترین اور اعلیٰ قسم کے آلکار بن سکیں۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ تعلیمی ادارے یہاں کے طالب علموں کے درمیان نسلی تفرقے کا سبب بننے لگے کیونکہ یہاں کے طریقہ تعلیم سے طالب علموں میں فکری بعد واقع ہونے لگا اور لوگ یہاں کے اجتماعی نظام سے متنفر ہونے لگے۔ جے۔ اہو بسون نے لکھا ہے کہ انگریز نے یہاں تعلیمی ادارے محض اصلاح کی غرض سے نہیں کھولے تھے بلکہ وہ ان مقاصد کے تحت کام کر رہا تھا کہ یہاں ترقی کا راستہ روکا جائے اجتماعی اور دینی معاملات میں خلل ڈالا جائے اور ان تمام مقاصد میں کامیاب ہونے کے بعد یہاں کے لوگوں کو مسیحیت کی خوشخبری سنائی جائے۔

انگریزوں نے اپنے ان تعلیمی اداروں پر مسیحیت کا اثر کیسے قائم کیا اس کا ہلکا سا اشارہ ہمیں برصغیر میں برطانیہ کی تعلیمی کونسل کے ایک رکن کے اس بیان سے بآسانی ہو جاتا ہے کہ ہم نے امریکہ میں پہلے جبر سے اور اس کے بعد سکولوں اور کالجوں کی مدد سے عیسائیت کو مسلط کیا۔ ایسا ہی طرز عمل ہمیں برصغیر میں اپنانا چاہئے۔ کونسل نے اپنے رکن کی اس تجویز کا فوری خیر مقدم کیا جس کے نتیجے میں برصغیر میں فوراً اسلامی تعلیمی مراکز میں ہنگامی صورتحال کا آغاز کر دیا گیا۔ اس کے بعد ان مراکز پر کنٹرول حاصل کرنے کے لئے حکومت نے کوششیں شروع کر دیں۔ کیونکہ یہ تعلیمی ادارے مخلص اور خیر مسلمانوں کے ہاتھ میں تھے ان اداروں میں حکومتی دباؤ کے باوجود انجیل اور عیسائیت سے متعلق دوسری کتابوں کے پڑھنے پر پابندی تھی اسی لئے عیسائی مبلغین نے حکومت کی مدد سے پہلے یہاں فکری خلل کا حامل لٹریچر زبردستی مسلط کروایا اس کے بعد ان صاحب حیثیت مسلمانوں کو مختلف اقتصادی پریشانیوں میں مبتلا کر دیا گیا جو ان مدارس کو مالی معاونت ارسال کرتے تھے۔ ان مدارس کے دوسرے مالی ذرائع بھی تھے جن میں وقف عمارات بھی شامل تھیں جن کے کرایوں سے بھی ان مدارس کے دوسرے مالی اخراجات پورے ہوتے تھے انگریزوں نے ان وسائل پر بھی پوری قوت سے ضرب لگائی تاکہ ان کے وجود کو خطرے میں ڈالا جاسکے۔ اس بات کا اعتراف

برطانوی ادیب ہنٹر Hunter نے بھی کیا ہے کہ برصغیر میں انگریز مسلمانوں کی دینی تعلیم کے خلاف برسرِ پیکار تھے اس لئے انہوں نے سب سے پہلے اوقاف کے مدارس پر قبضہ کرنے کا منصوبہ ترتیب دیا اس میں کامیابی کے بعد انہوں نے اسلامی مدارس اور ان کے اوقاف پر اعلیٰ دینی اور دنیاوی تعلیم کی پابندی لگا دی۔ انہوں نے ایسی تعلیم کو رواج دینا شروع کیا جو مسلمانوں کے لئے اسلام کی روح سے یکسر ہٹی ہوئی تھی۔ مولانا فضل حق خیر آبادی نے فرمایا کہ انگریزوں نے مسلمان بچوں کے لئے ایسا نظام تعلیم وضع کر رکھا ہے جس سے ان کی فکری نشوونما کو روکا جاسکے۔

مطبوعات کے ذریعے عیسائیت کی تبلیغ

عیسائی مبلغین دوسرے طریقوں کے بعد سب سے زیادہ اور مؤثر طریقے یعنی لٹریچر کو اسلحے کے طور پر استعمال کرتے ہوئے مزید تیاری کے ساتھ میدان میں اتر آئے انہوں نے مکتب اور صحافت کے ذرائع اپنائے اور برصغیر میں عیسائیت کی تبلیغ کا ایک وسیع پروگرام ترتیب دیا جس کی رو سے برصغیر میں بسنے والے لوگوں کو ان کی فکری ساخت کے اعتبار سے کتابیں مہیا کرنا شامل تھا۔ اس طرح علاقے میں بسنے والے ہر قسم کے طبقے کو ان کتابوں کے ذریعے متاثر کیا جاسکتا تھا اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے انگریزوں نے بڑے وسیع پیمانے پر چھاپہ خانے قائم کیے جہاں برصغیر کی مختلف زبانوں کے علاوہ اسلامی زبانوں عربی، فارسی، اردو میں عیسائیت کی تبلیغی موضوعات پر بڑے پیمانے پر طباعت شروع کر دی گئی۔ اس کے بعد ان مطبوعات کی تقسیم کا مرحلہ تھا عیسائی مبلغین نے قریبی حلقوں کے علاوہ اسے دور دراز کے علاقوں میں ڈاک کے ذریعے ارسال کرنا شروع کر دیا۔ یہ ڈاک اس طرح ارسال کی جاتی تھی کہ بھیجنے والے کا نام پتہ موجود نہیں ہوتا تھا۔ ان مطبوعات میں عیسائی مبلغین (پادریوں) کی جانب سے ”خوشخبری“ کے خطوط ہوا کرتے تھے اس کے ساتھ ساتھ ان میں عقیدہ تثلیث کی شرح اور اس عقیدے کو اپنانے کے طریقے درج ہوتے تھے۔

ہنری مارٹن پہلا عیسائی مبلغ ہے جس نے ”کتاب مقدس“ کا اردو اور فارسی ترجمہ کیا۔ اس کے بعد اس ترجمے سے برصغیر کی دوسری زبانوں میں ترجمے کئے گئے۔ انگریز حکومت نے ان ترجموں کو لاکھوں کی تعداد میں چھپوا کر برصغیر کے طول و عرض میں پھیلا دیا۔ عیسائی تنظیمیں اس سلسلے میں انتہائی کاوش سے کام لے رہی تھیں۔ 1804ء میں قائم ہونے والی عیسائی تنظیم ”جمعیت اشاعت تورات“ نے اس بات کا اعتراف کیا کہ برصغیر میں اردو زبان میں تورات انجیل کی تقسیم پر کافی اضطراب پایا جاتا تھا کیونکہ عیسائی مبلغین نے اپنی نگاہیں ان طالب علموں پر مرکوز کر رکھی تھیں جو ان مطبوعات کے مطالعے کے ذریعے عیسائیت میں داخل ہونے کی صلاحیت رکھتے تھے سب سے زیادہ تہملکہ اردو زبان میں چھپنے والی مطبوعات نے مچایا۔ عیسائی مبلغین نے اپنی اپنی جماعتوں کو ہدایت کر رکھی تھی کہ اردو زبان میں شائع شدہ تورات کو زیادہ سے زیادہ متعارف کرایا جائے۔

عیسائی مبلغین نے تبلیغی نصاب کے لئے بے شمار کتابیں بھی تالیف کیں ان میں پادری ٹی۔ جے اسکاٹ کی ”کتاب تصدیق“۔ پادری یونس کی ”برائین الہی“ اس کے علاوہ ڈاکٹر رنڈر نے اسلام اور قرآن کریم پر متعصبانہ حملے کرتے ہوئے کتاب ”میزان الحق“ تصنیف کی اس کے بعد ”مفتاح الاسرار“ ”حل الاشکال“ ”اظہار الدین النصرانی“ اور ”زندگی کا طریقہ“ بھی تالیف کیں۔

مولفات کے سلسلے میں انگریز مبلغین کے بعد ان عیسائی مبلغین کا نمبر آتا ہے جو برصغیر سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے بھی عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف کتابیں تالیف کیں۔ ان میں عماد الدین نامی عیسائی نے تاریخ محمدی ہدایۃ المسلمین (چار اجزاء) المکاشفات، نغمہ طنزوری آثار قیامت، میں کون، تعلیم محمدی تصنیف کیں۔ رام چندر نامی عیسائی نے مسیح (دجال)، تحریف قرآن لکھیں۔ صفدر علی نامی عیسائی نے نیاز نامہ اور رجب علی نے اسلام میں بت پرستی کے نام سے تالیف مکمل کی۔ اس کے علاوہ مدراس ٹریکٹ سوسائٹی کی جانب سے دین محمدی کا

ابطال نامی کتاب شائع کی گئی۔ راجرس نے تقیث الاسلام اور محبوب مسیح نے کتاب تحفۃ الاعم مرتب کی۔

ان تمام مؤلفات کے علاوہ انگریزوں نے جن کتابوں کو تحسین کی نگاہ سے دیکھا ان میں سرسید احمد خان کی تفسیر القرآن اور تبيان الکلام قابل ذکر ہیں۔ اول الذکر میں سرسید احمد خان اسلامی فکر تحریف کا تذکرہ کیا ہے جبکہ ثانی الذکر میں وہ انجیل کو تحریف سے مبرا قرار دیتے ہیں۔ انگریز مورخ شاملیہ لکھتا ہے کہ ان مؤلفات کی اہمیت بہت زیادہ ہے کیونکہ ان کے لکھنے والوں میں مسلمان بھی شامل ہیں۔

سید جمال الدین افغانی فرماتے ہیں کہ ”جس وقت انگریزوں کے پیر برصغیر میں جمناء شروع ہوئے اس وقت سے ان کے پادری اور روحانی رہنماؤں نے ایسی کتابیں و رسائل تالیف کرنے شروع کر دیئے جو اسلام اور نبی اسلام کے خلاف بغض و عناد سے بھرپور ہوتے تھے انہوں نے ایسی کتابیں چھپوا کر ملک کے طول و عرض میں تقسیم کیں۔ اس لئے یہ بڑا مشکل تھا کہ ایسے لوگوں کے ساتھ معاملہ رکھا جائے جو اس قسم کی غلیظ مطبوعات تقسیم کر رہے تھے یا ایسے لوگوں کے ساتھ رہا جائے جو اس گناہ عظیم کے مرتکب ہو رہے تھے جو سراسر مسلمانوں کے عقائد کی توہین پر منتج تھا۔

برصغیر میں عیسائیوں نے بہت سے دوسرے ذرائع کے ساتھ ساتھ ابلاغیات کے ذرائع بھی اپنے قبضے میں لے کر انہیں استعمال میں لانا شروع کر دیا انہوں نے بہت سے روزنامے اور ماہنامے بھی جاری کئے ان اخبارات میں عیسائیت اور اسلام سے متعلق تقابلی مقالے شائع کئے جاتے تھے۔ ان مقالوں میں مقامی عیسائیوں کی راہنمائی کا کافی اہتمام کیا جاتا تھا اس کے علاوہ برصغیر میں عیسائیت سے متعلق رائے عامہ کو ہموار کرنے میں ان اخبار و رسائل نے کلیدی کردار ادا کیا ان ذرائع سے انگریز استعمار نے فکری سطح پر برصغیر میں اپنے پاؤں جمائے۔

برطانوی استعمار نے اظہار رائے کی آزادی کے نام پر ان ذرائع کو مکمل طور پر اسلام پر تنقید کے لئے چھوڑا ہوا تھا لیکن اگر کوئی مسلمان اپنے ذرائع سے استعمار پر تنقید کر بیٹھتا تو اس سے امن وامان کا

خطرہ لاحق ہو جاتا اور اس کی آواز طاقت سے دبانے کی کوشش کی جاتی۔ اگر کوئی اخبار یا رسالہ مستقل بنیادوں پر اپنے آپ کو جاری رکھنا چاہتا تو اس کے لئے ضروری ہوتا تھا کہ اپنی وابستگی انگریز حکومت سے ثابت کرے کیونکہ دور استعمار میں کسی بھی اخبار رسالے میں اسلام کا نام ہونا ہی اس کے بند ہونے کے لئے کافی ہوتا تھا۔

اس کے علاوہ انگریزوں نے بہت سی مقامی سطح پر لائبریریاں بھی کھولی ہوئیں تھیں جس میں انہوں نے اسلام کے خلاف کام کرنے والے عناصر کو بہت سی سہولتیں دے رکھی تھیں۔ ان کی متعصبانہ تحقیق پر انہیں انعامات سے نوازا جاتا تھا۔ ان لائبریریوں کی کتابوں میں اسلام کے ساتھ فکری جنگ اور عیسائیت کی ترویج کے طریقے مندرج ہوتے تھے۔ مصر سے تعلق رکھنے والے نو مسلم محقق ابراہیم خلیل احمد رقم طراز ہیں کہ مغرب کی قائم کردہ لائبریریاں ان کی فکری نقب زنی میں ایک خاموش لیکن متحرک ترین عنصر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ کیونکہ اس طرح عیسائیت سے متعلق لٹریچر ان مقامات تک آسانی سے پہنچ جاتا ہے جہاں کسی دوسرے ذرائع سے ممکن نہ ہو۔

اسلامی لغات کے خلاف محاذ:

کوئی بھی زبان فکر اور ثقافت کے اظہار کا ذریعہ ہوتی ہے۔ اس فکر کے زیر سایہ چلتے ہوئے انگریز نے برصغیر کے مسلمانوں کو ان کی تہذیب اور مذہب سے دور کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ برصغیر میں مسلمانوں کی قومی زبان اردو اور فارسی تھیں یہی زبانیں یہاں کے علماء اور مفکرین کی بھی تھیں انہیں زبانوں میں مسلمان علم حاصل کیا کرتے تھے اور ان ہی میں علوم و فنون مدون ہوتے تھے۔ استعمار کے خلاف تقریریں اور مضامین بھی ان ہی زبانوں میں شائع کئے جاتے تھے جبکہ انقلابی ذہن رکھنے والے لوگوں کا ذریعہ اظہار بھی یہی زبانیں تھیں جبکہ عربی زبان قرآن و حدیث کی زبان ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی مذہبی زبان بھی تھی اس کے علاوہ بت پرست معاشرے میں اسلام کے دفاع اور ترویج کا سب سے بڑا ذریعہ تھی برصغیر میں پیشتر مسلمان عربی زبان میں گفتگو

اور کتابیں تالیف کیا کرتے تھے۔

انگریز استعمار نے برصغیر میں انگریزی زبان کی جگہ بنانے کے لئے ان اسلامی زبانوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا تاکہ مسلمانوں کو ان کی زبانوں خصوصاً عربی سے روکا جاسکے اس ایک طریقے سے مسلمانوں کو فکری طور پر بانجھ اور اسلام سے دور کیا جاسکتا تھا۔ اس لئے انہوں نے کالجوں اور اسکولوں میں زبردستی انگریزی زبان کو مسلط کر دیا یہاں انگریزی زبان کو تورات اور انجیل کے حوالے سے پڑھایا جانے لگا غرضیکہ اسلامی زبانوں کے سامنے ہر طرح سے رکاوٹ کھڑی کر دی گئی اور مسلمانوں کے بچوں کو عیسائی اسکولوں کے حوالے کر دیا گیا۔

انیسویں صدی کے شروع میں انگریز حکومت نے انگریز مورخ ”ماکولی“ کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے برصغیر پاک و ہند کے طول و عرض میں مشنری اسکولوں کا جال بچھا دیا۔ مسلمانوں کی زبانوں پر ضرب لگانے کے بعد استعمار نے برصغیر کی قدیم زبانوں کے احیاء کے مسئلے کو ہوا دینا شروع کر دی یوں مقامی طور پر مسلمانوں اور ہندوؤں میں تفرقہ پڑ گیا اس سلسلے میں مستشرق ڈان جیکرسٹ کی سرکردگی میں 1800ء کو کلکتہ میں فورٹ ولیم کالج کی بنیاد رکھی گئی۔ جس میں بے شمار زبانیں مثلاً انگریزی، لاطینی، سنسکرت کے شعبے کھول دیئے گئے کثیر لغات کی بنا پر مسلمانوں اور ہندو طلبہ کو مشکل پیش آنے لگی کہ کس زبان میں تہذیب و ثقافت کو دیکھیں آخر کار سازش کے ذریعے سنسکرت کو مشترکہ زبان قرار دے دیا گیا۔ اس بنا پر گاندھی نے اعلان کیا کہ ”انگریزوں کے اس فیصلے میں ہندوؤں کے لئے خیر ہے اور انہیں اردو کے نزدیک نہیں جانا چاہئے کیونکہ یہ مسلمانوں کی زبان ہے اور ان کا تمام دین اسی زبان میں زیادہ ہے جبکہ سنسکرت زبان ہند کی ام اللغات میں سے ہے۔“

اسلامی اوقاف کا اغتصاب:

انگریز استعمار نے برصغیر میں اسلامی تعلیمی روح کو مزید مجروح کرنے کے لئے مساجد اور اسلامی مدارس کے اوقاف سلب کرنے شروع کر دیئے ان اوقاف کی مدد سے ان مدارس کا خرچ چلا کرتا تھا اور غریب مسلمان بچے اسلامی تعلیمات حاصل کرتے تھے۔ انہوں نے بہت سی

مساجد کو گر جا گھروں میں بدل دیا۔ ان مساجد میں دہلی کی ایک جامع مسجد بھی شامل تھی۔ یہ تمام کارروائی 1857ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد شروع ہوئی بہت سی مساجد میں نماز موقوف کرادی گئی جبکہ دہلی میں بہت سی مساجد جو کلیساء میں تبدیل کی جا چکی تھیں ان میں انگریزوں کی جانب سے پادری بھی مقرر کر دیئے گئے۔

ہسٹر پہلا انگریز ہے جس نے 1772ء میں سب سے پہلے اسلامی اوقاف پر قبضے کی بنا ڈالی لیکن اسے اس میں پوری طرح کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ اس کے بعد 1793ء میں لورڈ کورٹا فلیس نے اس قسم کی جرات کی لیکن اسے بھی حسب سابق ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ 1815ء میں انگریز محکمہ قضاء نے ان اوقاف کو سلب کرنے کے لئے مختلف طریقے اپنانے شروع کر دیئے جس میں مقامی لوگوں پر ٹیکس کی بہتات کر دی گئی تاکہ ٹیکس کی عدم ادائیگی کی صورت میں مسلمانوں کے اوقاف پر قبضہ جما لیا جائے صرف بنگال میں ٹیکس کا چوتھا حصہ بھی استعماری حکومت کو نہیں پہنچ سکتا تھا کیونکہ زمین کے بڑے بڑے قطعے مساجد اور مدارس کے نام پر وقف تھے اور ان پر اسلامی حکومت کے دوران ٹیکس نہیں لگاتے تھے۔ خود انگریز نے اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ ”مسلمانوں پر ان اسلامی اوقاف میں جانے پر پابندی لگادی گئی تھی۔ ان اوقاف میں مساجد سے ملحقہ بڑے بڑے باغات اور حوض ہوا کرتے تھے جو بعد میں خراب کر دیئے گئے۔ ان میں سے بہت سے ایسے تھے جو گر جا گھروں میں تبدیل کر دیئے گئے یا انہیں انگریز فوجیوں کے تصرف میں دے دیا گیا۔ ان مقامات پر مسلمانوں کو ہر قسم کی مذہبی عبادات سے منع کر دیا گیا تھا اسی کے ساتھ ساتھ جمعہ کی بجائے اتوار کی چھٹی کا اعلان کر دیا گیا تاکہ مسلمان اجتماعی مذہبی عبادات سے بھی دور رہ سکیں (از۔ ہنٹر)۔

ہسٹر کہتا ہے کہ ”مسلمان ہم پر الزام لگاتے ہیں کہ ہم نے ان کے اور دینی واجبات کے درمیان دیوار کھڑی کر دی شاید ان کے نزدیک ہمارا یہ جرم ناقابل معافی ہو..... ہم نے مسلمانوں کے تمام اوقاف قبضے میں لے لئے جو خیر مسلمانوں نے مساجد اور اسلامی تعلیمی اداروں

کے نام وقف کر رکھے تھے پھر ہم نے انہیں ان مقاصد کے لئے استعمال کیا جس کے لئے یہ بنائے نہیں گئے تھے“۔ اس طرح میکلم لوئیس بھی اعتراف کرتا ہے کہ ”ہم نے اہل ہند کو ذلیل کر کے رکھ دیا اور ان کے موروثی قوانین کا حلیہ بگاڑ دیا یہاں تک کہ ان کے بنیادی عقائد اور طریقہ نکاح بھی تبدیل کر دیئے ہم نے صرف ان کے قوانین ہی کو نہیں بدلا بلکہ ان کا کھلے عام مذاق بھی اڑا یا ہم نے ان کی مساجد کے اوقاف سلب کر لئے اور انہیں دفاتر میں تبدیل کر دیا۔

علماء اور اساتذہ کا استحصال:

برصغیر میں مسلمان علماء نے انگریز استعمار کی جانب سے عیسائیت کی ترویج کے خطرے کو پوری طرح بھانپ لیا تھا۔ اس کے سد باب کے لئے علماء اسلام نے اپنے اموال اور علوم انگریزوں کے خلاف جہاد میں صرف کر دیئے یہاں تک کہ انہوں نے مسلمانوں پر انگریزوں کے ساتھ تعاون کے خلاف فتوے جاری کر دیئے۔ اس مقصد کے لئے علماء حق اسلامی مدارس اور مساجد کے پلیٹ فارم کو استعمال کر رہے تھے اور ان کے گرد بے شمار مسلمان اس مقصد کے لئے جمع ہو گئے تھے وہ اپنا سب کچھ انگریز استعمار کے خلاف استعمال کرنے کے لئے تیار تھے۔ اس لئے انگریز کو مسلمانوں کے اکثریتی علاقوں میں شدید قسم کی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ مسلمان عقیدہ جہاد کو بنیاد بنا کر ان کے خلاف صف آراء ہونے کی تیاری کر رہے تھے۔ اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے ہنٹر لکھتا ہے ”کہ شمالی ہند اور مغرب میں انگریزوں کو سب سے زیادہ مزاحمت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا کیونکہ مسلمان علماؤں نے جہاد کا فتویٰ دے دیا تھا اسی فتوے کو بعد میں بنگال کے مسلمانوں نے اپنا شعار بنا لیا۔ انگریز اس حقیقت سے پوری طرح وقف ہو چکے تھے کہ اسلامی مدارس اور مساجد کے اوقاف پر قبضہ کر لینے سے ہی صرف مسئلہ حل نہیں ہو سکتا جب تک کہ برصغیر میں قرآنی تعلیمات اور علماء اسلام کا راستہ روک نہیں دیا جاتا کیونکہ انہیں کے افکار مسلمان انقلابیوں کے لئے مشعل راہ بنے ہوئے تھے۔ اس صورتحال سے نمٹنے کے لئے انگریز استعمار نے علماء اسلام پر عرصہ حیات تنگ کرنا شروع کر دیا۔ بے شمار علماء کو بغیر کسی

عدالتی کارروائی کے طویل قید اور پھانسیوں کی سزائیں سنا دی گئیں۔ کسی عالم پر اگر معمولی سا شک بھی ہو جاتا تو اسے پکڑ کر فوجی عدالت کے افسر کے سپرد کر دیا جاتا پھر اس کے سامنے جہاد سے متعلق قرآنی آیات اور احادیث شریف پیش کی جاتیں اور اس سے سوال کیا جاتا کہ ان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے اگر جواب ان آیات اور احادیث کے متعلق صحت کے مطابق ہوتا تو اسے کہا جاتا کہ ”اس کا مطلب ہے تم ہمارے خلاف جہاد کو جائز سمجھتے ہو“ اور اگر کوئی یہ کہہ دیتا کہ ”جناب میں تو عزت نشین ہوں اور ماسوائے اس کے جو قرآن وحدیث میں آیا کچھ نہیں جانتا“ تو اسے چار روز کے لئے جیل میں بند کر دیا جاتا اور تشدد سے اس کی رائے بدلنے کی کوشش کی جاتی۔ مطلوبہ نتائج حاصل ہونے پر اس کے بیان کو جرائد میں چھپوایا جاتا۔ بصورت دیگر ایسے علماء کو پھانسی پر لٹکا دیا جاتا یا طویل قید کے لئے ملک بدر کر دیا جاتا جزائر انڈمان وسیلون ایسے علماء حق سے ملو ہو چکے تھے۔ سی بون C. Boan نے اپنی کتاب Muhammadian in India اور ایک اور انگریز مصنف بلنٹ Balent نے لکھا ہے کہ ”حکومت ہر اس عالم کے تعاقب میں تھی جو ”حق“ کی آواز بلند کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا اسے قابو کرنے کے بعد مقصد سے ہٹانے کی پوری کوشش کی جاتی۔ ناکامی کی صورت میں اسے جزائر انڈمان جلاوطن کر دیا جاتا۔

ایک مرتبہ انگریز حکام کی جانب سے علماء کے ایک گروہ پر فرد جرم عائد کی گئی اور احتمال تھا کہ انہیں سزائے موت دی جائے گی اس لئے علماء نے خوشی کا اظہار کیا جس پر قاضی نے حکم سنایا کہ ”تم جو انقلاب کے حامی ہو اور اللہ کے راستے میں شہید ہونا چاہتے ہو ہم تمہاری اس خواہش کو کبھی مکمل نہ ہونے دیں گے بلکہ تمہیں جزائر سیلون کی طرف ملک بدر کیا جاتا ہے۔ اس ابتلا کے دور میں مسلمانوں کے درمیان ایسی تحریکوں نے بھی سر اٹھایا جنہوں نے فکری سطح پر ان کے اذہانوں میں پلچل مچا دی۔ عیسائیوں نے اپنی تبلیغی کتابوں اور کانفرنسوں میں اس بات کا برملا اظہار کیا کہ مسلمانوں کے اندر سے ہی مغرب پرستی اور ”آزادی نسواں“ کے راستے فکری ضرب لگانی پڑے گی۔

مسلمانوں خصوصاً پاکستان کے مسلمانوں کو یہ بات ذہن نشین رکھنا ہوگی کہ برصغیر میں مغربی استعمار نے تعلیمی اور فکری سطح پر جس جنگ کا آغاز کیا تھا وہ ختم نہیں ہوئی بلکہ مزید زور و شور سے اس وقت وطن عزیز میں جاری ہے جہاں بھانت بھانت کے نظام تعلیم نے مسلمانوں کی ذہنی سطح کو ریت کی دیوار بنا دیا ہے۔ مسلمان اگر کوئی بڑا انقلاب اپنے اندر رونما ہونا دیکھنا چاہتے ہیں تو انہیں سب سے پہلے تعلیمی اور فکری میدان میں دین اسلام کے مطابق راستہ ہموار کرنا ہوگا۔

بقیہ درس حدیث

راوی نے بیان کیا: ”اس نے [اپنے سوال کا] اعادہ کیا“ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ نماز قائم کرو زکوٰۃ ادا کرو اور صلہ رحمی کرو [اب میری] اونٹنی کو چھوڑ دو۔“

اس حدیث سے واضح ہے کہ آپ ﷺ نے اعرابی کے سوال پر اپنی پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ”بلاشبہ اس کو توفیق دی گئی۔“ یا ”یقیناً وہ ہدایت دیا گیا۔“

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

- حدیث شریف میں موجود دیگر فوائد میں سے تین درج ذیل ہیں۔
- ① آنحضرت ﷺ کا دوران سفر سواری پر تشریف فرما ہوتے ہوئے سلسلہ تعلیم کو جاری رکھنا۔
 - ② آنحضرت ﷺ کا علم برداری اور تواضع کہ بدو کے سواری کی لگام تھام کر روکنے پر آپ ﷺ نے ڈانٹ ڈپٹ نہیں کی بلکہ سوال کا جواب دینے کی خاطر رکے۔ حضرت صحابہ رضی اللہ عنہم کو متوجہ فرمایا عمدہ سوال پر اعرابی کی تعریف کی اور اس کے سوال کا جواب دیا۔“
 - ③ آنحضرت ﷺ نے سوال کا جواب دینے سے پیشتر حاضرین کی توجہ اپنی طرف مبذول کروائی تاکہ وہ بھی آپ کے جواب سے فیض یاب ہوں۔

کے تعلیمی نظام کی بابت چونکا دینے والے حقائق

قومی یکجہتی کے عناصر ترکیبی میں سب سے اہم نظریہ پاکستان اور قومی زبان اردو ہے۔ نظریہ پاکستان کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہوگی۔ قیام پاکستان کے وقت اس نظریے کو ریاست کا بنیادی اور سب سے بڑا ستون مانا گیا تھا۔ مگر ریاست کے وڈیروں، جاگیرداروں اور سرمایہ داروں نے اس نظریے کو پھلنے پھولنے کا موقع نہیں دیا۔ بلکہ سامراج کے وظیفہ خوار اس گروہ نے اس آفاقی نظریے کے آگے ہر ممکن طریقے سے رکاوٹیں کھڑی کرنے کی کوششیں کیں۔ پاکستان کی نظریاتی اساس کو کھوٹا کرنے کے لئے کبھی سیکولرزم کی بیساکھیوں کا سہارا لیا گیا تو کبھی سرمایہ دارانہ نظام کی گود میں پناہ لینے کی کوشش کی گئی۔ کبھی ذات پات اور لسانیت کا بیج بو کر اس نظریے کی پشت میں خنجر گھونپا گیا۔ یہ سب کچھ انگریز کے اس وفادار ٹولے نے کیا جس کی سازشوں اور چیرہ دستیوں نے پورے معاشرے کو بے انصافی، محرومی اور طبقاتی تفریق کے ایسے جنگل میں پھنسا دیا ہے جس سے نکلنے کے لئے ایک عظیم تبدیلی کی ضرورت نے بڑی شدت کے ساتھ جنم لیا ہے۔ قوم اب جہادی روح کے ساتھ جدوجہد کرنے کو ایک اہم فرض کا درجہ دے

تحریروں تحقیق: اشتیاق احمد سینئر ماہر مضمون طبعیات، جہانیاں

چکی ہے۔ قیادت کے فقدان کے سبب عوامی جذبات کی اس شدت کو درست سمت نہیں دی جاسکی مگر جدوجہد کا یہی جذبہ جنوں صحیح قیادت بھی تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

ملک کی حکمران اشرافیہ، سامراجی، وظیفہ خوری اور اس کے نتیجے میں ملک کا ہمہ جہتی نظام تباہ کرنے کے لئے ملک و قوم سے بغاوت کی آخری حدوں کو چھو رہی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ہر سامراجی طاقت نے

اپنے غلبے کو مستحکم کرنے اور قوم کو بحیثیت مجموعی غلام بنانے اور اس کو اس کی تہذیبی اور ثقافتی اقدار سے بیگانہ کرنے کے لئے نظام تعلیم کو بدلنا ضروری سمجھا۔ پاکستان کا آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا صوبہ پنجاب غلامی کی ایسی زنجیروں میں جکڑا ہوا نظر آتا ہے جو ہماری حکمران اشرافیہ کے بزدلانہ رویوں اور محکوم و غلام سوچ کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ گروہ ہمہ پہلو قومی مفاد کو بیچ کر خود ملک سے بھاگ جانے کی تیاریاں کر رہا ہو۔ دراندازی اور مداخلت کی انتہا دیکھیے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب برطانیہ کے ایک شخص مانگل بار کو مشیر خاص مقرر کئے ہوئے ہیں جو میعار تعلیم بڑھانے کے نام پر ہماری صوبائی قیادت کو ٹھٹھی میں لینے، ان کی نگرانی کرنے، تعلیمی نظام اور نصاب کو بدلنے کے تمام تر اختیارات کا مالک بنا بیٹھا ہے۔

لاہور میں ایک ادارہ موجود ہے جو DSD (Directorate of Staff Development) کہلاتا ہے۔ اب تک اس ادارے کا کام صرف اساتذہ کو فنی اور تدریسی تربیت دینا تھا مگر اب یہ ادارہ بین الاقوامی سازشوں کا مرکز و محور بنا ہوا ہے۔ اب یہ ادارہ مکمل طور پر برطانوی ٹاسک فورس کے حوالے کر دیا گیا ہے جس کے سربراہ مائیکل بار براورر ریمینڈ نامی دو اشخاص ہیں۔ برطانوی شہریت کے حامل یہ دونوں افراد اب اس ادارے میں بیٹھ کر پنجاب کی تمام تر تعلیمی سرگرمیوں کو کنٹرول کر رہے ہیں حتیٰ کہ تعلیمی افسران کے تقرر و تبادلوں کے تمام تر اختیارات انہی کے پاس ہیں۔ ۲۲ جولائی ۲۰۱۱ کو میاں شہباز شریف صاحب نے خود DSD جا کر برطانوی ٹاسک فورس کے سربراہان مائیکل بار براورر ریمینڈ سے ایک تحریری معاہدہ کیا جس کے مطابق یہ ٹاسک فورس اساتذہ کے تقرر و تبادلوں کے نظام کو بہتر بنائے گی اور

سکولوں میں مخلوط نظام تعلیم کو رائج کرے گی۔ ان ارادوں اور اس معاہدے کی تصویر تو اس پمفلٹ پر موجود ہے جو DSD اپنی سالانہ کارکردگی کے نام پر شائع کرتا ہے۔ سال ۲۰۱۱ کی کارکردگی پر مشتمل یہ پمفلٹ ڈائریکٹوریٹ آف سٹاف ڈویلپمنٹ پنجاب کی ویب سائٹ پر موجود ہے۔ اس رنگین پمفلٹ کے سرورق پر ان اداروں کے نام بھی درج ہیں جو حکومت پنجاب کو انگریزی میڈیم اور مخلوط تعلیم کے نفاذ کے عوض امداد دے رہے ہیں ان میں UNICEF, UNESCO, CIDA, JICA, USAID شامل ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے یہ معاہدہ کس حیثیت میں اور کیوں کیا؟ جو لوگ ان کو منتخب کر کے اپنا رہنما بناتے ہیں وہ جانتا چاہتے ہیں کہ اس معاہدے کے مندرجات کیا ہیں؟ وہ کون سی مجبوریاں ہیں جن کی بنا پر اس طرح کے ملک و قوم کی سالمیت کو داؤ پر لگانے والے معاہدے کئے جاتے ہیں؟ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس ملک کا نظام تعلیم اس دھرتی اور تہذیب سے وابستہ ماہرین تعلیم درست کر سکتے ہیں یا سامراجی طاقتوں کے نمائندے جن کے ہم دو سو سال تک غلام بھی رہ چکے ہیں؟ درحقیقت DSD پنجاب میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا ایک بہت بڑا ڈائن چکا ہے جو ہمارے نظام تعلیم پر قابض ہو چکا ہے اور نجانے اس آڑ میں ملک میں مزید کیا کیا گل کھلا رہا ہے۔ اس ٹاسک فورس کے سربراہ مائیکل باربرا کی دیدہ دلیری دیکھیے کہ جب پنجاب کے ضلعی تعلیمی افسران نے حکومت پنجاب سے کہا کہ انگریزی میڈیم کا نفاذ ممکن نہیں تو مائیکل باربرا نے سب کو بھلا کر الٹا لٹکا دینے کی دھمکی دی۔ اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ پنجاب حکومت اپنے ہاتھ کٹوا کر سامراجیوں کے ہاتھ میں دے چکی ہے۔

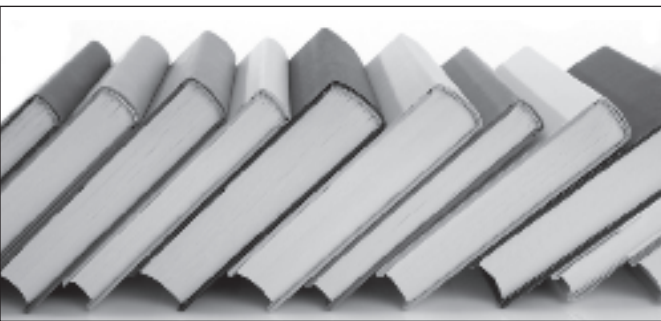
موجودہ DTE (district teacher educator) کو تربیت بھی نام نہاد برٹش کونسل کی لڑکیاں فراہم کر رہی ہیں جہاں انگریزی کے علاوہ کوئی دوسری زبان بولنے کی اجازت نہیں۔ یہ کورسز بھی DSD میں سامراجی امداد کے ساتھ ہو رہے ہیں۔ ٹریننگ کے بہانے DTE کو انگلش میڈیم اور مخلوط نظام تعلیم کو رائج کرنے کے لیے غیر

محسوس طریقے سے استعمال کیا جا رہا ہے۔ حکومت پنجاب نے نئے ماڈل سکولوں کے قیام کی بھی منظوری دی ہے جہاں خصوصی طور پر مخلوط تعلیم کا اہتمام کیا جائے گا یہ سکول بھی پنجاب میں سامراجیوں کے پونجے مضبوطی سے گاڑنے میں مدد دیں گے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پنجاب کے حکمران کس سرعت سے صوبے کے دس کروڑ عوام کو ملک دشمنوں کے ہاتھوں بچ رہے ہیں۔

☆..... DTE کو تربیت بھی نام نہاد برٹش کونسل کی لڑکیاں فراہم کر رہی ہیں جہاں انگریزی کے علاوہ کوئی دوسری زبان بولنے کی اجازت نہیں۔

دوسری طرف وزیر اعلیٰ پنجاب کی دھواں دھار تقریریں سنیں تو وہ غیر ملکی امداد پر لعنت بھیجتے اور خود انحصاری کا سبق پڑھاتے نہیں تھکتے مگر حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ پنجاب ہی وہ صوبہ ہے جس میں تعلیمی پالیسیاں اس حد تک تبدیل ہو رہی ہیں کہ تعلیم اور تہذیب کا جنازہ اٹھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جارہی۔ یہ تو وہی دور آ رہا ہے کہ جس میں بادشاہ بہادر شاہ ظفر دلی تک محدود ہو کر رہ گئے تھے۔ باقی ملک پر انگریز مکمل عمل داری قائم کر چکے تھے۔

تمام محبت وطن افراد، اساتذہ، طلباء، سیاسی و مذہبی جماعتوں کے



قائدین، شعراء وادبا الغرض قوم کے بچے بچے کو اب ایک اور آزادی کی جنگ لڑنے کو تیار ہو جانا چاہیے اور ان سیاسی شعبہ بازوں کے چہروں کو پہچانا چاہیے جو حب الوطنی کا لبادہ اوڑھ کر چند ذالوں کے عوض ملک و قوم کا سودا کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

زبان کسی قوم کی شناخت اور ذریعہ اظہار ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی قومی و تہذیبی امکنوں کا مظہر ہوتی ہے۔ اُردو ہماری قومی زبان ہے۔ تحریک پاکستان کے دنوں میں آل انڈیا مسلم لیگ کی قراردادوں میں ایک ایسے خطے کا مطالبہ تھا جہاں مسلمان اسلامی اصولوں کے مطابق طرف سے اردو کی مخالفت ہوئی تو قائد اعظم نے خرابی صحت کے باوجود مارچ 1948ء میں ڈھا کہ جا کر اعلان کیا کہ ”پاکستان کی قومی زبان اُردو اور صرف اُردو ہوگی“ لیکن ستمبر 1948ء میں بابائے قوم کی وفات کے بعد ان کے



ہائے افسوس! زبان ہوتے ہوئے بے زبان ہوئے پاکستان میں اُردو دشمنی اور انگلش میڈیم کا جبری نفاذ

زندگی بسر کر سکیں اور اس کے ساتھ ساتھ نفاذ اُردو کا وعدہ کیا گیا تھا۔ چنانچہ اسلام کے بعد اُردو ہی قیام پاکستان کا بنیادی محرک تھی۔ اُردو برصغیر کے مسلمانوں کی مشترکہ زبان تھی اور ان کے اندرونی تہذیبی اور ملی احساس کی بیداری میں اُردو کا کردار تاریخی و بنیادی ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں ہندی اُردو قضیہ 1867ء سے شروع ہوا جب ہندوؤں نے فارسی عربی رسم الخط کی اردو کے بجائے دیوناگری رسم الخط کی ہندی کو نافذ کرنے کا مطالبہ کیا۔ اس طرح دو قومی نظریے نے جنم لیا جس کی بنیاد پر 23 مارچ 1940ء کو مسلمانانِ برصغیر کے نمائندوں نے ایک قرارداد کے ذریعے سے قیام پاکستان کا مطالبہ کیا۔ ایک زوردار تحریک چلی اور 14 اگست 1947ء کو پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔

اُردو اور انگلش میڈیم افسر شاہی

قائد اعظم کی وفات کے بعد سے پاکستان میں قومی زبان اردو کے نفاذ کا مسئلہ مسلسل نظر انداز کیا جاتا رہا ہے حالانکہ اُردو کے ساتھ وطن عزیز کی بقاء و سالمیت وابستہ ہے۔ اگر شروع ہی میں یہاں اُردو کو دفتری و تعلیمی زبان کے طور پر نافذ کر دیا جاتا تو 1971ء میں پاکستان دو ٹوٹ نہ ہوتا۔ تب دیوناگری رسم الخط کی

محسن فارانی

بنگالی نے بنگلہ دیش کے قیام میں اہم کردار ادا کیا۔ اس کے بعد بقیہ پاکستان میں اُردو کو ذریعہ تعلیم اور سرکاری زبان بنانا گزری تھا۔ چنانچہ 1973ء کے آئین میں یہ درج کیا گیا کہ پندرہ سال کے اندر اندر اُردو کو دفتری زبان بنادیا جائے گا۔ ظاہر ہے کوئی زبان دفتری یا سرکاری زبان بھی بن سکتی ہے جب وہ ملک میں ہر سطح پر ذریعہ تعلیم بھی ہو۔ لیکن عیار انگلش میڈیم سول و فوجی افسر شاہی نے اس آئینی تقاضے کو آج تک پورا نہیں ہونے دیا۔ نہ

تحریک پاکستان کے دنوں میں مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے سب تقاریر اردو میں ہوتی تھیں۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے بھی 1945ء کے بعد عوامی جلسوں میں اُردو میں تقریریں شروع کر دی تھیں۔ اگرچہ ان کی مادری زبان گجراتی تھی اور انہوں نے انگلش میڈیم میں تعلیم پائی تھی اس کے باوجود وہ شعوری طور پر سمجھتے تھے کہ نئے ملک پاکستان کی لسانی اکائیوں کو متحرک رکھنے کے لیے اردو کو قومی و سرکاری زبان بنانا اشد ضروری ہے۔ چنانچہ قیام پاکستان کے بعد مشرقی پاکستان کے بعض حلقوں کی

اردو کو ذریعہ تعلیم بننے دیا گیا اور نہ اس کے سرکاری زبان بننے کی نوبت آئی ہے اور اب تو آئین کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے پنجاب کے اردو میڈیم سکولوں میں جبراً انگلش میڈیم نافذ کر دیا گیا ہے جو ملکی یکجہتی اور سلامتی کے لیے زہر قاتل ہے۔ یہ فرنگیوں کا ایجنڈا ہے جس کا مقصد ہماری نئی نسلوں کو اسلامی و تہذیبی روایات سے کاٹ کر لارڈ میکالے کے اس منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانا ہے جسے اس نے 1837ء میں برطانوی پارلیمنٹ میں پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ ”اس پر عمل درآمد سے ہندوستان میں ایسے لوگوں کا طبقہ پیدا ہوگا جن کا رنگ اور خون تو ہندوستانی ہوگا مگر وہ ذوق، افکار، اخلاق اور عقل و دانش میں انگریز ہوں گے۔“ (پاکستان میں اردو کا مسئلہ، ڈاکٹر سید عبداللہ ص 6)

افسر شاہی کے مفادات اور عیاری

بلاشبہ ہماری آج کی سول و فوجی افسر شاہی اور انگلش میڈیم جاگیردار و سرمایہ دار برطانوی راج کے وزیر ہند لارڈ میکالے کی معنوی اولاد ہیں جن کا اوڑھنا بچھونا انگریزی ہے اور وہ ذوق، افکار، اخلاق اور

☆..... قائد اعظم محمد علی جناح نے بھی 1945ء کے بعد عوامی جلسوں میں اُردو میں تقریریں شروع کر دی تھیں۔ اگرچہ ان کی مادری زبان گجراتی تھی اور انہوں نے انگلش میڈیم میں تعلیم پائی تھی اس کے باوجود وہ شعوری طور پر سمجھتے تھے کہ نئے ملک پاکستان کی لسانی اکائیوں کو متحرک رکھنے کے لیے اردو کو قومی و سرکاری زبان بنانا اشد ضروری ہے۔

☆..... اب صورت یہ ہے کہ قوم ہزار مطالبہ کرے کہ اردو کو سرکاری اور دفتری اور اعلیٰ تعلیم میں ذریعہ تدریس بنایا جائے یہ بیوروکریسی اسے ناممکن بتائے گی اس لیے کہ اس کے اپنے مفادات ہیں۔

☆..... اصل مسئلہ فیصلہ سازی کا ہے کہ آپ اپنی نسلوں کو قومی زبان میں تعلیم دے کر ان کے ذہنوں کو جلا بخشنا چاہتے ہیں یا ان پر غیر ملکی زبان کا بھاری خول کسنا چاہتے ہیں۔

☆..... چین میں قیام پاکستان کے دو سال بعد 1949ء میں انقلاب آیا۔ اس وقت چینی قوم دنیا کی سب سے جاہل اور پسماندہ قوم تھی لیکن چینی زبان کو ذریعہ تعلیم بنانے کے باعث آج وہ صف اول کی ترقی یافتہ قوم ہے

☆..... پنجاب کے مختلف اضلاع میں انگلش میڈیم دانش سکولوں کا قیام بھی اسی یہود و نصاریٰ کی سازش کی تکمیل کے لیے عمل میں لایا جا رہا ہے تاکہ پاکستان کی نئی نسلوں کو مکمل طور پر انگریزی زبان و تہذیب کے رنگ میں رنگ دیا جائے۔

پرنظر ثانی کا مطالبہ کر دیا گیا تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ اور بیورو کریسی کو یہ جو طویل عرصہ ملا اس دوران میں فیڈرل پبلک سروس کمیشن کو ہاتھ تک نہ لگایا گیا اور مقابلے کے سارے امتحانات اب بھی انگریزی میں ہوتے ہیں۔ اس طویل عرصے کے دوران میں پاکستانی قوم دو قوموں میں بٹ گئی۔ ایک اینگلو میڈن قوم اور ایک سیدی سادی قوم۔

”اول الذکر کے لیے محلے محلے میں انگریزی میڈیم کے سکول کھل گئے..... انہی میں سے بعض سکولوں میں پڑھے ہوئے لوگ مقابلے کے امتحانوں میں شریک ہو کر کامیاب ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کی انگریزی کی بنیاد مضبوط ہوتی ہے۔ اب صورت یہ ہے کہ قوم ہزار مطالبہ کرے کہ اردو کو سرکاری اور دفتری اور اعلیٰ تعلیم میں ذریعہ تدریس بنایا جائے یہ بیورو کریسی اسے ناممکن بتائے گی اس لیے کہ اس کے اپنے مفادات ہیں۔ اگر سرکاری اور دفتری زبان اردو ہو جائے تو آج کے بیشتر افسر کس طرح کام کر سکیں گے؟ ان کی انگریزی زدہ اولاد کا مستقبل کیا ہوگا؟ اور اگر فیڈرل پبلک سروس کمیشن میں امتحان اور اعلیٰ تعلیم میں تدریس کا ذریعہ اردو ہو جائے تو اس انگریزی زدہ اولاد کو امتحانات میں کیسے امتیاز حاصل ہوگا کہ یہ اردو سے قریب قریب نابالہ ہے۔ پس اگر اردو کی پیشرفت میں کوئی چیز حائل ہے تو وہ بیورو کریسی ہے جو ایک مخصوص مفاد کی مالک ہے۔“

(”قومی زبان اخبارات کے آئینے میں“ مقتدرہ قومی زبان کی کتاب ص 173، 174)

ایک بیورو کریٹ کی بودی منطق کا جواب

دنیا بھر کے ماہرین تعلیم کا فیصلہ ہے کہ بچے کو ابتدائی تعلیم صرف اس کی اپنی زبان میں دی جائے لیکن پنجاب حکومت نے تمام قومی ملٹی اور تہذیبی تقاضے بالائے طاق رکھتے ہوئے پنجاب کے تمام سکولوں پر انگلش میڈیم مسلط کر دیا ہے۔ راجہ انور پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے چیئرمین ہیں۔ حال ہی میں ایک معاصر اخبار (ایکسپریس 23 مئی

2012ء) میں راجہ انور صاحب کا اس موضوع پر ایک غیر حقیقت پسندانہ کالم شائع ہوا۔ انہوں نے اپنی ملازمت کے تقاضے سے پنجاب میں انگلش میڈیم کے جبری نفاذ کو درست قرار دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ وہ ”غریب کے بچے کو انگریزی پڑھانے“ کی بات کرتے ہیں۔ یہ محض خلط بحث ہے۔

غریب کے بچے تو 1838ء سے اردو میڈیم کے ساتھ انگریزی پڑھتے آ رہے ہیں۔ اردو میڈیم سے آغاز کرنے والوں میں مولانا ظفر علی خان، علامہ اقبال، محمد علی جوہر، ڈاکٹر عبدالقدیر خان، ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی، ڈاکٹر آئی ایچ عثمانی اور ڈاکٹر رضی الدین صدیقی جیسے نامور ان قوم شامل ہیں۔ علامہ اقبال اگر اردو میڈیم سے آغاز نہ کرتے تو وہ اور جو کچھ بھی بنتے، علامہ اقبال ہرگز نہ بن پاتے۔ انگریزی بطور مضمون پڑھانے کا کوئی منکر نہیں۔ خود راقم نے ٹاٹ پر پڑھ کر چھٹی سے انگریزی پڑھنے کا آغاز کیا اور بغیر ٹیوشن کے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ اگر پہلی کلاس سے مجھے جبری انگلش میڈیم کے تجربے سے گزرنا پڑتا تو میں آج بھی گاؤں میں شاید چارہ کاٹ رہا ہوتا۔

راجہ جی کو شاید علم نہیں کہ میٹرک، ایف اے، بی اے کے امتحانات میں 70 فیصد طلبہ انگریزی میں فیل ہوتے ہیں اور ان میں اکثریت غریبوں کی ہوتی ہے کیونکہ وہ خوشحال شہریوں کے بچوں کی طرح ٹیوشن نہیں پڑھ سکتے۔ کیا یہ غریبوں کی ذہانت کا قتل عام نہیں؟ رہے شہری انگلش میڈیم کے طلبہ تو جب تک انہیں ہزاروں روپے ماہوار کی روزانہ ٹیوشن نہ پڑھوائی جائے وہ ایک امتحان بھی پاس نہیں کر سکتے۔ غریب کا بچہ اردو میڈیم میں رہ کر بھی کما حقہ انگریزی پڑھ لیتا ہے بشرطیکہ اسے معیاری اور سستی تعلیم فراہم کی جائے۔ غریب دیہاتی والدین انگلش میڈیم میں اپنے بچوں کو بھیگی ٹیوشن نہیں پڑھوا سکتے۔ دیہات میں تو ٹیوٹر بھی میسر نہیں۔ دراصل بات انگریزی پڑھانے کی نہیں، جبری انگلش میڈیم کی ہے جس کے باعث دیہات میں طلبہ اور اساتذہ سب پریشان ہیں۔

فتح پور (لیہ) استاد راشد صاحب نے بتایا کہ ریاضی میں 100

فیصد نمبر لینے والا ایک بچہ رو رہا تھا کہ انگلش میڈیم کے باعث وہ محض 70 فیصد نمبر لے سکا۔ راجہ صاحب کہتے ہیں کہ ”عام آدمی کا بچہ پہلی جماعت سے انگریزی پڑھ گیا تو کل وہ سائنس، حساب اور آئی ٹی کے مضامین میں پوسٹ گریجو ایشن اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں آسانی سے حاصل کر سکے گا۔“

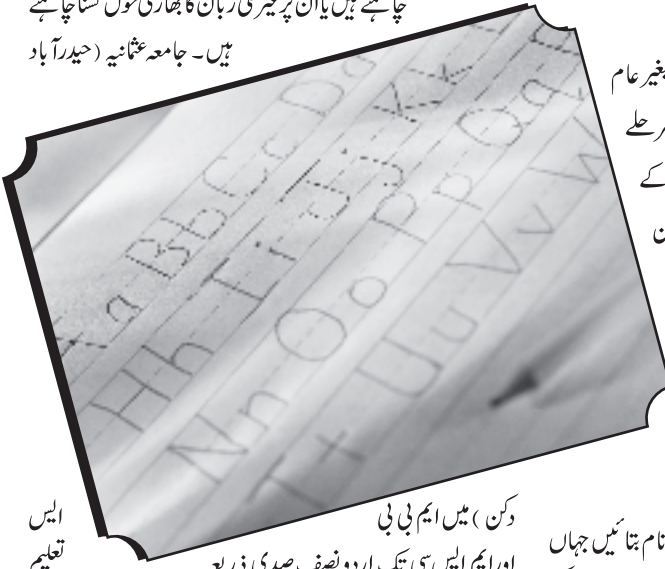
بھلا دو ڈھائی گھنٹے کی روزانہ مہنگی ٹیوشن کے بغیر عام آدمی کا بچہ کیونکر پوسٹ گریجو ایشن اور پی ایچ ڈی کے مرحلے تک پہنچ پائے گا؟ اس کے لیے راجہ جی کو لاکھوں بچوں کے لیے معیاری ٹیوشن کا بندوبست بھی کرنا ہوگا جو کسی طور ممکن نہیں۔

راجہ صاحب کہتے ہیں کہ ”صرف تین مضامین یعنی حساب، سائنس اور آئی ٹی کو اس لیے انگریزی میں لاگو کرنا پڑا کہ ان کی ساری اصطلاحات اور فارمولے انگریزی میں ہیں۔“

پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کسی ترقی یافتہ ملک کا نام بتائیں جہاں پرائمری کے بچے آدھے مضامین اپنی قومی زبان میں اور آدھے غیر ملکی زبان میں پڑھ رہے ہوں۔ یہ تو اگلی نسلوں کو جاہل رکھنے کا بندوبست ہے۔ بچے اپنی زبان میں علم پر جو عبور حاصل کر سکتے ہیں، غیر ملکی زبان میں ممکن ہی نہیں۔

ربی اصطلاحات کی بات تو جب عباسی دور میں مسلمانوں نے یونانی سائنس کو عربی میں ڈھالا تو اس وقت راجہ صاحب جیسا کوئی مشیر ہوتا تو وہ فوراً کہتا کہ سائنس کی اصطلاحات کو عربی میں ڈھالنے کے بجائے یونانی زبان ہی کو ذریعہ تعلیم بنالیا جائے۔ عربی میں اور پھر اردو میں ذیابیطس، اینجیو لیا اور زکام جیسی یونانی اصطلاحات آسانی سے شامل ہو گئیں۔ اسی طرح تیرہویں صدی عیسوی میں جب اس وقت کی سائنسی زبان عربی کی اصطلاحات لاطینی میں ڈھلنے لگیں تب بھی کوئی مسئلہ پیدا نہ ہوا۔ انگریز راجرینکین اور ہسپانوی جیرارڈ آف فرمونانے تو یہ نہ کہا کہ عربی اصطلاحات کو لاطینی میں ڈھالنے کے بجائے عربی ہی کو تعلیمی زبان

بنالیا جائے۔ ابن الہیثم کی اصطلاح ”عدسہ“ آسانی سے عدس (دانہ مسور) کے لاطینی مترادف کی بنا پر lens بن گئی۔ دراصل اصطلاحات انگریزی پرستوں کا محض عذر لنگ ہیں۔ اصل مسئلہ فیصلہ سازی کا ہے کہ آپ اپنی نسلوں کو قومی زبان میں تعلیم دے کر ان کے ذہنوں کو جلا بخشنا چاہتے ہیں یا ان پر غیر ملکی زبان کا بھاری خول کسنا چاہتے ہیں۔ جامعہ عثمانیہ (حیدرآباد



دکن) میں ایم بی بی اور ایم ایس سی تک اردو نصف صدی ذریعہ تعلیم رہی اور وہاں سے بڑے بڑے سائنسدان، سکار اور علماء نکلے۔ راجہ انور خود تسلیم کرتے ہیں کہ ”میں نے فلسفہ میں ماسٹر زکی ڈگری اردو میڈیم میں اعزاز کے ساتھ حاصل کی تھی“، پھر وہ انگلش میڈیم کے جبری نفاذ سے ہزاروں لاکھوں غریب بچوں کا مستقبل برباد کرنے پر کیوں تلے ہوئے ہیں؟ آج اگر اردو بطور ذریعہ تعلیم کے نفاذ کا اعلان ہو جائے تو اردو اس قدر گرانمایہ ہے کہ اصطلاحات کے سلسلے میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔ اردو میں مختلف علوم کی فرہنگ اصطلاحات تیار ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔ اردو کے ساتھ قوسین میں انگریزی اصطلاحات بھی دی جاسکتی ہیں۔

برطانوی راج کے لیے باواؤ کلرک پیدا کرنے کا منصوبہ

ہندوستان میں غزنوی دور سے آغاز کر کے فارسی سرکاری زبان تھی۔ 1757ء میں بنگال بہار و اڑیسہ سے برطانوی حکمرانی کا آغاز

ہوا تو برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی کے مقبوضہ ہندوستان کی سرکاری زبان بھی فارسی رہی۔ برطانیہ سے انگریز افسران یہاں آتے تھے تو انہیں فارسی اُردو اور بنگالی سکھانے کے لیے کلکتہ میں فورٹ ولیم کالج قائم کیا گیا تھا۔ 1835ء میں فارسی کے بجائے اُردو کو سرکاری زبان بنایا گیا۔ پھر 1838ء سے انگریزی کو تعلیمی و سرکاری زبان بنانے کا فیصلہ ہوا تو تعلیمی اداروں اور دفاتر میں اعلیٰ سطح پر انگریزی اور نچلی سطح پر اُردو کو فارسی رسم الخط میں رائج کیا گیا۔ جیسا کہ مولانا الطاف حسین حالی ”حیات جاوید“ (سرسید کی سوانح عمری) میں لکھتے ہیں: ”گورنمنٹ اس بات کو تسلیم کر چکی ہے کہ ہندوستان کی قومی زبان اردو ہے اور اس بناء پر 1835ء میں سرکاری دفتروں اور عدالتوں کی زبان اُردو قرار دی گئی۔“ اس دوران میں مختلف علوم پر اُردو میں کتابیں لکھی جانے لگیں اور ساتھ ساتھ اصطلاحات کے تراجم ہوتے گئے۔

نئی تعلیمی سکیم (1837ء) کے تحت جماعت اول سے دسویں تک ذریعہ تعلیم اردو تھا اور بالائی کلاسوں میں انگریزی جبکہ جماعت پنجم سے انگریزی لازمی مضمون کے طور پر پڑھائی جاتی تھی۔ آٹھویں جماعت تک فارسی بھی لازمی تھی البتہ انگلش میڈیم سکولوں میں تمام مضمون انگریزی میں پڑھائے جاتے تھے۔ مقصد یہ تھا کہ اردو میڈیم سکولوں سے تعلیم پا کر بابواور کلرک تیار ہوں اور انگلش میڈیم اداروں سے اعلیٰ افسران نکلیں۔ یہ دو ہر انظام 1947ء تک چلتا رہا بلکہ اس کے بعد بھی رائج رہا۔ فرق صرف یہ پڑا کہ پانچویں جماعت کو پرائمری میں شامل کر کے چھٹی سے لازمی انگریزی کا آغاز کیا گیا لیکن اردو کو دفتری زبان بنانے کے لیے اسے بطور ذریعہ تعلیم نافذ کرنے میں مسلسل لیت و لعل سے کام لیا گیا۔

حیدرآباد دکن میں اردو ذریعہ تعلیم

حیدرآباد دکن پر آصف شاہی سلاطین نے 1724ء سے 1948ء تک حکمرانی کی۔ انہوں نے اُردو زبان و ادب کی قابل فخر خدمات انجام دیں۔ 1884ء میں اُردو کو ریاست کی سرکاری زبان قرار دیا گیا۔ اس سے پہلے 1855ء میں حیدرآباد میں اردو ذریعہ تعلیم کا ”دارالعلوم“ قائم ہو چکا تھا۔ دریں اثنا نظام دکن نے اردو کی مستند

لغت ”فرہنگ آصفیہ“ کی تیاری کے لیے مولوی سید احمد دہلوی کو معقول وظیفہ عطا کیا۔ دارالعلوم کے قدیم طلبہ نے ایجوکیشنل کانفرنس کے ذریعے اردو یونیورسٹی کے قیام کا مطالبہ کیا، چنانچہ اپریل 1917ء میں نظام دکن میر عثمان علی خاں نے اردو ذریعہ تعلیم کی ”عثمانیہ یونیورسٹی“ کے قیام کا اعلان کر دیا جبکہ پچھلے کئی سال سے انگلش ذریعہ تعلیم کے ”نظام کالج“ کے نتائج نہایت خراب چلے آ رہے تھے۔ مڈل تک اُردو ذریعہ تعلیم کا پہلے ہی انتظام ہو چکا تھا اب اسے اعلیٰ کلاسوں تک وسعت دے دی گئی۔ یاد رہے ریاست بہاولپور میں بھی 1955ء تک اُردو ذریعہ تعلیم و سرکاری زبان تھی۔

اردو ذریعہ تعلیم کے حق میں ایک انگریز کا فیصلہ

بابائے اردو مولوی عبدالحق نے 1945ء میں لکھنؤ یونیورسٹی میں مقالہ پڑھتے ہوئے کہا تھا: عثمانیہ یونیورسٹی کے قیام سے قبل ایک تعلیمی کمیٹی میں ذریعہ تعلیم زیر بحث آیا اور شرکاء نے وہی پرانے اعتراضات اور مشکلیں پیش کرنی شروع کر دیں۔ اس کمیٹی میں ہم سب ہندوستانی تھے اور صرف ایک انگریز تھا۔ انگریز خاموش بیٹھایا سب بحث سنتا رہا۔ آخر اس سے ضبط نہ ہو سکا اور دفعتاً وہ شعلے کی طرح بھڑک اٹھا اور میز پر زور سے مکے مار کر کہنے لگا کہ آپ یہ کیا فضول بحثیں کر رہے ہیں۔ دو اڑھائی صدیاں پہلے انگریز بھی یہی کہا کرتے تھے کہ انگریزی زبان میں علمی صلاحیت کہاں ہے اس کے لیے لاطینی زبان ہی موزوں ہے۔ کمیٹی میں سنا نا چھا گیا اور پھر سب کی آنکھیں شرم کے مارے جھک گئیں۔“ (سہ ماہ ”تفکر“، اول و دوم 1994ء)

چنانچہ تعلیمی کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ یونیورسٹی میں ذریعہ تعلیم اردو ہوگا۔ آرٹس اور سائنس کے سارے مضامین سال اول سے ماسٹرز ڈگری تک اور پی ایچ ڈی ڈی ایٹ لٹ تجارت میں ایم کام تک قانون میں ایل ایل بی و ایل ایل ایم برنس میں انڈینسٹریشن میں ایم بی اے، تعلیم میں بی ایڈ و ایم ایڈ انجینئرنگ، میڈیکل ٹیکنیکل مضامین اردو میں پڑھائے جائیں گے۔ ہائیکورٹ تک تمام عدالتیں اردو میں فیصلے لکھیں

گی۔ انگریزی کی تدریسی کتابوں کے ترجمے کے لیے یونیورسٹی میں شعبہ تالیف و ترجمہ قائم کیا گیا۔ فاضل مترجمین میں سے چند کے نام یہ ہیں: مولانا ظفر علی خان، مولانا عبدالمجید دریابادی (نفسیات)، چودھری برکت علی علیگ (کیمیا)، قاضی محمد حسین (ریاضی)، سید ہاشمی فرید آبادی (سیاسیات)، خلیفہ عبدالکیم (فلسفہ)۔ چند سال میں 130 اہل علم نے 400 انگریزی کتابوں کے معیاری تراجم مکمل کر دیے۔

دہلی کالج اور آگرہ میڈیکل کالج میں اردو ذریعہ تعلیم

ان دنوں دہلی کالج میں بھی آرٹس و سائنس کے سب مضامین اردو میں پڑھائے جاتے تھے۔ آگرہ میڈیکل کالج کا ذریعہ تعلیم اردو اور انگریزی دونوں زبانیں تھیں۔ تھامسن انجینئرنگ کالج رڑکی (یو پی) میں ذریعہ تعلیم اردو تھا اور وہاں بھی سائنسی کتب کی تصنیف و تالیف اور تراجم کا کام ہوتا رہا تھا۔ حیدرآباد دکن میں شمس العلماء نواب محمد فخر الدین کے زیر اہتمام سائنسی کتب کی تصنیف و تالیف کا کام عروج کو پہنچ گیا۔ سرسید احمد خان کی سائنٹفک سوسائٹی (علی گڑھ) نے بھی سائنس کی اردو کتا بین طبع کیں۔

جامعہ عثمانیہ کی وضع اصطلاحات کمیٹی میں مولوی عبدالحق، پروفیسر وحید الدین سلیم، مرزا ہادی رسوا اور خان فضل خان جیسے فضلاء اجل شامل تھے۔ 1918ء سے 1948ء تک جامعہ عثمانیہ میں تمام علوم جدیدہ اردو میں پڑھائے جاتے رہے۔ بقول ڈاکٹر سلیم الزمان صدیقی عثمانیہ یونیورسٹی کے طلبہ ”کیمیا“ میں اظہار خیال کے اعتبار سے تمام ہندوستانی یونیورسٹیوں کے طلبہ (جوسوالوں کے جواب انگریزی میں لکھتے تھے) کی نسبت بہتر تھے۔“ (اخبار اُردو، نومبر 1989ء)

عثمانیہ یونیورسٹی کے سپوت

اُردو جامعہ عثمانیہ (دکن) کے نامور سپوتوں میں ڈاکٹر محمد رضی الدین صدیقی نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ آپ مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ)

پشاور یونیورسٹی، سندھ یونیورسٹی اور قائد اعظم یونیورسٹی (اسلام آباد) کے وائس چانسلر رہے۔ آپ ماہر تعلیم ہونے کے ساتھ ساتھ ایٹمی شعبے میں بین الاقوامی شہرت کے سائنسدان ہیں اور آپ کو آئن سٹائن کی نگرانی میں تحقیقی کام کرنے کا شرف بھی حاصل ہے۔ آپ اقبالیات کے بھی ماہر ہیں۔ ڈاکٹر میر ولی الدین، ڈاکٹر خلیفہ عبدالکیم اور ڈاکٹر حمید اللہ بھی عثمانیہ یونیورسٹی کے سپوت ہیں۔ یہ تمام حضرات اردو کے علاوہ انگریزی پر بھی عبور رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ توفرائسی، جرمن اور ترکی زبان کے بھی فاضل تھے۔ ان کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ قرآن مشہور ہے۔

ہندو کی اردو دشمنی اور جامعہ عثمانیہ کا انجام

قائد اعظم کی وفات کے تیسرے روز یعنی 13 ستمبر 1948ء کو بھارت نے پولیس ایکشن کے نام پر حیدرآباد دکن پر فوجی حملہ کر دیا اور 21 ستمبر کو اس مسلم ریاست کا سقوط عمل میں آیا۔ سقوط حیدرآباد دکن کے بعد کانگریس لیڈر ٹنڈن جی نے حیدرآباد کے جلسہ عام میں اعلان کیا کہ عثمانیہ یونیورسٹی کی تمام اردو کتابوں کو موٹی ندی میں بہا دیا جائے گا۔ اردو کتابوں کو وہ ندی میں تو نہ بہا سکے لیکن سب کو آگ لگا دی گئی۔ اس کے بعد عثمانیہ یونیورسٹی کچھ عرصہ بند رہی اور جب دوبارہ کھلی تو بھارتی حکومت نے اس کا ذریعہ تعلیم انگریزی قرار دے دیا۔ حکومت بھارت کے ان اردو کش اقدامات کی وجہ یہ تھی کہ اُردو نے مسلمانان برصغیر کی سیاسی بیداری اور تحریک پاکستان میں بنیادی کردار ادا کیا تھا۔ (”اردو: سرکاری زبان“، چودھری احمد خان علیگ)

جاپان اور چین کی ترقی کاراز

پاکستان کے انگریزی پرست بدنیقی اور عیاری سے کہتے ہیں کہ ٹیکنالوجی حاصل کر دور نہ ملک پسماندہ رہ جائے گا لیکن پس پردہ ان کا اصل زور انگریزی پر ہوتا ہے کہ اس کا دامن مضبوطی سے تھام لو۔ ان کے بقول سائنس کی تعلیم انگریزی کے بغیر ممکن نہیں۔ یہ دعویٰ صریح جھوٹ ہے۔ چین میں قیام پاکستان کے دو سال بعد 1949ء میں

انقلاب آیا۔ اس وقت چینی قوم دنیا کی سب سے جاہل اور پسماندہ قوم تھی لیکن چینی زبان کو ذریعہ تعلیم بنانے کے باعث آج وہ صف اول کی ترقی یافتہ قوم ہے۔ یہ ترقی اس نے انگریزی کے بغیر کی ہے۔ انگریزی وہاں اختیاری زبان کے طور پر پڑھائی جاتی ہے جیسے دیگر ترقی یافتہ زبانیں فرانسیسی، جرمن، روسی، جاپانی وغیرہ پڑھائی جاتی ہیں۔ چین کی ساری ٹیکنالوجی چینی زبان میں ہے اور چینیوں کو اپنی زبان پر فخر ہے۔ حالانکہ چینی دنیا کی ایک مشکل زبان ہے۔ چینی وزیر اعظم چو این لائی اچھی انگریزی جانتے تھے لیکن وہ غیر ملکی زعماء سے ہمیشہ ترجمان کے ذریعے سے چینی زبان میں گفتگو کرتے تھے اور آج بھی چینی حکمران غیروں سے اپنی زبان میں مخاطب ہوتے ہیں۔ ہمارے عرب ایرانی اور ترک بھائی بھی اپنی زبان میں بذریعہ ترجمان گفتگو کرتے ہیں۔

1860ء تک جاپان ایک انتہائی پسماندہ ملک تھا۔ ان کے امپراطور میجی نے ملک کو شاہراہ ترقی پر ڈالنے کے لیے قوم کو انگریزی، فرانسیسی، جرمن اور روسی زبانوں کی ٹیکنالوجی کو جاپانی زبان میں منتقل کرنے پر لگا دیا اور ذریعہ تعلیم جاپانی رکھا۔ اس کے نتیجے میں نصف صدی کے اندر اندر جاپان کا شمار ترقی یافتہ قوموں میں ہونے لگا اور فوجی قوت میں وہ مغربی ممالک کے ہم پلہ ہو گیا اور دوسری جنگ عظیم کے بعد تو جاپان صنعت و حرفت میں سب سے آگے نکل گیا۔ جاپانیوں نے جدید ٹیکنالوجی پر انٹری سے یونیورسٹی تک انگریزی پڑھ کر حاصل نہیں کی بلکہ وہاں پہلی جماعت سے پی ایچ ڈی تک سائنس سمیت سب مضامین میں جاپانی زبان ذریعہ تعلیم ہے۔ یہی حال کوریا کا ہے۔

انڈونیشیا اور ملائیشیا کی ترقی کا راز

مشرق بعید کے مسلم ممالک انڈونیشیا اور ملائیشیا نے ہمارے بعد آزادی حاصل کی۔ انڈونیشیا ڈچ سامراج سے 1949ء میں آزاد ہوا جبکہ ملائیشیا سے برطانوی سامراج 1957ء میں رخصت ہوا۔ لیکن اپنی اپنی قومی زبان کو ذریعہ تعلیم بنانے کے باعث یہ دونوں ملک ترقی کی دوڑ میں ہم سے آگے نکل گئے ہیں۔ یورپ کے استعماری شکنجے میں جکڑے جانے سے پہلے ان دونوں ملکوں میں ملائی (Malay) زبان

فارسی رسم الخط میں رائج تھی۔ انڈونیشیا پر ہولندیزی (ڈچ) سامراج مسلط ہوا اور ملائیشیا پر برطانوی سامراجی قابض ہو گئے تو انہوں نے یہاں ڈچ زبان اور انگلش کو ذریعہ تعلیم اور سرکاری زبان کے طور پر مسلط کر دیا۔ نیز بھاشا انڈونیشیا اور ملائی زبان کا رسم الخط لاطینی کر دیا۔ آزادی کے بعد انہوں نے سامراجی زبانوں کے بجائے اپنی اپنی قومی زبان کو ذریعہ تعلیم بنالیا اگرچہ ان کا رسم الخط لاطینی ہی رہا۔ انڈونیشیا میں تو ایک ہفتے کے اندر بھاشا انڈونیشیا کو سرکاری زبان بنالیا گیا تھا۔

21 مسلم ممالک میں عربی ذریعہ تعلیم ہے

سعودی عرب کے سوا تمام عرب ممالک برطانوی فرانسیسی، اطالوی، یا ہسپانوی سامراج کے زیر تسلط رہے۔ اس کے باوجود ان ملکوں نے عربی زبان کو نہیں چھوڑا اور آج درج ذیل ممالک کی قومی و تعلیمی زبان عربی ہے۔

سعودی عرب، کویت، بحرین، قطر، متحدہ عرب امارات، عمان، یمن، عراق، اردن، شام، لبنان، فلسطین، مصر، لیبیا، سوڈان، تونس، الجزائر، المغرب (مراکش)، موریتانیا، صومالیہ، جزائر القمر (کومورو)۔

آخر الذکر تین خالص عرب ممالک نہیں، اس کے باوجود ان کی بھی قومی و تعلیمی زبان عربی ہے۔ فلسطین میں عبرانی اور عربی دونوں سرکاری زبانیں ہیں۔ ادھر یہودیوں نے دو ہزار سال پہلے کی مردہ زبان عبرانی کو فلسطین (اسرائیل) میں سرکاری زبان اور ذریعہ تعلیم بنادیا ہے۔ عربی زبان میں انگریزی و فرانسیسی زبانوں کی اصطلاحات کے تراجم میں کوئی وقت پیش نہیں آئی اور تمام عرب ممالک میں پرائمری سے لے کر اعلیٰ سطح تک عربی ہی ذریعہ تعلیم ہے اور وہ اس سلسلے میں کسی احساس کمتری میں مبتلا نہیں۔ پھر پاکستان کے کالے انگریزوں کی یہ بات کیونکر قابل تسلیم ہے کہ اردو میں سائنس کی تعلیم ممکن نہیں یا انگریزی کے بغیر ٹیکنالوجی میں ترقی نہیں کی جاسکتی۔

انگلش میڈیم کے خاتمے کا انقلابی فیصلہ:

1980ء تک وطن عزیز میں انگلش میڈیم پبلک سکول، گرائمر سکول، گیریزن سکول و کالج اور مسیحی بزرگوں (Saints) کے

نام پر کھلنے والے تعلیمی ادارے بہت کم تھے۔ اپنی سن کالج اور دیگر انگریزی ذریعہ تعلیم کے تعلیم یافتہ حضرات معمولی اقلیت میں ہوتے تھے۔ چنانچہ اردو میڈیم اداروں کے طلبہ بھی اپنی ذہانت کے بل بوتے پر ترقی کی منازل طے کر لیتے تھے۔ اپریل 1979ء میں جنرل محمد ضیاء الحق کی حکومت نے قومی امنگوں کی پیروی میں قومی تعلیمی پالیسی 1979ء جاری کی جس میں فیصلہ کیا تھا کہ دس سال بعد 1989ء میں میٹرک کے امتحانات انگلش میڈیم کی بجائے اردو یا منظور شدہ صوبائی زبان میں ہوں گے۔

یہ ایک انقلابی فیصلہ تھا۔ اگر حکومت اس پر کاربند رہتی تو اس قوم کی قسمت بدل جاتی۔ نئی پالیسی کے تحت انگلش میڈیم مشنری اداروں نے بھی اپنے ہاں اردو میڈیم کلاسیں جاری کر دیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس پالیسی کو ناکام بنانے کے لیے نجی انگلش میڈیم سکولوں نے زبردست مخالفانہ مہم چلائی۔ انہی دنوں نوائے وقت راولپنڈی (9 مئی 1984ء) میں درج ذیل خبر شائع ہوئی:

”سینٹ میری کیمرج سکول مری روڈ راولپنڈی نے طلبہ کو ایک سائیکلو سٹائل درخواست دی ہے اور ان سے کہا ہے کہ وہ اپنے والدین یا سرپرستوں سے اس پر دستخط کروا کے لائیں۔ چٹھی کا مضمون یہ ہے کہ میں ذریعہ تعلیم انگریزی کے بجائے اردو ہونے پر پریشان ہوں، اس لیے درخواست ہے کہ میرے بیٹے کو آٹھویں جماعت تک ریاضی اور سائنس کے مضامین انگریزی میں پڑھائیں۔“

صدر ضیاء الحق کا اعلان

ادھر صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق نے انہی دنوں ایک کانفرنس میں اعلان کیا:

”قومی زبان اردو کی حیثیت مسلمہ ہے اس لیے اردو میں درس و تدریس کو اپنانا چاہیے۔ حکومت نے پانچ سال قبل تعلیمی پالیسی وضع کی تھی جس کے تحت 1989ء میں سکولوں میں میٹرک کی سطح تک اردو لازمی ہو جائے گی اور تمام امتحانات اردو میں ہوں گے۔“ (”جسارت“، کراچی 23 مئی 1984ء)

اس سے پہلے مرکزی وزیر تعلیم ڈاکٹر محمد افضل کہہ چکے تھے کہ

حکومت 1989ء سے میٹرک کے امتحانات اردو یا علاقائی زبان میں لینے کی پالیسی پر عمل درآمد کا تہیہ کیے ہوئے ہے..... اس فیصلے کے پیچھے نظام تعلیم کو قومی سطح پر ہم آہنگ کرنے اور قومی تقاضوں، جذباتوں اور احساسات کی تکمیل کی روح کارفرما ہے۔ تاکہ افراد قوم میں ذہنی و فکری یکانگت پیدا ہو۔ (“جنگ“، 21 اپریل 1984ء)

وزارت تعلیم حکومت پاکستان کے گشتی مراسلہ نمبر ایف 15/79-14، انگلش مورخہ 14 اکتوبر 1983ء میں اعلان کر دیا گیا تھا کہ ”تعلیمی پالیسی (1979ء) کی پیروی میں 1989ء کے بعد امیدواران کو انگریزی ذریعہ تعلیم کے اختیار کا حق حاصل نہیں رہے گا۔ اس کا اطلاق غیر ممالک میں تمام پاکستانی سکولوں پر بھی ہوگا۔“ (پاکستان ٹائمز، لاہور، 2 نومبر 1983ء)

اس کے تین سال بعد 10 مئی 1986ء کے روزنامہ ”جنگ“ کے مطابق وفاقی وزیر تعلیم نسیم احمد آہیر نے اعلان کیا:

”حکومت قومی زبان اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کے بارے میں گہری دلچسپی لے رہی ہے اور حکومت نے اردو کو تمام اداروں میں رائج کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔

مرکزی حکومت کی قوم دشمن ترمیم

اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے میں حکومت کی ”گہری دلچسپی“ اور ”تہیہ“ کا پول اس وقت کھل گیا تھا۔ جب 1979ء کی تعلیمی پالیسی کے آرڈیننس میں غیر ملکی سفارتوں اور انگلش میڈیم جرنیلوں کے دباؤ پر 27 نومبر 1984ء کو یہ ترمیم کر دی گئی کہ ”جو ادارے غیر ملکی امتحانات کی تیاری کراتے ہیں وہ انگلش میڈیم جاری رکھ سکتے ہیں۔“

بس اس ترمیم کی دیرپھی سارے کیسے کرائے پر پانی پھر گیا۔ اس کے بعد تو انگلش میڈیم سکول کھسیوں کی طرح اگنے لگے اور جن انگلش میڈیم سکولوں نے اپنے ہاں اردو کلاسیں جاری کی تھیں وہ بند کر دیں۔ محکمہ تعلیم حکومت پنجاب کے گشتی مراسلہ نمبر ایس او (پی ای) 10-3 مورخہ 27 نومبر 1984ء میں یہ کہا گیا کہ ”تعلیمی سیشن 90-1989ء سے اردو دسویں جماعت تک ذریعہ تعلیم و ذریعہ امتحان بن جائے گی۔

باقی صفحہ نمبر 48

نصاب تعلیم پر سیکولر لابی کی یلغار

نصاب تعلیم سے جدیدیت کے نام پر آیات و احادیث نکالنے کی گھناؤنی سازشوں کا جائزہ

ملک کے چاروں صوبوں سمیت آزاد کشمیر و گلگت بلتستان میں پہلی سے دسویں جماعت کے نصاب سے جہاد سے متعلق قرآنی آیات و احادیث یا واقعات کو انتہا پسندی اور دہشت گردی میں معاون قرار دے کر نکالنے اور نصاب کو نئے احکامات سے ہم آہنگ کرنے کے لیے وفاقی اور صوبائی سطح پر کام تیزی سے جاری ہے۔ اس سلسلے میں صوبہ پنجاب میں پہلی سے پانچویں جماعت تک جبکہ صوبہ خیبر پختون میں پہلی سے چھٹی جماعت، صوبہ بلوچستان میں پہلی سے پانچویں اور اسی طرح صوبہ سندھ میں پہلی سے پانچویں جماعت تک کے نصاب کی چھان بین اور جائزہ مکمل کر لیا گیا ہے۔ اگلے مرحلے میں سال 2012ء تک چھٹی سے دسویں جماعت تک نصاب کا جائزہ لے کر اس میں سے دہشت گردی اور انتہا پسندی کو فروغ دینے والے مضامین اور دیگر مواد کو نکالنے کا ناسک مکمل کر لیا جائے گا۔

باوق ذرائع کے مطابق ملک بھر میں پہلی سے پانچویں جماعت تک کے نصاب میں شامل ابتدائی مضامین کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ان مضامین میں سے ایسے اسباق کو نکالنے کی کوشش کی جا رہی ہے جن سے نام نہاد دہشت گردی یا انتہا پسندی کو فروغ مل سکتا ہے۔ اس وقت بھی ملک بھر میں سال 2006ء کی سکیم آف سٹڈیز اور قومی نصاب کے تحت تیار کی گئی درسی کتب سکولوں میں پڑھائی جا رہی ہیں۔

ذرائع کے مطابق پاکستان کو مالی امداد فراہم کرنے والے عالمی اداروں نے پہلی سے دسویں جماعت تک کے نصاب کا ازسرنو جائزہ لینے اور ان کلاسز میں پڑھائے جانے والے دہشت گردی اور انتہا پسندی کے فروغ کا سبب بننے والے مضامین کو نکالنے کا مطالبہ کیا تھا۔ اس سلسلے میں پرویز مشرف کے دور حکومت میں شامل خاتون وفاقی وزیر تعلیم نے ابتدائی کام شروع کر دیا تھا تاہم اس پر شدید رد عمل کے بعد کچھ عرصے کے لیے نصاب کی تبدیلی کا کام روک دیا گیا تھا۔ لیکن اب موجودہ جمہوری حکومت نے اس سلسلے میں دوبارہ کام شروع کر دیا ہے۔

نصاب تعلیم سے اسلام کے اخراج کے حوالے سے سب سے بنیادی کام 2002ء میں کیا گیا۔ 2002ء سے 2004ء تک پاکستان میں ایک خاتون امریکی سفیر Nancy J. Powell متعین رہی۔ محترمہ نے اس وقت کی وزیر تعلیم زبیدہ جلال کے ساتھ مل کر نصاب تعلیم میں تبدیلیوں کا آغاز کیا۔ امریکی سابقہ وزیر خارجہ کونڈولیزا رائس نے 2004ء میں امریکہ کے نیشنل کمیشن برائے دہشت گردی میں اپنی بریفنگ میں اس سوال کے جواب میں کہ ”کس طرح امریکہ کے خلاف جذبات کی بنیادی جڑ کی کٹی جاسکتی ہے؟“ کہا: ”ہم قریب کے زمانے میں کوئی معجزہ ہوتا نہیں دیکھ سکتے کیونکہ یہ نسلوں پر محیط مسئلہ ہے مگر میرے پاس ایک اچھی خبر ہے کہ میں پاکستان کی ”وئٹرفیل وین“ (زبیدہ جلال) سے دو تین دفعہ مل چکی ہوں جو پاکستان کی وزیر تعلیم ہیں۔ اس نے پاکستان میں نیا نصاب متعارف کروایا جو کہ اس بات کی

شہیر آصف

کوشش ہے کہ کس طرح نئی مسلم نسل کا رویہ مغرب کے حوالے سے بدلا جائے۔

ان نئی کتب کا مقصد ایک ”ماڈرن مسلم“ متعارف کروانا تھا۔ اس نے سورۃ التوبہ کو نصاب سے باہر نکال دیا کیونکہ اس میں جہاد کی دعوت ہے۔ نیز موصوفہ کے دور وزارت میں 8 نومبر 2002ء کو ایک غیر معمولی صدارتی آرڈیننس (Cxiv/2002) نافذ العمل ہوا۔ جس کے تحت آغا خان یونیورسٹی ایگزیکٹو بورڈ (AKUEB) کا قیام عمل میں لایا گیا۔ یہ امتحانی بورڈ مکمل طور پر خود مختار اور اپنے قواعد و ضوابط وضع کرنے میں آزاد ہوگا۔

13 اگست 2003ء کو کراچی میں امریکی ادارے USAID اور آغا خان یونیورسٹی (AKU) کے درمیان معاہدہ ہوا جس پر امریکی سفیر نینسی اور AKU کے نمائندے شمل لاکھانے دستخط کیے۔ اس تقریب میں سابق وزیر تعلیم زبیدہ جلال بھی بطور سرکاری گواہ موجود تھیں۔ اس معاہدے کی رو سے امریکہ نے AKU کو 450 لاکھ ڈالر عطا کیے اور مزید کا وعدہ کیا۔

دسمبر 2004ء میں امریکی کانگریس کے لیے ایک رپورٹ "Education Reforms in Pakistan" تیار کی گئی جس کو KALAN KRONSTADT نے تحریر کیا۔ جس کے مطابق جب نصاب تعلیم کی مجوزہ تبدیلیوں پر شور ہوا تو ستمبر 2004ء میں زبیدہ جلال کی جگہ لیفٹیننٹ ریٹائرڈ جاوید اشرف قاضی مقرر ہوئے جو بہر حال زبیدہ جلال سے چار ہاتھ آگے ہی تھے مگر رپورٹ کے مطابق انہیں امریکہ میں پسند نہیں کیا گیا۔ کیونکہ امریکہ کے خیال میں یہ عمل رک بھی سکتا تھا۔

پاکستان کے نصاب تعلیم پر سب سے کاری وار ڈاکٹر اے ایچ نیو اور احمد سلیم کی رپورٹ بعنوان The Subtle Subversion of Sustainable Development of Policy Institute (SDPI) کی زیر پرستی تیار کی گئی۔ اس رپورٹ کے ایک بڑے وکیل سابق وزیر قاضی

اشرف سے جب ایک ٹی وی ٹاک شو میں جنرل حمید گل نے سوال کیا کہ SDPI کو فنڈز کہاں سے آتے ہیں تو انہوں نے خاموشی اختیار کر لی۔

اس رپورٹ کا موضوع ہے: The State of Curricult & Textbooks in Pakistan۔ یہ 2002ء میں منظر عام پر آئی۔ اس رپورٹ کے 8 باب اور 4 محضر نوٹس ہیں۔

یہ رپورٹ سارا المبدہ جنرل ضیاء الحق دور کے اسلامائزیشن کے نظریے پر ڈالتی ہے اور اس کو زہر قاتل سمجھتی ہے۔ اس رپورٹ پر کوئی درجن بھر دانشوروں نے کام کیا ہے اور ان تمام اہل دانش میں زبردست فتنی مطابقت اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ انہوں نے نصاب کے تمام معاملے کو لبرل ازم آزاد خیال اور مذہب دشمنی کی مخصوص عینک لگا کر دیکھا ہے۔ وہ اس بات کو قطعی بھول گئے کہ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے جو خالصتاً اعلیٰ کلمۃ اللہ کے لیے حاصل کیا گیا تھا۔

رپورٹ کے ابتدائے ہی میں یہ بات صراحت سے لکھی ہے کہ ضیاء الحق کی حکومت کو اپنے جواز کے استحقاق کے لیے اسلامائزیشن کے نعرے کو فروغ دینے کی ضرورت پڑی اور اس کام میں سیاسی و مذہبی جماعتوں نے ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ تعلیمی ماحول میں تاریخ کو مخ کیا گیا، حقائق تبدیل کیے گئے، نفرت انگیز مواد کو شامل کیا گیا، غیر ضروری طور پر اسلامی و مذہبی مواد کو داخل کیا گیا اور جنگوں کو دلفریب بنا کر پیش کیا گیا۔

رپورٹ کے مطابق اس وقت بھی ”سول سوسائٹی“ نے ان اقدامات کے خلاف آواز اٹھائی تھی۔ مزید کہا گیا ہے کہ رپورٹ کا پہلا ڈرافٹ 16 جون 2003ء کو سامنے آیا اور پہلی رپورٹ کے مقابلے میں اس کو زیادہ توجہ دی گئی ہے۔ SPDI کو امید ہے کہ اس طرح کی رپورٹ پر عمل کرنے کی صورت میں پاکستان کو اس صورت حال کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا جو 9/11 کے بعد کرنا پڑا۔

اس رپورٹ کے باب اول (تعارف) میں لکھا گیا ہے کہ اگر مذہبی تعلیم اور عسکریت کا آپس میں گٹھ جوڑ ہو جائے تو یہ ایک خطرناک تعلق ہے جو کہ محدود ذہنیت پیدا کرتا ہے۔ جس کی بنیاد نفرت پر ہوتی ہے

اور نتیجتاً بین الاقوامی ”جہاد“ پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہ درست نہیں کہ مدارس صرف نفرت پھیلانے، برداشت کی کمی اور زمانے بھر میں بدنامی کا باعث ہیں، بلکہ سرکاری سکولوں میں بھی تقریباً یہی سب کچھ ہو رہا ہے، یہاں بھی جھوٹے دوسروں سے نفرت پیدا کی جاتی ہے اور عسکریت پر وان چڑھائی جاتی ہے۔

دوسرا باب: SDPI کی رپورٹ کے دوسرے باب کا عنوان ہے: Insensitivy to the Religious Diversity of the Nation جسے عبدالحمید نیر نے تحریر کیا ہے۔ یعنی دیگر مذاہب کے لحاظ سے غیر حساسیت۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ پاکستان ایک کثیراللسان یا کثیرالقبو ملک ہی نہیں، بلکہ کثیرالمذاہب ملک بھی ہے اور یہاں غیر مسلم ایک معقول تعداد میں رہتے ہیں۔ اکثریت کے غلبے کے جنون نے غیر مسلم پاکستانیوں کے لیے ایسی فضا بنادی ہے، جس میں غیر مسلم کو دوسرے درجے کا شہری بن کر رہنا پڑتا ہے، جس کے کم حقوق اور استحقاق ہیں۔

رپورٹ میں جسٹس منیر کی کتاب جناح سے ضیاء تک کا حوالہ بھی دیا گیا کہ قائد اعظم نے کبھی بھی (بقول جسٹس منیر) نظریہ پاکستان کا ذکر نہیں کیا ”لفظ“ نظریہ پاکستان“ سے 1962ء تک کوئی بھی واقف نہیں تھا۔ یہ لفظ ضیاء الحق کے زمانے میں باقاعدہ نصاب میں لایا گیا، جس سے صرف قرون اولیٰ کے مذہبی طبقے اور قوتوں کو فائدہ ہوا۔ رپورٹ کے اس باب میں یہ بھی بتایا گیا کہ ہندوؤں کے خلاف بے تحاشا نفرت پیدا کی گئی۔ 1970ء سے پہلے اس طرح کا تعصب کتب میں نہیں تھا، حتیٰ کہ گاندھی جی پر بھی مضمون موجود تھا۔ مگر اب ہندوپاک کی تاریخ اور جغرافیہ جیسے اہم مضامین نکال کر مطالعہ پاکستان داخل کر دیا گیا ہے، جس میں پاکستان کو ایک اسلامی ریاست قرار دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ہندوؤں کے دھرم کے بارے میں غلط معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

اس رپورٹ کے تیسرے باب کو احمد سلیم نے تحریر کیا ہے، جس کا عنوان: Historical Falsehood & Inaccuracies یعنی تاریخی غلط بیانیوں اور خرابیاں۔ احمد سلیم کا

کہنا ہے کہ تاریخ کو اپنے متنازع نظریے کے تعارف اور فروغ کے لیے استعمال کیا گیا۔ ان کا رد تھا کہ ایسا کیوں ہے کہ تقسیم کے وقت صرف ہندوؤں اور سکھوں کے مظالم کا ذکر تو ہے مگر جو مسلمانوں نے ان دو مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ کیا اس کا ذکر نہیں۔ اسی طرح ان کو اس بات کا بھی غم ہے کہ راجا داہر کو ایسا شخص بتایا گیا جو ظالم اور جاہل تھا جب کہ محمد بن قاسم کو سب سے پہلا پاکستانی گردانا گیا۔

SDPI کی رپورٹ کا چوتھے باب میں سید خورشید حسنین Omissions that could have been enriching (یعنی اگر ان چیزوں کو غائب کیا جاتا تو خوبصورتی ہوتی) کے عنوان سے لکھتے ہیں:

”موجودہ مخصوص نظریاتی نصاب کو پڑھ کر کئی نسلیں فارغ ہو چکی ہیں اور نوجوان پاکستانی کا ذہن بند کر دیا گیا ہے۔ اب یہ نسلیں متاثر کن قومی یا معاشرتی شناخت سے عاری ہیں اور اس احساس سے بھی عاری ہیں جو مذہب کی بنیاد پر جنگجوؤں اور محدود ذہنیت کے قومیت کے تصور سے ماوری ہیں۔

پانچواں باب اس رپورٹ کا ہے جو اے ایچ نیز اور احمد سلیم نے تحریر کیا ہے: Glorification of war & Military یعنی جنگ اور عسکریت کو خوبصورت بنا کر پیش کرنا۔ ان مصنفین کا کہنا ہے کہ پاکستانی نصاب میں ایک مخصوص نظریہ شامل کیا گیا ہے جس کا مقصد پاکستان کو ایک اسلامی ریاست قرار دینا ہے تاکہ مسلم اکثریت ملک۔ ان کا کہنا ہے کہ ایسا مواد نصاب میں شامل ہے جو نفرت پیدا کرتا ہے۔ جنگ کو خوبصورت اور سحر کن بنانا ہے۔ تشدد اور عسکریت کو جہاد اور شہادت کے ذریعے فروغ دینا ہے اور ہندوؤں کے خلاف پروپیگنڈا کرتا ہے۔ رپورٹ کے مصنفین کا کہنا ہے کہ اس مواد کی موجودگی میں امن اور برداشت کا ہونا ناممکنات میں شامل ہے۔

SDPI رپورٹ کا چھٹا باب آمنہ متو اور نیکلیم حسنین نے بعنوان Class & Gender in Texts، یعنی ”نصاب میں طبقات اور جنس“ کے موضوع پر لکھا۔ ان خواتین کا کہنا ہے کہ نصاب میں جنس کی بنیاد پر عورت کے ساتھ شدید تعصب برتا گیا اور عورتوں کے حقوق کے

حوالے سے کچھ بھی نہیں ہے۔ عورت کو نصاب میں گھر میں کام کرنے والی، خاندان کی دیکھ بھال کرنے والی، بالوں میں کنگھا کرنے والی اور مشرقی عورت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

رپورٹ کے ساتویں باب میں محمد پرویز Primary Education A Critique of the Curriculum یعنی پرائمری تعلیم کا تنقیدی جائزہ میں تحریر کرتے ہیں کہ پہلی کلاس کے بچے پر مشکل تصورات مثلاً مسلم اقدار، ایمانیات، وحدانیت، خدا کی رزاقی، نبوت، قرآن آخری کتاب وغیرہ ایک بڑا ”بوجھ“ ہیں۔ دوسری کلاس کے لیے ان کا کہنا ہے کہ سوائے نبی کریم ﷺ کی سیرت کے تمام مذہبی مواد بوجھ ہے۔ اسی طرح حب الوطنی پیدا کرنے کی کوشش بھی فضول ہے۔

سید جعفر احمد نے رپورٹ کا آٹھواں اور آخری باب بعنوان Teaching Human Rights تحریر کیا ہے۔ یعنی انسانی حقوق کی تعلیم۔ جعفر احمد کا کہنا ہے کہ انسانی حقوق کے حوالے سے اسلامیات میں حقوق العباد اور عدل و احسان، حقوق اللہ کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ مگر اہم مسائل جیسے کاروباری وٹسٹ، باج گزار مزدور، چائلڈ لیبر کے نقصانات، اقلیتوں کے ساتھ تعصب، عورتوں کے حقوق جیسے مضامین سے عاری ہیں۔ جن سے معاشرے کو مہذب بنانے میں مدد ملے گی۔

اسی رپورٹ میں طارق رحمان نے نقطہ اٹھایا ہے کہ حکومت چاہتی ہے کہ بھارت کے ساتھ تعلقات بہتر ہوں۔ مگر نصاب میں شہدائے ستمبر 1965ء اور کشمیر اور ہندوؤں سے نفرت والے مواد شامل ہونے کی وجہ سے یہ بات ناممکنات میں سے ہے کہ بھارت سے تعلقات بہتر ہو سکتے ہیں۔

SDPI کی اس رپورٹ کو پاکستان کے لبرل طبقے ہی نہیں بلکہ امریکہ اور بھارت سے بھی پذیرائی ملی اور کیوں نہ ملے ان کے کرنے کے کام کو اگر مسلم لیبل لگانے والے پاکستانی ہی کر ڈالیں تو ان کا کام کتنا آسان ہو جاتا ہے اور ان کے دل کی باتیں پاکستانی اور مسلم حضرات و خواتین کی زبان اور قلم سے نکلیں تو بات میں ضرور وزن پیدا ہوتا ہے

اور یہ کام SDPI نے کر ڈالا۔

دیکھا جو تیر کھا کے کمیں گاہ کی طرف اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

اس رپورٹ کی آمد کے بعد پاکستان لبرل آزاد خیال روشن خیال بلکہ بے خیال ترقی پسند لادین و ملحد طبقے کے ہاتھ میں گویا بندر کی ڈگڈگی آ گئی۔ فرائیڈے ٹائمز میں خالد احمد کا مارچ 2004ء میں ایک مضمون چھپا، جس کا عنوان: The Poison is the Books we Teach یعنی وہ زہر جو ہم اپنی کتابوں کے ذریعے پھیلا رہے ہیں۔ فاضل مضمون نگار اپنے تئیں یہ انکشاف کرتے ہیں کہ عوامی طور پر سرکاری سکولوں کے نصاب میں ”جہاد“ زیادہ پڑھایا جا رہا ہے بہ نسبت مدارس کے۔ خالد احمد کو یہ بھی غم تھا کہ نصاب میں دنیا اور مذہب کی تقسیم کا کوئی تصور سرے سے دیا ہی نہیں گیا ہے بلکہ تمام مواد اسلامی نقطہ نظر سے دیا گیا ہے۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ نصاب میں نفرت کے مدار (غیر مسلموں سے) کی موجودگی کی وجہ سے طلباء ایک برا آدمی اور انسان بننے ہیں۔ اس سلسلے میں دو قومی نظریے کے تحت پڑھائے گئے ہندو مسلم مذہب کے فرق کو بنیاد بنا کر اس نصاب کو ایک نفرت پھیلانے والے نصاب کے طور پر پیش کیا ہے۔ خالد احمد کا موقف ہے کہ اگر ہم نے ”سمت“ درست نہیں کی تو ہم بھارت کے ساتھ خوشگوار تعلقات نہیں رکھ سکتے۔

اسی طرح کے خیالات محترمہ بینا سرور نے ایک انگریزی اخبار میں اپریل 2004ء میں اپنے مضمون بعنوان "Jehad and the Curriculum" میں پیش کیے۔ ان کا موقف تھا کہ جہادی مواد کو نصاب تعلیم سے خارج کرنا پڑے گا۔ محترمہ کا کہنا ہے کہ یہ جہادی مواد افغانستان میں جہاد کی ابتدا کے بعد نصاب میں شامل کیا گیا۔ بینا سرور کے مطابق اسلام کا بہت ہی تنگ نظر موقف یا (Narrow View) کسی خاص مقصد کے لیے 1979ء کے بعد جان بوجھ کر پھیلا یا گیا۔

اگست 2006ء کو اسی اخبار کے ایک مضمون

Destruction of Minds" یعنی ذہنوں کی تباہی کے نام سے کمیلہ حیات کا آیا۔ اس نے وزیر تعلیم سے سوال کیا تھا کہ کلاس نم کے نصاب میں آخر کیوں حضرت عیسیٰؑ حضرت موسیٰؑ، بدھا یعنی گوتم بدھ زرتشت، کرشنا اور گردونا تک کا ذکر نہیں ہے۔

اکتوبر 2007ء میں علی شاہ اظہر صاحب کی ایک تحقیق بعنوان "What went wrong" شائع ہوئی۔ اپنے مقالے میں فاضل مضمون نگار نے سکول کی تعلیم کی اہمیت بیان کی ہے جس کی نتیجہ خیزی سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ مگر کیا پاکستانی سکولوں میں یہ کام صحیح طریقے سے ہو رہا ہے؟ اس کے بعد محقق کا کہنا ہے کہ ”غیر ضروری“ طور پر رفاہی کتب کی اسلامائزیشن ہوئی ہے، یعنی اسلامیات کے علاوہ اردو، انگریزی اور معاشرتی علوم کی کتب میں بھی ہم کو مذہبی اسباق ملتے ہیں۔ اسی طرح مطالعہ پاکستان اور معاشرتی علوم کے اسباق قائد اعظم اور پاکستان کے اسلامی نظریاتی ملک ہونے کا جائز ذکر ہے جس کی وجہ سے ان مضامین میں جغرافیہ، تاریخ، معاشیات اور معاشرے کے لیے مثبت جگہ ملنا مشکل ہو گئی ہے۔

30 سے 31 ستمبر 2006ء کو اسلام آباد میں قومی تعلیمی کانفرنس منعقد ہوئی جو یکطرفہ تماشہ تھی۔ اس کانفرنس میں جن جن کرہم خیال اور روشن خیال حضرات جمع کیے گئے جن کی تعداد 200 کے قریب تھی۔ اس کانفرنس میں نصابی ٹیکسٹ بکس پر ایک گروپ تشکیل دیا گیا جس نے اپنی سفارشات میں سے ایک سفارش یہ بھی کی کہ ”تعلیمی پالیسی سے اس طرح کا جملہ کہ ”ہمارے جینے کا بنیادی مقصد اسلام سے مکمل وفاداری اور ہماری پہچان ہونا چاہیے“ کو خارج کر دینا چاہیے کیونکہ یہ محدود ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے۔“

اس کانفرنس کے اختتامی اجلاس کا کلیدی خطاب جاوید الغامدی کا تھا۔ اس نے یہ بات زور دے کر کہی کہ پرائمری سطح پر اسلامیات کی تدریس ہی نہیں ہونی چاہیے کیونکہ اس سے بنیاد پرستی، انتہائی پسندی اور دہشت گردی کے رجحانات پیدا ہوتے ہیں۔“

یہ سب کچھ باتوں تک محدود ہی نہیں رہا بلکہ عملی اقدامات کی

طرف بھی آگے بڑھا اور نصاب بدلا گیا اور قوم کے جوانوں میں فکری تبدیلی کی احقانہ کوشش کی گئی۔

نصاب تعلیم: سیکولر لابی کی مزید ریشہ دوانیاں

امریکہ کی کاسہ لیبی، سیکولر لابی اپنے آقاؤں کی نقالی میں کوئی ثانی نہیں رکھتی۔ امریکہ پاکستان سے جس طرح "Do More" کا نعرہ لگاتا ہے اس طرح یہ لابی بھی نصاب تعلیم میں اپنی من پسند اصلاحات کے لیے مسلسل غلط پروپیگنڈہ کر رہی ہے اور حکومت سے Do More کا مطالبہ کر رہی ہے۔ جو 2010ء میں بھی جاری ہے۔

CRSS یعنی سینٹر فار ریسرچ اینڈ سیوریٹی اسٹڈیز کی ایک رپورٹ لکھی ہے جس کا عنوان:

"Look what we are Teaching at Public School" یعنی دیکھیے کہ ہم پبلک سکولوں میں کیا سکھا رہے ہیں۔ یہ رپورٹ 2010ء میں ہی شائع ہوئی ہے۔ اس رپورٹ میں تحریر ہے کہ پاکستان کے سرکاری سکول جہاں اس وقت ملک کے 70 فیصد طلباء پڑھتے ہیں وہاں دیکھا جائے کہ کیا پڑھایا جا رہا ہے۔ کلاس 4 سے 5 میں 8 سے 10 سال کی عمر کے بچے ہوتے ہیں۔ ان کو ہندو مخالف، سکھ مخالف مواد پڑھایا جا رہا ہے۔ کلاس 6 میں جب طلباء 10 سے 12 سال کی عمر کے ہوتے ہیں، ان کو عیسائی مخالف، برطانیہ اور یورپ مخالف لٹریچر پڑھایا جاتا ہے۔ ان کو بتایا جاتا ہے کہ عیسائی اور برطانوی حکمران طبقہ مسلم امت کو ترقی پاتے نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ ساتویں جماعت میں یہودی مخالف مواد سامنے آتا ہے۔ نویں دسویں میں جب طلباء کی عمر 13 سے 16 سال ہوتی ہے، ان کو جہاد کی اہمیت سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ دیکھا آپ نے اس لبرل طبقے کو کس طرح کی پریشانی ہے۔

اسلام آباد کے رہائشی ڈاکٹر فرخ سلیم کا ایک آرٹیکل انٹرنیٹ پر موجود ہے۔

Curriculum of hate in Pakistan

School۔ اس میں موصوف لکھتے ہیں کہ کیا آپ کسی ایک ملک کا نام

بتا سکتے ہیں اور وہ واحد ریاست ہے، مسلم اکثریتی ملک، جہاں کے مسلمان ڈینش سفارت خانے کو آڑ دیتے ہیں؟ آخر کیوں؟ یہ ملک پاکستان ہے۔ پھر موصوف نے ساتویں جماعت کی معاشرتی علوم کی کتاب کا ایک جملہ تحریر کیا ہے ”گزشتہ تین صدیوں سے یورپین اقوام امت مسلمہ کے خلاف سازشیں خفیہ اور واضح طور پر کر رہی ہیں۔ کلاس نویں میں پڑھایا جا رہا ہے کہ ”مسلمانوں کے زوال کی ایک بڑی وجہ مسلمانوں کی جہاد سے دوری تھی۔“

اس طرح کی دوچار اور کوٹیشن کے بعد لکھتے ہیں ”لگتا ہے کہ ہماری وزارت تعلیم ہمارے بچوں کو مرنے کے لیے تیار کر رہی ہے، تاکہ جینے کے لیے۔ ہمارا نفرت سے بھرنا نصاب شاید خود کش بمبار تو تیار نہیں کر رہا، مگر ان کے حامی وہ بھی پر جوش حامی ضرور پیدا کر رہا ہے۔“ اس طرح ان کو ساری پریشانی ”جہاد“ کی تعلیم سے ہے کیونکہ جہاد کی تعلیم Militancy پیدا کر رہی ہے اور پھر عسکریت پسندی سے براہ راست امریکہ اور اس کے حواری پریشان ہیں جو افغانستان اور شمالی علاقوں میں آئیٹھے ہیں۔

ہمدرد یونیورسٹی سے P H D کرنے والے اور آج کل کینیڈا میں مقیم ڈاکٹر ٹمٹس حامد نے بھی اس بہتی لگنا سے مستفید ہونے کا فیصلہ کیا۔ موصوف نے جون 2010ء میں ایک مضمون کینیڈا میں بیٹھے بیٹھے ایکسپریس ٹریبون میں لکھ مارا۔ جس کا عنوان: Pakistan History by the Literalists۔ موصوف نے یہ مضمون شروع اس طرح کیا "Brooking Institute" کی رپورٹ نے حال ہی میں دعویٰ کیا ہے کہ پاکستان میں عسکریت پسندی کی اصل وجہ سرکاری تعلیمی نظام و نصاب ہے۔ صرف مدارس نہیں۔ مدارس میں تو صرف 10 فیصد طلباء پڑھتے ہیں۔ بقیہ تو سرکاری نصاب ہی سکولوں میں جا کر پڑھتے ہیں۔

رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ پاکستانی سرکاری سکولوں میں جہاد، عسکریت پسندی، نفرت اور مسخ شدہ تاریخ پڑھائی جا رہی ہے۔ موصوف کا یہ بھی کہنا تھا کہ قائد اعظم نے کبھی بھی ”نظریہ پاکستان“ کا لفظ اپنی جدوجہد میں استعمال نہیں کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے آگے جو کچھ بھی لکھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ موصوف کو لفظ ”اسلام“ اور اس کی عملی تصویر سے شدید نفرت ہے۔

ایک اور لبرل دانشور رضارومی ہیں۔ لاہور سے ویب سائٹ چلاتے اور ایک اخبار کے مشاورتی ایڈیٹر ہیں۔ وہ ایک مضمون KK Aziz کی کتاب کے ریویو کے حوالے سے لکھتے ہیں، جس کا عنوان:

"Myths, Fabies and lies: The murder of History in Pakistan" کہ ”کے کے عزیز صاحب کی کتاب ”پاکستان میں تاریخ کا قتل“ پڑھنا بہت ضروری ہے۔ رضارومی کے بقول عزیز نے 65 نصابی کتب کا مطالعہ کیا، جس میں تعصب، غیر ملکیوں سے تعصب اور فرق ہمارے بچوں کو سکھایا جا رہا ہے۔ عزیز کو پریشانی ہے کہ 1971ء کی فوجی شکست کو کیوں واضح نہیں کیا جا رہا ہے۔ نیز القاعدہ کا سارا ملبہ ضیاء الحق کے عہد پر ڈالا جا رہا ہے۔ ان کو یہ بھی پریشانی ہے کہ وہ لوگ جو اس نصاب کو پڑھ چکے ہیں اب صحافی، کالمسٹ اور مختلف میگزین اور ڈائجسٹ میں ایڈیٹرز بن چکے ہیں۔ رضارومی کو یہ بھی دکھ ہے کہ ”جب آغا خان فاؤنڈیشن نے کراچی میں کچھ اقدامات کیے تو ملاؤں نے شور مچایا اور دھمکا دیا۔“

محترم قارئین! آپ نے دیکھا کہ کس طرح ملک کی سیکولر لابی آج وہی راگ الاپ رہی ہے جو امریکہ اور اس کے حواری سننا چاہ رہے ہیں۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ملک کا نصاب لادین و ملحد ہو۔ کوشش تو یہاں تک کی گئی کہ بھارت اور پاکستان کا نصاب ہی ایک جیسا ہو جائے۔ یہ لوگ بیماری کا علاج تو چاہتے ہیں مگر اس کی وجوہات کے مذاکرہ کی بات نہیں کرتے۔ کوشش امت کی نئی نسل کو مغرب کی غلامی میں دینے کی ہے۔ تاکہ باطل کو کہیں سے مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ مگر یہ ان کی خام خیالی ہے۔ کشمکش تو ازل سے جاری ہے اور بدلتی جا رہی ہے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ نصاب میں تبدیلی کر کے کوئی بڑا کارنامہ سرانجام دے سکیں گے تو یہ ان کی بیوقوفی ہے۔ مسجد و منبر ابھی محفوظ ہیں۔ قرآن کی تلاوت زندہ ہے۔ دعوت دینا جاری و ساری ہے۔ تحریک اسلامی کا قافلہ نہ رکا ہے نہ ہی تھما ہے۔ باطل سے اگر 100 محاذوں پر بھی لڑنا پڑا تو ضرور لڑیں گے۔ ان شاء اللہ

وفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی

کٹی ہے برسر میدان مگر جھکی تو نہیں





لیے تھی کیونکہ دوسری دو بڑی طاقتیں روس اور چین ہیں۔

اس رپورٹ کے لکھنے والوں کو علم تھا کہ 2000ء کے انتخابات میں ری پبلکن پارٹی دھاندلی کر کے جیت جائے گی اور اس رپورٹ پر عملدرآمد شروع ہو جائے گا۔ اس رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا کہ امریکہ دنیا میں پولیس مین کا رول ادا کرے۔ یہ بظاہر امریکی عوام کے لیے پرکشش ترغیب ہے کہ ان کی قوم امن عالم کے فروغ کے لیے اور خلفشار کو دبانے کے لیے استعمال ہو جبکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ اصل میں یہ پولیس مین کی بجائے غنڈے کا رول ہے جو غریبوں سے ان کا سب کچھ چھین لیتا ہے اور ان کی آواز اپنی قوت سے دبا دیتا ہے۔ عراق کے عوام سے پوچھئے کہ یہ کیسا پولیس مین ہے جس نے 16 برس میں 28 لاکھ عراقی موت کے گھاٹ اتار دیئے ہیں۔

متذکرہ بالا رپورٹ میں جوچار ”مشن“ تجویز کیے گئے ہیں وہ سب کے سب امریکی افواج کی تعداد بڑھانے اور انہیں مزید جدید اسلحے سے لیس کرنے سے متعلق ہیں۔ اس رپورٹ کے پہلے مشن میں صاف درج ہے کہ امریکہ نہ صرف اپنے اٹنی اسلحے کی صلاحیت قائم رکھے بلکہ اس میں اضافہ کرنے کے ساتھ ساتھ دوسرے ملکوں کو ایسا اسلحہ بنانے سے روکے رکھے جو وسیع پیمانے پر ہلاکتیں کر سکتا ہے۔ اس رپورٹ میں کرہ ارض پر ”امریکی امن“ قائم کرنے کی بات کی گئی ہے۔ یہ امریکی ”امن“ اقوام عالم کے وسائل چھین کر انہیں جبراً خاموش کرنے کی کیفیت ہے۔ ”امریکی صدی“ امریکی امن، عالمی غلبہ نیوورلڈ آرڈر، گلوبلائزیشن، جیسی تمام اصطلاحیں صرف اور صرف ایک ہی صورت حالات کے مختلف نام ہیں جس میں امریکی عوام کی جبری بھرتی کر کے انہیں مسلسل جنگ کا ایندھن بنایا جائے گا، تمام انسانیت انتہائی غربت اور کسمپرسی کے دن گزارے گی اور اس مفلوک الحال کرہ ارض پر چند سرمایہ دار خاندان راج کریں گے۔ کیا ایسا ہو جائے گا؟ اس کا جواب وقت دے گا۔ (بحوالہ: پس پردہ: عالمی سیاست کے مخفی حقائق)

پروجیکٹ آف نیو امریکن سنچری کے قائدین کی طرف سے 1998ء میں صدر کلنٹن کو ایک خط لکھا گیا جس میں صدر صدام کو اقتدار سے علیحدہ کرنے کی تجویز پیش کی گئی۔ اس خط میں صاف درج تھا کہ اگر امریکہ اس مقصد کے لیے سلامتی کونسل کی حمایت نہ بھی حاصل کر سکے تو بھی اسے تنہا یہ کام کرنا چاہیے۔ ظاہر ہے عراق کے تیل کے ذخائر اور ایک اہم عسکری قوت بننے کی صلاحیت کے پیش نظر یہ سب کچھ سوچا گیا۔ امریکی اسٹیمپلشنٹ میں یہ سوچ مستحکم طور پر جاگزیں ہے کہ کسی مسلمان ملک میں بیک وقت عسکری اور مالی قوت یکجا نہ ہو اور اگر کہیں ایسا ہونے لگے تو اس ملک کو بے دست و پا کر دیا جائے۔

2000ء میں وہ معروف، بلکہ بدنام زمانہ رپورٹ منظر عام پر آئی جسے اس ادارے کے نام (PNAC) سے پہچانا جاتا ہے۔ اس کا عنوان تھا ”امریکی دفاع کی تعمیر نو“ (Rebuilding America's Defenses)۔ اگرچہ اس رپورٹ کے تین مصنف ہیں لیکن اس کے آخری صفحے پر پراجیکٹ میں حصہ لینے والے 27 لوگوں کے نام ہیں جن میں سے 16 یقینی طور پر صیہونی ہیں۔ 90 صفحات پر مشتمل اس رپورٹ کے پیچھے بڑی تیل کمپنیاں، اسلحہ ساز کمپنیاں اور صیہونی تیلوں ہی شامل ہیں۔ اس رپورٹ کا مقصد امریکی عظمت اور عالمی غلبے کا خواب قوم کے سامنے رکھ کر اسے بنی نوع انسان کے خلاف مستقل جنگ و جدل میں جھونکنا ہے تاکہ چند سرمایہ داروں کے مفادات کا تحفظ اور فروغ ہو سکے۔ اسے پڑھنے کے بعد یہ خیال آتا ہے کہ اس رپورٹ کا نام ”دنیا پر قبضے کے لیے امریکی دفاع کی تعمیر نو“ ہونا چاہیے۔ جہاں کرہ ارض کے تیل کے وسائل ہیں، ان پر قبضہ کیا جائے اور جہاں دیگر قیمتی ذخائر ہیں وہاں انہیں مقامی لوگوں سے چھین لیا جائے۔

اس رپورٹ میں امریکی حکومت کو ترغیب دی گئی تھی کہ وہ زیادہ تعداد میں سپاہ تیار کرے جنہیں وہ تیزی سے میدان جنگ میں پہنچا کر ”بیک وقت کئی بڑی جنگیں جیتنے“ کی صلاحیت پیدا کرے۔ اس سے پہلے امریکی افواج کی سٹرٹیجی بیک وقت صرف دو بڑی جنگیں لڑنے کے

دو صیہونیوں رابرٹ کاگان اور ولیم کرشٹل نے 1997ء میں ایک ادارہ قائم کیا جس کا نام پراجیکٹ آف نیو امریکن سنچری (PNAC) رکھا گیا۔ 3 جون 1997ء کو رمز فیلڈ، صدر بش کے بھائی جیب بش، پال ولفوٹز اور اسی قبیل کے کئی افراد نے اس ادارے کے رہنما ”اصولوں“ پر مبنی ایک دستاویز پر ہر تصدیق ثبت کی۔ یہ تمام خواہاں جنگ و جدل بعد میں صدر بش کی کابینہ کا حصہ بن گئے۔ انتہا پسندوں کا یہ ٹولہ درحقیقت بہت سے مفادات کا ترجمان ہے۔ اس ٹولے میں متذکرہ بالا ناموں کے علاوہ اور درخشاں ستارے بھی شامل ہیں۔ رچرڈ پریل، جیمز بولٹن، زلے خلیل زاد، جیمز وولزے، ولیم بینیٹ، ڈین کوئیل وغیرہ سبھی اس نام نہاد ”امریکی“ پراجیکٹ کے قائدین ہیں۔ یہ قابل ذکر ہے کہ رمز فیلڈ، ولفوٹز، رچرڈ پریل، بولٹن، کاگان، ولیم کرشٹل، ایلین ابراہمز اور زاکیم وغیرہ یہودی النسل ہونے کے ساتھ ساتھ صیہونیت کے پرستار بھی ہیں۔ یہ سبھی اس ”امریکی“ پراجیکٹ کا حصہ ہیں۔

بش سینئر کی کابینہ میں امریکہ کا موجودہ نائب صدر ڈک چینی وزیر دفاع تھا اور ولفوٹز اس کا انڈر سیکریٹری تھا۔ 1992ء میں روس کے نکھر جانے کے فوراً بعد ہی ولفوٹز نے حکومت کو یہ مشورے دینے شروع کر دیئے کہ اب چونکہ امریکہ دنیا کی واحد سپر پاور ہے، اسے بڑے جارحانہ انداز میں آگے بڑھ کر ایک ”نیا آرڈر“ قائم کرنا چاہیے۔ اگر اس نیو ورلڈ آرڈر یعنی نئے عالمی نظام کے لیے اتحادی ساتھ نہ بھی دیں تو بھی امریکہ کو تنہا دنیا پر اپنی مرضی مسلط کرنی چاہیے۔ اسی دور میں ولفوٹز نے عراق پر امریکی قبضے کے لیے ترغیب بھی دینی شروع کی تھی تاکہ خلیجی وسائل ”بالخصوص تیل جیسی بنیادی چیز“ کے حصول کو ”یقینی“ بنایا جاسکے۔

امریکی سرمایہ داروں نے بہت سے پالتو دانشور تنخواہ پر رکھے ہوئے ہیں جو ان کے مفادات کے فروغ کے لیے شب و روز کام کرتے ہیں اور اپنے نام نہاد بلند خیالات ”فارن افیئرز“ جیسے مخصوص جرائد میں شائع کرتے ہیں۔ یہ مضامین پھر ”امریکی“ پالیسی بن جاتے ہیں اور بسا اوقات انہیں کتابی صورت میں شائع کروا کر ان کی تشہیر کی جاتی ہے۔ اس طرح

سرمایہ دارانہ مفادات پر ”علمی“، قلعی چڑھائی جاتی ہے اور عوام کے ذہنوں پر اثر انداز ہوا جاتا ہے۔ اس کی آمدن میں اضافہ بھی کیا جاتا ہے۔

اسی طرح کا ایک پالتو دانشور لے خلیل زاد ہے جس نے 1995ء میں ایک کتاب شائع کی جس میں یہی نقطہ نظر اختیار کیا گیا تھا کہ امریکہ کو تمام دنیا کے وسائل اپنے قبضے میں لینے کے لیے جارحانہ پالیسی اختیار کرنی چاہئے۔ اس کے بعد بل کرشٹل اور کاگان نے ”فارن افیئرز“ میں دو مضامین شائع کیے جس میں اسی لائن کی تائید اختیار کی گئی اور یہ کہا گیا کہ امریکہ کو ایک فراخ دلانہ عالمی غلبہ یا بادشاہت Benevolent global hegemony قائم کرنی چاہئے۔ یہی نقطہ نظر برزنسکی نے اپنی معروف کتاب ”دی گریڈ چیس بورڈ“ میں اختیار کیا جو 1997ء میں شائع ہوئی۔

”امریکی صدی“ کے سب سے عسکری منصوبہ

ڈاکٹر مجاہد کامران

وائس چانسلر

پنجاب یونیورسٹی لاہور

سے ان دانشوروں

گمراہی میں تھے۔“

چنانچہ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ نبی ﷺ نے دعوت و جہاد کی اس پوری تحریک کو تعلیم و تعلم کی ایک عمومی تحریک بھی بنا ڈالا کہ جس کے ساتھ پر عزم اور حوصلہ مند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بہت بڑی تعداد تیار ہو گئی۔ نبی ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایسی شاندار

کسی بھی معاشرے اور کسی بھی قوم کا اصل اثاثہ اس کے دولت مند لوگ نہیں ہوا کرتے بلکہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو دوسروں کو تعلیم دینے، اخلاق سکھانے اور عاقبت سنوارنے کا اہم فریضہ سرانجام دیتے ہوں اور جن کی محنتوں اور کوششوں سے آنے والی نئی نسل زندگی کے مختلف شعبوں میں اپنا کردار ادا کرتی ہے۔ یوں ملکوں اور معاشروں میں ارتقاء

ملک اور معاشرے کی اصلاح کے لیے اساتذہ جماعۃ الدعوة کا قیام

پروفیسر حافظ ابن القیم مسؤل شعبہ اساتذہ، جماعۃ الدعوة پاکستان

اور کامیابیوں کا سفر طے ہوتا چلا جاتا ہے۔ ملکوں اور معاشروں کی عمومی اصلاح اور تربیت کے لیے اساتذہ کا کردار نہایت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔

خود نبی ﷺ کی سیرت مطہرہ کو دیکھا جائے تو آپ ﷺ نے بحیثیت استاد ایک ایسا شاندار کردار ادا فرمایا کہ سب جہالتیں چھٹے لگیں اور آن کی آن میں لوگوں کو دین سمجھ آنے لگا۔ یوں مخلص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک کھپ تیار ہونے لگی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (سورۃ ال عمران: 164)

”تحقیق اللہ تعالیٰ نے احسان کیا وہ منوں پران میں سے رسول بھیجا وہ ان پر اپنے رب کی آیات پڑھتا ہے ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ حالانکہ بلاشبہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی

تربیت فرمائی کہ وہ سب کے سب بہترین اساتذہ بنے اور انہوں نے آنے والی نسل کو نبی

تابعین کی تربیت فرمائی۔ اپنے کردار اور عمل سے ان کو دین سکھایا۔ خیر کی طرف بلا آنے والے استاد کی فضیلت کے حوالے سے ابوامامہ بابلی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَأَهْلَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ حَتَّى النَّمْلَةِ فِي جُحُورِهَا وَحَتَّى الْحُوتِ لَيُصَلُّونَ عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرِ (صحیح ترمذی)

”بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور زمین و آسمان کی مخلوقات یہاں تک کہ اپنے بل میں گھسی ہوئی چوہنی اور مچھلیاں اس شخص کے لئے رحمت کی دعا کرتی ہیں جو لوگوں کو خیر سکھانے والا ہے۔“

اس سے یہ بات واضح طور پر سمجھ آتی ہے کہ بنیادی طور پر اسلام کا مزاج ہی تعلیم اور تعلم کا ہے اور اسلام میں تعلیم کے حصول کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ اسی مناسبت سے اسلام میں معلم اور مربی کا کردار بھی بہت اہمیت کا حامل ہے۔ کیونکہ اگر آپ مجموعی طور پر اپنے ملک

اور معاشرے میں بہتری لانا چاہتے ہیں تو اس کے معلم اور مربی کو بہتر کیجیے آپ کے معاشرے میں اصلاح اور تربیت کا مکمل شروع ہو جائے گا۔

اسی بات کو سامنے رکھے ہوئے اساتذہ جماعۃ الدعوة کا قیام عمل میں لایا گیا ہے تاکہ اساتذہ کرام کی تربیت کا ایک ایسا نظام مرتب کیا جائے جس میں ان کے کردار اخلاق اور عمل کی اصلاح ہو سکے۔ وہ فرائض منصبی صحیح طور پر ادا کرنے کے لیے اپنی ذمہ داریوں کا ادراک کر سکیں اور مادیت پرستی، اللہ کی نافرمانی، دین سے دوری اور اخلاقی گراؤ کا صحیح طور پر تذکرہ ہو اور تعلیمی اداروں میں اساتذہ کرام کے اندر ایک ایسی قوت کھڑی ہو جس کا مقصد کسی کو نیچا دکھانا نہ ہو اور تنظیم کے مقابلے میں تنظیم کھڑی کرنے کی بجائے ایک واضح منہج اور ٹھوس مقصد حیات ہو اور ہر پہلو اور ہر مسئلے کے حل کے لئے نبی ﷺ کے اسوہ کو پیش کرنا ہو۔

نصاب تربیت

دنیا میں کوئی تنظیم، کوئی جماعت جب بنتی ہے یا اپنی تحریک کھڑی کرتی ہے تو وہ اپنا کچھ لٹریچر، اپنا تعارف لوگوں کے سامنے پیش کرتی ہے اور اس میں امتیاز کرنے کے لیے تحریکوں کے درمیان اہمیت اس بات کی ہوتی ہے کہ اس جماعت کا بنیادی نصاب کیا ہے؟ داخلے کا طریقہ کیا ہے؟ یہ سوال ہر جماعت سے ہوتے ہیں۔ اس بنیاد پر ہمارے ہاں جتنی بھی جماعتیں ہیں ان کا اپنا نصاب نصاب موجود ہے۔ دین کی بنیاد پر کھڑی ہونے والی جماعتیں نصاب رکھتی ہیں جس میں خاص مواد ہوتا ہے جو وہ اپنے سے وابستہ لوگوں کو سمجھانا چاہتی ہیں۔ کچھ لوگوں نے نمبرز بنا رکھے ہیں، کچھ نے فضائل کی کتابیں مرتب کی ہوئی ہیں اور کچھ نے گریڈز بنا رکھے ہیں۔ اتنا نصاب پڑھ لو تو ہمارے فلاں لیول پر آ جاؤ گے۔ ہمارے فلاں مفکر کی اتنی کتابیں پڑھ لو تو فلاں ڈگری دے دی جائے گی وغیرہ وغیرہ۔

نصاب کی ضرورت اور اہمیت سے انکار نہیں ہے۔ لٹریچر کا چھپنا ایک ضرورت ہے لیکن بات یہ ہے کہ تربیت کے لیے ہمارے پاس نصاب کیا ہے؟ کیا انسانوں کی سوچ اور عقل کا مرتب کردہ نصاب اللہ تعالیٰ کے ہاں مقصود فائدہ دے سکتا ہے یا وہ نصاب جو اللہ رب

العرز نے آسمان سے کتاب و سنت کی صورت میں نازل کیا، اس کا تربیت کا انداز فطری ہے جیسا کہ قرآن مجید نازل ہوتا رہا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تربیت حاصل کرتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ کا منصب بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

”کہ (آپ ﷺ) انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔“ اور کتاب و حکمت وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی، اسی حوالے سے جیسا کہ ازواج مطہرات کو حکم دیا گیا:

وَإِذْ كُنَّا مَائِكُمْ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ (سورۃ الاحزاب: 34)

”اور تمہارے گھروں میں اللہ کی جن آیات اور دانائی کی جن باتوں کی تلاوت کی جاتی ہے انہیں یاد کرو۔“

یہاں اس آیت مبارکہ میں اہمات المؤمنین کو گھروں میں کتاب و حکمت کی سمجھ اور تلاوت کے حوالے سے جو حکم دیا گیا ہے اس میں نکتہ کے طور پر یہ بات سمجھ آتی ہے کہ کتاب و سنت کی صورت میں ایک نصاب تربیت موجود ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور یہی نصاب تربیت نہ صرف گھروں کے لیے ہے بلکہ پوری امت کے تمام انسانوں اور ان کی تمام جماعتوں کے لیے ہے۔ چنانچہ جس جماعت کا تربیتی نصاب بھی وہی ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل فرمایا، تو یہ اس جماعت کو پرکھنے کی بنیاد ہوگی کہ وہ جماعت حق ہے یا نہیں۔

اس اعتبار سے اساتذہ جماعۃ الدعوة کے لیے اصل نصاب تربیت کتاب و سنت ہی ہے اور کتاب و سنت کو سمجھنے کے لیے دو طریقے ہیں ایک طریقہ بلا واسطہ اور دوسرا بلا واسطہ ہے۔ بلا واسطہ کتاب و سنت سے مراد قرآن کا سادہ ترجمہ اور اس کی مختصر تفسیر و تشریح ہے، اس میں معروف کتب تفسیر شامل ہیں اور سچی بات یہ ہے کہ کتب تفسیر میں بھی مختلف مدارج ہیں۔ بعض تفاسیر اتنی شاندار ہیں کہ ان میں ہر بات ماثور لائی گئی ہے اور اپنے فلسفوں اور آراء کو زیادہ دخل نہیں دیا گیا قرآن مجید کی آیات کو صاحب قرآن محمد رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث کی روشنی میں سمجھایا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک ایسی تفاسیر سب سے شاندار ہیں جو مذکورہ انداز پر مرتب کی گئی ہیں لیکن ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ بہت سی تفاسیر میں تفسیر کے علاوہ بہت کچھ ہوتا ہے، ان میں اپنی عقل، فلسفہ اور لوگوں کی

آراء کو بہت اہمیت دی جاتی ہے اور صاحب قرآن محمد رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو یا تو بہت کم بیان کیا جاتا ہے یا پھر احادیث کا ذکر ہی معدوم ہوتا ہے۔ جبکہ قرآن مجید اللہ رب العالمین کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اپنی منشا اور مقصود کو بیان فرمایا ہے۔ اللہ رب العالمین کی منشاء اور مقصود کو اسی وقت صحیح طور پر سمجھا جاسکتا ہے کہ جب اس ہستی کی احادیث کو دیکھا جائے جن کو خود اللہ رب العالمین نے قرآن مجید کے نزول اور اسکی تعلیم و تفہیم کے لیے منتخب فرمایا اور ان کو منصب رسالت و نبوت پر سرفراز فرمایا اس لیے ہمارے نزدیک نصاب تربیت کے لیے انہی تفاسیر کو سب سے زیادہ اہمیت اور ترجیح دینی چاہیے جن میں قرآن مجید کی تفسیر صحیح احادیث کی روشنی میں کی گئی ہو، اسی طرح حدیث اور سنت کو سمجھنے کے لیے بھی یہی طریقہ کار ہونا چاہیے۔

بالواسطہ کتاب و سنت کی بنیاد پر نصاب تربیت سے مراد وہ تمام چھوٹی بڑی کتب یا چھوٹے پمفلٹس ہیں جن میں اپنے فلسفوں یا اپنی آراء کے بجائے مختلف دینی مسائل کو کتاب و سنت کی اولہ کے ساتھ پیش کیا گیا۔ دنیا میں مختلف زبانوں میں ایسی بے شمار کتب اور چھوٹے بڑے رسالے موجود ہیں جن میں علماء نے احکام و مسائل کی تفہیم کے لیے بہت شاندار کام کیا ہے اور ان مسائل کی توضیح کے لیے علماء نے نبی ﷺ کی احادیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار پر زیادہ اعتبار کیا ہے۔ چنانچہ اس طریقے میں بھی بنیاد کتاب و سنت ہی ہے۔ دونوں میں بس اتنا فرق ہے کہ بلا واسطہ میں صرف قرآن اور حدیث کا مطالعہ کیا جاتا ہے اور بلا واسطہ میں مختلف مسائل کو سمجھنے کے لیے کتاب و سنت کے دلائل پر مبنی تیار شدہ بحثوں کو مطبوعہ شکل میں پڑھا جاتا ہے لیکن اس میں بھی بنیاد کتاب و سنت ہی ہے جو کہ ہمارا اصل نصاب تربیت ہے۔ مندرجہ ذیل واقعہ سے بات مزید واضح ہوتی ہے۔

ایک مشہور اخبار کے ایک ادارے میں ایک فرقہ پرست عالم کا واقعہ چھپا کہ ان کے محلے کا ایک لڑکا جس کے ہاتھ میں انہوں نے صحیح بخاری دیکھی تو وہ فرقہ پرست عالم پریشان ہو گئے کہ یہ بچہ تو گمراہ ہو جائے گا۔ وہ عالم اسے کہنے لگے یہ کتاب تو علماء کے پڑھنے کی ہے نہ کہ تمہارے پڑھنے کی۔ تم تو براہ راست حدیث پڑھ رہے ہو اس طرح

تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔ براہ راست حدیث پڑھنا تو علماء کا کام ہے تمہارا نہیں وہ نو جوان پریشان ہو گیا کہنے لگا کہ پھر مجھے کیا کرنا چاہئے تو فرمانے لگے تم علماء کی کتابیں پڑھو۔ وہ ڈر گیا جس سے اس نے صحیح بخاری لی تھی اس کو بخاری واپس تھا آیا۔ کہنے لگا یہ آپ اپنے پاس رکھیں۔ جس نے بخاری دی تھی وہ پوچھنے لگا کہ کیا مسئلہ ہوا تو نو جوان کہنے لگا مجھے کسی نے نصیحت کی ہے کہ تم علماء کی کتابیں پڑھا کرو، براہ راست حدیث پڑھنا تو علماء کا کام ہے تمہارا نہیں۔ اب جس نے بخاری دی تھی وہ بھی سمجھدار تھا اس نے کہا کہ میرے پاس تو علماء کی کتابیں بھی ہیں۔ چنانچہ اس نے اس کو تحقیق شدہ صلاۃ الرسول پکڑادی۔ اس نے کہا یہ دیکھو یہ علماء کی کتاب ہے۔ اگلے دن اس کے ہاتھ میں فرقہ پرست عالم نے وہ کتاب دیکھی تو کہا یہ کیا ہے تو اس نو جوان نے کہا یہ بھی ایک عالم دین کی کتاب ہے مگر اس میں انہوں نے صرف نماز کے متعلقہ احادیث کو ایک ترتیب کے ساتھ اکٹھا کیا ہے۔ وہ فرقہ پرست عالم صاحب فرمانے لگے کہ ارے! علماء سے مراد ہمارے فرقے کے علماء ہیں۔ انہوں نے اپنے فرقے کا ذکر فرمادیا۔

یہ سچا واقعہ سننے کا مقصد یہ ہے کہ دین کی بنیاد سے تمسک رکھنے والوں کو کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ خطرہ صرف ان لوگوں کو رہتا ہے جو یہ جانتے ہیں کہ ان کے فرقے کے کئی مسائل کتاب و سنت کے مطابق نہیں اسی لئے وہ لوگوں کو کتاب و سنت کو براہ راست پڑھنے سے روکتے ہیں کہ اگر لوگوں کو یہ پتہ چل گیا کہ ان کے فرقے کے کئی مسائل قرآن و حدیث کے خلاف ہیں تو لوگ ان کے فرقے کو ماننا چھوڑ دیں گے اور آج امت مسلمہ کا سب سے بڑا یہی المیہ ہے۔ حالانکہ کتاب و سنت کے آنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ انہی سے تمسک رکھا جائے اور انہی کو معیار بنایا جائے۔ نبی ﷺ کی زبان مبارکہ سے نکلے ہوئے الفاظ ہمیں اسی بات کا سبق دیتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا تھا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَرَكْتُ فِيْكُمْ اُمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهَمَّا كِتَابَ اللّٰهِ وَ سُنَّةَ نَبِيِّهِ (موطا)

”کہ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں، جب تک تم ان

دونوں کو تھامے رکھو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے (اور وہ) اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت ہے۔“

غلبہ دین کے لیے جدوجہد..... دنیوی و اخروی کامیابی

کاسب

غلبہ دین کے لیے جدوجہد کرنا ہر شخص پر فرض ہے۔ خواہ وہ حاکم ہو یا محکوم، عام ہو یا خاص، امیر ہو یا غریب، سرکاری ہو یا غیر سرکاری غرضیکہ ہر شخص پر اللہ کے دین کے غلبہ کے لیے جدوجہد کرنا فرض ہے۔ وہ قیامت کے دن اللہ کے پاس حساب و کتاب سے اس وقت تک چھوٹ نہیں سکے گا جب تک وہ اس کا بھی حساب نہ دے لے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابِ أَلِيمٍ ۖ تَأْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ (سورة الصف- 11, 10)

”اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایک ایسی تجارت نہ بتاؤں جو تم کو دردناک عذاب سے بچائے اور وہ یہ ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور جہاد کرو۔ اللہ کے راستے میں اپنے مالوں کے ساتھ اور اپنی جانوں کے ساتھ یہ تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تم سمجھو۔“

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی صحیح روایت ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ سَلَطَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَىٰ دِينِكُمْ. (سلسلة الاحاديث الصحيحة للالباني)

”جب تم سودی کاروبار کرنے لگو گے اور بیلوں کی دھن تھام لو گے (یعنی صرف دنیا داری میں پڑ جاؤ گے) اور کھیتی باڑی کرنے پر راضی ہو جاؤ گے اور جہاد کو چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت و رسوائی کو مسلط کر دے گا اور یہ اس وقت تک نہیں بٹے گی جب تک تم اپنے دین

پر واپس نہیں آ جاتے۔“

نبی ﷺ کی زبان مبارکہ سے نکلے ہوئے یہ الفاظ کیسے غلط ہو سکتے ہیں۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ جب بھی مسلمانوں نے غلبہ دین کے لیے جدوجہد کو چھوڑا تو ذلت اور رسوائی ان کا مقدر بن گئی۔ آج اگر دشمنوں کی طرف سے اتنا دباؤ ہے تو وہ صرف اس وجہ سے ہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام پر عمل پیرا نہیں ہیں۔

غلبہ دین کے لیے جدوجہد کرنا..... خیر والا ہونے کی

علامت ہے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ. (سورة ال عمران- 110)

”تم کو اللہ تعالیٰ نے ایک خیر امت بنایا ہے جن کو لوگوں (کی بھلائی) کے لیے نکالا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔“

غلبہ دین کی جدوجہد نہ کرنا..... عذاب الہی اور دعاؤں

کے رو ہونے کا سبب

عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَأْمُرَنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللَّهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِنْهُ ثُمَّ تَدْعُوهُ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ. (رواه الترمذی. ابواب الفتن)

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم کو چاہئے کہ تم نیکی کا حکم دیا کرو اور برائی سے روکا کرو۔ ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی طرف سے ایسی پکڑ بھیجے پھر تم اللہ سے دعائیں بھی کرتے پھر وہ دعائیں قبول بھی نہیں ہوں۔“

بہتر شخص کون؟

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ (فصلت-33)

”اور بات کے اعتبار سے اس سے اچھا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ بے شک میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔“

غلبہ دین کے لیے جدوجہد کتنی اہم ہے

اہل علم کے نزدیک قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ غلبہ دین کی جدوجہد کے حوالے سے نہایت اہمیت کی حامل ہے اور اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العالمین نے تقریباً دنیا کی طرف مائل کرنے والی تمام چیزوں کا ذکر کر دیا ہے۔ فرمایا:

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (التوبة: 24)

”اے نبی آپ کہہ دیجئے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا خاندان اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑنے سے تم ڈرتے ہو اور رہنے کے مکانات، جنہیں تم پسند کرتے ہو، تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

غور کیجیے کہ اس آیت مبارکہ میں تین باتوں کی اہمیت سب سے زیادہ بتائی گئی ہے۔ اللہ سے محبت، اللہ کے رسول سے محبت اور اللہ کے راستے میں جہاد سے محبت۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ غلبہ دین کے لیے جدوجہد کی اہمیت کتنی زیادہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ روزِ آخرت انہی لحات کی قدر و قیمت ہوگی جو فقط اللہ رب العالمین کے لیے صرف کیے ہوں گے۔ انہی لحات نے ہماری قبر کو ٹھنڈا کرنا ہے۔ یہ

دنیا کا کمایا ہوا مال، عہدے اور مرتبے سب کچھ یہیں رہ جانے والے ہیں جس چیز نے ساتھ جانا ہے وہ دین اور اس کے مطابق گزارا ہوئی زندگی ہے۔

یاد رکھیے! موت ایک ایسی حقیقت ہے جو کسی کی تصدیق کی محتاج نہیں کہ وہ صرف اسی کو آتی ہو جو اس کو ماننے والا ہو اور اس کو نہ آتی ہو جو اس کا انکار کرنے والا ہو تو جیسے موت برحق ہے اور ہر ماننے والے یا نہ ماننے والے کو آ کر رہے گی اسی طرح اسلام بھی حق ہے وہ کسی کی تصدیق کا محتاج نہیں ہے۔ آخرت اور حساب و کتاب سب کچھ حق ہے اور یہ سب کچھ ہو کر رہے گا۔

تو جب یہ طے ہے کہ موت آ کر رہے گی تو پھر ہمیں اس بات کا احساس کیوں پیدا نہیں ہوتا کہ ہم اپنی عاقبت اور آخرت بہتر بنانے کا انتظام کریں۔ روزِ محشر اسی شخص نے کامیاب ہونا ہے جس نے اپنی زندگی دین کے مطابق گزارا اور غلبہ دین کے لیے اپنی خدمات پیش کرتا رہا۔ قیامت کے روز کامیابی کا معیار یہ نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے کہیں کہ میرے فرشتو! چلو اس شخص کو جنت میں داخل کر دو یہ فلاں یونیورسٹی کا وائس چانسلر تھا یا یہ کوئی سینئر ہیڈ ماسٹر یا کسی اہم ادارے کا سینئر آفیسر تھا یا کسی ملک کا صدر تھا اور اللہ کے دین کی مخالفت کرنے والے وہ لوگ جن کو آج اتنا پروٹوکول دیا جاتا ہے یہ سب قیامت کے روز اللہ کے دربار میں حساب و کتاب کے لیے موجود ہوں گے۔ قیامت کے روز جب کسی بڑے عہدے والے کو عذاب ہو رہا ہوگا، فرشتے اس کو گرز ماریں گے، اللہ اس کو کہیں گے عذاب کا مزہ چکھ، تو دنیا میں بڑے عہدے والا تھا، میری آیات کو جھٹلاتا تھا۔ لوگوں کو میری آیات پر عمل کرنے سے روکتا تھا۔

فی الحقیقت آج ہم دنیا کمانے میں لگے رہتے ہیں اور آخرت کو بھول جاتے ہیں جبکہ دنیا کا سب کچھ اور کمایا ہوا مال و دولت، دنیا میں ہی رہ جانا ہے اور ساتھ صرف اور صرف نیک اعمال نے جانا ہے اور انہی لحات و ساعات کی قدر و قیمت ہونی ہے جو ہم نے دنیا میں اللہ کے دین کے مطابق بسر کیے۔ کیونکہ آخرت کی کامیابی کا انحصار اس دنیا میں گزارا ہوئی زندگی پر ہے۔ ایسا نہیں کہ آخرت میں سپلیمنٹری کا کوئی موقع مل سکے گا۔ یعنی آخرت میں ہی نتیجے سے پہلے کوئی دوبارہ سے عمل کرنے

کا موقع ملے۔ قطعاً ایسا نہیں ہوگا۔ بلکہ آخرت کی کامیابی کا انحصار اس دنیا میں گزارا ہوئی زندگی پر ہے اور یہ بات بھی سمجھنی چاہیے کہ اللہ کا دین دنیا کا مال و دولت کمانے سے روکتا نہیں ہے بلکہ اللہ کا دین تو حلال کمانے کا حکم دیتا ہے لیکن بات اصل یہ ہے کہ اسلام اللہ تعالیٰ کے حکموں کی مخالفت کرنے سے روکتا ہے اور اسی پر آخرت میں کامیابی و ناکامی کا انحصار ہے۔

آج کچھ لوگ صرف نماز روزہ کرنے سے سمجھتے ہیں کہ آخرت کی کامیابی اسی کے ساتھ مل جائے گی۔ دیکھئے اگر یہی بات ہوتی تو نبی کریم ﷺ کو کیا ضرورت پڑی تھی طائف کے لوگوں کو دعوت دیتے ہوئے پتھر کھانے کی اور اگر محض نماز روزہ ہی کافی تھا تو غزوہ بدر میں قلتِ سروسامانی کے باوجود میدان میں اترنے کی کیا ضرورت تھی؟ اسی طرح غزوہ احد میں کتنے صحابہ کرام شہید ہوئے اور نبی ﷺ کے دانت مبارک شہید ہوئے اور غزوہ احزاب میں مشکلات کی شدت کے باوجود آپ ﷺ نے مقابلہ فرمایا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے پوری حیات طیبہ بطور اسوہ پیش فرما کر دنیوی و اخروی کامیابی کے لیے پورے دین پر عمل پیرا ہونا اور غلبہ دین کے لیے اپنی خدمات پیش کرنا ضروری قرار دے دیا۔

غلبہ دین کے لیے جماعت سے وابستگی کی ضرورت

واہمیت

گزشتہ سطور میں ہم پڑھ آئے ہیں کہ غلبہ دین کے لیے جدوجہد کرنا ہر شخص پر فرض ہے۔ خواہ حاکم ہو یا محکوم، امیر ہو یا غریب، سرکاری ملازم ہو یا غیر سرکاری شخص پر اللہ کے دین کی سر بلندی کے لیے جدوجہد کرنا فرض ہے۔ جیسے یہ بات اسلام میں اہمیت کی حامل ہے بالکل اسی طرح اسلام میں غلبہ دین کے لیے اکیلے جدوجہد کرنے کی بجائے جماعت کی شکل میں اجتماعی انداز سے کرنے کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔

ہم دنیوی اعتبار سے بھی دیکھتے ہیں کہ دنیا میں کوئی بھی کام اس وقت تک بہتر طریقے سے نہیں کیا جاسکتا جب تک اس کو ایک خاص ترتیب اور نظم و ضبط سے نہ کیا جائے جبکہ وہ کام بھی ایسا ہو جو انسانی معاشروں کی بہتری کے لیے ہو تو چونکہ اسلام دینِ فطرت ہے اس لیے وہ معاشروں کی بہتری اور اجتماعی مفاد کے کام کو اجتماعی شکل میں کرنے کی

تعلیم دیتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا اصل ہدف مسلم معاشروں میں اجتماعیت ہی کا قیام ہے جو دنیا میں امن و امان اور عدل و انصاف کا ضامن ہوتا ہے۔ مجموعی طور پر اگر نظر دوڑائی جائے تو سمجھ آتی ہے کہ اسلام اجتماعیت کو پسند کرتا ہے۔ اسی لیے اہم دینی شعائر مثلاً باجماعت نماز کی ادائیگی کو دیکھئے کہ اسلام میں (کسی شرعی عذر کے علاوہ) فرض نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **وَازْكُمُوْا مَعَ الرَّاٰكِعِيْنَ** کہ ”رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو“۔ یہاں مع الراکعین سے مراد نماز کی ادائیگی کے لیے جماعت کے ساتھ شامل ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس اعتبار سے غلبہ دین کی جدوجہد کے لیے جماعت سے وابستگی اور باجماعت نماز کی ادائیگی میں ایک مماثلت دکھائی دیتی ہے۔ اسی طرح دیگر عبادات، عیدین اور حج سے لے کر گواہوں کی موجودگی میں علی الاعلان نکاح تک اور کاروبار وغیرہ میں اجتماعی طرز حیات کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ چنانچہ معاشرے کی بہتری اور مذکورہ تمام امور کو ایک خاص منظم شکل میں سرانجام دینے کے لیے جو نظام پایا جاتا ہے اس کو اسلام کی اصطلاح میں جماعت و امارت کا نظام کہتے ہیں اور اسلام میں اس کی بہت اہمیت بیان کی گئی ہے۔ مندرجہ ذیل دلائل سے ہمیں بات سمجھ آ سکتی ہے:

اولاً: نبی کریم ﷺ کی تعلیمات میں یہ بات بنیادی طور پر سمجھ آتی ہے کہ اگر کوئی چھوٹے سے چھوٹا بیڑے سے بڑا کام بھی کرنا ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اس میں کوئی ذمہ دار یعنی امیر مقرر کیا جائے۔ حتیٰ کہ نبی ﷺ نے سفر کے دوران بھی امیر مقرر کرنے کا حکم دیا ہے۔ خواہ وہ چند افراد ہی کیوں نہ ہوں۔ جیسا کہ اس حدیث سے سمجھ آتی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ ثَلَاثَةٌ فِي سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوا أَحَدَهُمْ. (رواه ابو داؤد، کتاب السجھاد۔ رقم الحديث: 2609)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تین آدمی سفر میں ہوں تو وہ اپنے میں سے کسی ایک کو اپنا امیر بنالیں۔“

اس حدیث سے سمجھ آتی ہے کہ جب ایک سفر کے دوران اجتماعی شکل میں رہنے کی اور امیر مقرر کرنے کی اتنی اہمیت ہے تو سفر سے زیادہ اہمیت کے حامل کاموں میں اجتماعیت اختیار کرنے کی بالاولیٰ اہمیت ہوگی۔

ثانیاً: جامع ترمذی کی صحیح حدیث ہے: نبی ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْفِرْقَةَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الْإِثْنَيْنِ أَبْعَدُ مَنْ أَرَادَ بُحْبُوحَةَ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزِمُ الْجَمَاعَةَ. (صحیح ترمذی، ابواب الفتن، باب فی لزوم الجماعة)

”لوگو! جماعت کو لازم پکڑو اور فرقہ بازی سے احتراز کرو کیونکہ شیطان اکیلے شخص کا ساتھی ہے اور دو سے بہت زیادہ دور ہے جو شخص اعلیٰ اور جنت کے وسط کا خواہشمند ہے وہ جماعت کو لازم پکڑے۔“

مندرجہ بالا حدیث سے جماعت سے وابستگی کی اہمیت واضح ہوتی ہے اور نبی ﷺ نے جماعت سے عدم وابستگی کو ”فرقہ“ قرار دیا ہے کہ جس سے انسان شیطان کے مکر و فریب کا شکار ہوتا ہوا گمراہی کی طرف چلا جاتا ہے۔

اور یہی بات مندرجہ ذیل صحیح حدیث سے مزید واضح ہوتی ہے۔ حارث اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَأَنَا أَمْرُكُمْ بِخَمْسٍ اللَّهُ أَمَرَنِي بِهِنَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ وَالْجِهَادُ وَالْهَجْرَةُ وَالْجَمَاعَةُ فَإِنَّهُ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ قَبِيلٌ شَبِيرٌ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ إِلَّا أَنْ يَرْجِعَ وَمَنْ ادَّعَى دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ فَإِنَّهُ مِنْ جُثَا جَهَنَّمَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَإِنْ صَلَّى وَصَامَ قَالَ وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ“ (صحیح ترمذی، مسند احمد، قال الابانی اسنادہ صحیح)

”میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دے رہا ہوں ان باتوں کا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے۔ جماعت کو لازم پکڑنے کا، (اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں) امیر کی بات سننے کا، اپنے امیر کی اطاعت کرنے کا، اللہ کے راستے میں گھر بار چھوڑنے کا، اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا، پس اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص جماعت سے بالشت بھر بھی نکل گیا، تحقیق اس نے اسلام کی رسی کواپنی گردن سے اتار پھینکا حتیٰ کہ وہ جماعت میں واپس پلٹ آئے اور جس شخص نے جاہلیت کا نعرہ بلند کیا اس کا شمار جہنمیوں میں سے ہوگا۔ ایک صحابی نے پوچھا اللہ کے رسول ﷺ اگرچہ وہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے آپ نے فرمایا اگرچہ وہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور مسلمان ہونے کا زعم رکھتا ہو۔“

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مختلف احادیث میں لفظ ”جماعت“ تکرار سے آ رہا ہے اور اس سے وابستگی کی بہت اہمیت بیان کی جا رہی ہے تو سوال یہ ہے کہ اس جماعت سے مراد کون سی جماعت ہے اور کیا اس کے لیے کسی خاص جماعت کے نام کو متعین کیا جاسکتا ہے کہ لفظ جماعت سے مراد بس وہی ایک خاص جماعت ہے۔ نہیں ایسا نہیں..... بلکہ ہم سمجھتے ہیں کہ کسی خاص جماعت کے محض نام کی بنیاد پر تعین نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ کسی جماعت کے کام، فکر اور منہج کی بنیاد پر یہ ضرور متعین کیا جاسکتا ہے کہ یہ جماعت کیسی ہے؟

نبی ﷺ کی احادیث میں جو معیار پیش کیا گیا ہے وہ کسی خاص علاقائی بنیاد پر نہیں اور نہ ہی کسی شخصیت کے نام سے جاری کسی سلسلے کی بنیاد پر ہے۔ بلکہ اس معیار کی بنیاد صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر ہے۔ چنانچہ ایسی جماعت جو نبی ﷺ کی سیرت کے مطابق دعوت و جہاد کی علمبردار ہو، بدعات و رسومات اور خرافات کا رد کرتے ہوئے عقیدہ توحید اور اتباع سنت کی داعی ہو اور غیر اسلامی نظاموں کی اسلام کے ساتھ آمیزش سے بچنے والی ہو، جو اہل اسلام کے لئے نرم خو مگر اہل کفر پر بھاری ہو اور کسی کی مخالفت یا ملامت اس کو پریشان نہ کرنے والی ہو تو یقیناً ایسی جماعت اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ اس سے مل جانا اور اس کا حصہ بن جانا، فتنوں سے بچنے کا باعث ہے اور دین کی خدمت کرنا ہے۔ قرآن مجید میں بھی اللہ رب العالمین اہل حق کے بارے میں فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ

فَسَوْفَ يَأْتِيَ اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ. (سورة المائدہ-54)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ عنقریب ایسے لوگ لائے گا کہ وہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے، مومنوں پر بہت نرم ہوں گے، کافروں پر بہت سخت، اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ اسے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“

اساتذہ جماعۃ الدعوة کا عملی پروگرام

1- یونیورسٹیز کے پروفیسرز اور سکالرز پر مشتمل تھنک ٹینک کا قیام

Institute of Policy Research & (IPRA) Analysis

اس تھنک ٹینک کا مقصد ملکی اور عالمی سطح پر اٹھنے والے تمام سیاسی، معاشرتی، دفاعی اور علاقائی مسائل کے متعلق صحیح اور متوازن نقطہ نظر جاننے کے لیے تحقیق، مکالمہ، سیمینارز، کانفرنسز، لیکچرز، اظہار خیال نیز ایسے موضوعات پر پرنٹ میڈیا میں مضامین دینا اور مختلف ذرائع ابلاغ کے پروگراموں میں شرکت کرنا ہے۔ تاکہ پالیسی ساز سیاستدان، قانون ساز، سرکاری حکام، تجزیہ نگار، اہل علم اور پیشہ ورانہ ماہرین تک اسلام کی سچی اور کھری دعوت پہنچائی جاسکے۔

2- اسلامک ریسرچ سکالرسوسائٹی

Islamic Research Scholar (IRSS) Society

ملک کی تمام سرکاری یونیورسٹیز وغیرہ سرکاری جامعات و مدارس جہاں علوم اسلامیہ سے متعلق مختلف موضوعات پر ریسرچ کی جا رہی ہے

خواہ وہ مرحلہ ایم اے کا ہو یا ایم فل، پی ایچ ڈی یا کسی مدرسے کا ہو تو ایسے تمام ریسرچ سکالرز سے رابطہ کرنا، ان کو ریسرچ سے متعلقہ ذرائع سے آگاہی دینا اور ریسرچ سکالرز کی مرتب کردہ تحقیق سے عامۃ الناس کو مستفید کرنا نیز علوم اسلامیہ سے متعلقہ موضوعات پر علمی و تحقیقی سیمینارز کا انعقاد اس ادارے کی بنیادی ذمہ داری ہے۔

3- پاکستان سینئر ٹیچنگ سٹاف ایسوسی ایشن

(گرڈ 16 سے 20 تک)

Pakistan Senior Teaching Staff (PSTSA) Association

گرڈ 16 سے لے کر گرڈ 20 تک کے تمام اساتذہ کرام کہ جن میں SST، سینئر ہیڈ ماسٹرز، ہیڈ ماسٹرز اور پروفیسرز سے رابطہ کرنا اور تمام ایسے سینئر اساتذہ کرام کی سالانہ دوروزہ کانفرنس کا انعقاد اس ادارے کی ذمہ داری ہے اور اس کانفرنس کا مستقل موضوع ”اسلامی اور غیر اسلامی نظام تعلیم کا موازنہ اور اساتذہ کی ذمہ داریاں“ ہوگا اور کانفرنس میں باقی ذیلی موضوعات اسی موضوع سے متعلق ہوں گے۔ تاکہ اساتذہ کرام ہر طرح کے ملکی، گروہی، سیاسی اور فرقہ وارانہ شناخت سے بالاتر ہو کر یہ جان سکیں کہ آج کے اس دور میں ایک سچے مسلمان استاد کی کیا ذمہ داریاں بنتی ہیں۔

4- نظریہ تمکیل پاکستان ٹرسٹ

اس ادارے کا مقصد قیام پاکستان کی بنیاد لاء اللہ کی عظمت و رفعت کو بحال کرنے کے لیے مختلف لیکچرز اور سیمینارز کا انعقاد ہے خاص طور پر کشمیر پر بھارتی جارحیت کے حوالے سے اور نظریاتی اور فکری طور پر پاکستان میں بڑھتی ہوئی لادینیت کی روک تھام کیلئے مختلف تعلیمی اداروں، تعلیمی فورمز میں مذکورہ موضوعات پر پروگرامز کو منعقد کروانا ہے۔ خواہ وہ 5 فروری ہو یا 23 مارچ، 14 اگست، 6 ستمبر یا 16 دسمبر ہو تو ایسے مواقع پر اساتذہ کرام کو Presentation دینا، اس ادارے کی ذمہ داری ہے۔

اساتذہ جماعت الدعوة کے ذیلی شعبہ جات

- ☆.....شعبہ دعوت و اصلاح
- ☆.....شعبہ رابطہ و تنظیم
- ☆.....شعبہ تعلیم متاثرین آفات
- ☆.....شعبہ تعلیمی و نصابی امور
- ☆.....شعبہ نشر و اشاعت
- ☆.....شعبہ مالیات
- ☆.....شعبہ خدمت اساتذہ
- ☆.....شعبہ خواتین اساتذہ

شعبہ دعوت و اصلاح

اس شعبہ کے زیر اہتمام ہر ضلع، تحصیل اور سیکٹر/حلقے کے سطح پر درس قرآن وحدیث دینے اور اصلاحی گفتگو کرنے والے اساتذہ کرام کی ایک دعوتی ٹیم مرتب کی گئی ہے۔ اپنی تحصیل اور سیکٹر/حلقے میں ہر طرح کے دعوتی پروگرامز میں حصہ لینا اور ایسے پروگرامز کا انعقاد اس شعبہ کی ذمہ داری ہے۔ نیز اس شعبہ کے ذمہ مختلف تعلیمی اداروں میں کتاب وسنت پر مشتمل نصیحت آموز تحریروں کی صورت میں دلچسپ سرکلر جاری کرنا اور اساتذہ و طلباء تک اسلام کا پیغام پہنچانا شامل ہے۔

شعبہ رابطہ و تنظیم

اساتذہ کی دیگر تنظیمات اور ایسوسی ایشنز سے رابطے کے علاوہ اساتذہ جماعت الدعوة کے زیر اہتمام یونیورسٹی، کالج سکول اور ضلع کی تمام تحصیلوں، سیکٹر و حلقوں کے ذمہ داران سے رابطے کو بہتر بنانا اور رابطے سے متعلقہ ہر کمزوری کو دور کرنا ہے۔

شعبہ تعلیم متاثرین آفات

جماعت الدعوة کے زیر اہتمام یہ شعبہ ملک بھر میں زلزلہ اور سیلاب کی صورت میں آنے والی آفات کے متاثرین کی مدد اور متاثرہ علاقوں میں تعلیمی سہولتوں کی فراہمی کے لیے کوشش کرتا ہے۔ اس شعبہ کے زیر اہتمام 2005ء کے زلزلہ سے لے کر پاکستان میں آنے والے

موجودہ سیلاب تک بھرپور طریقے سے ریلیف کا کام کیا گیا۔ ایمر جنسی بنیادوں پر متاثرین کے لیے فائبر سے بنے ہوئے کلاس رومز اور خیموں پر مشتمل سکولوں کا اہتمام کیا گیا۔ جماعت الدعوة کے زیر انتظام متاثرین کے لیے مختلف بستیاں بنائی گئیں اور ان میں تعلیم حاصل کرنے والے بچوں اور بچیوں کو اساتذہ کا فوری طور پر انتظام کر کے تعلیم و تدریس کا بندوبست کیا گیا۔ تاکہ پڑھنے والے بچوں کا وقت ضائع نہ ہو سکے۔

شعبہ تعلیمی و نصابی امور

اس شعبہ کی بنیادی ذمہ داری نظام تعلیم اور نصاب تعلیم سے متعلقہ ہے کہ جس کے تحت حکومتی سطح پر ہونے والی تبدیلیوں کو دیکھنا اور ان میں غیر اسلامی باتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اسلام سے حاصل شدہ رہنمائی کو پہنچانا ہے۔ اس شعبہ کی بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ اسلامی اور غیر اسلامی نظام تعلیم میں بنیادی فرق کو اساتذہ کرام تک صحیح معنوں میں پہنچایا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ نصاب تعلیم کی اصلاح کرتے ہوئے متبادل بھی پیش کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے جماعت الدعوة کے زیر اہتمام ممتاز اساتذہ کرام نصاب تعلیم کی اصلاح پر کام کر رہے ہیں اور الاثر پبلیکیشنز کے تحت کچھ مراحل کے لیے کتب تیار ہو کر آچکی ہیں اور کچھ تعلیمی اداروں میں انہیں پڑھایا جا رہا ہے۔

شعبہ نشر و اشاعت

اساتذہ کرام کے لیے منہج تربیت اور نصاب تربیت سے متعلقہ مختلف موضوعات پر لٹریچر کے طور پر چھوٹے یا بڑے پمفلٹ کی طباعت نیز مجلہ اساتذہ اور اس کی ویب سائٹ اسی شعبہ کے زیر اہتمام ہیں۔

مجلہ اساتذہ

اساتذہ کرام کے لیے موجودہ حالات سے متعلقہ ایک علمی و تحقیقی مجلہ کی طباعت عمل میں لائی گئی ہے۔ اس میگزین میں ملک بھر سے یونیورسٹیز اور کالجز کے پروفیسرز اور جدید علماء و اساتذہ کے مضامین شائع ہوں گے اور اس کے ساتھ ساتھ شعبہ اساتذہ کی دعوتی سرگرمیوں کی مختصر رپورٹ بھی ہوگی۔ یہ رسالہ ابتداء میں سہ ماہی ہے۔ ان شاء اللہ کچھ عرصہ بعد یہ ماہنامہ ہو جائے گا۔

ویب سائٹ

مجلہ اساتذہ کے تمام علمی، فکری اور تحقیقی مضامین کو اس سائٹ کے ذریعے انٹرنیٹ پر وزٹ کیا جاسکتا ہے۔

شعبہ خدمت اساتذہ

اس شعبہ کے زیر اہتمام مختلف اضلاع اور تحصیلوں میں ایسے اساتذہ کرام جو کسی پریشانی اور مشکل کا شکار ہیں تو سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے اساتذہ کرام کے ایسے مسائل حل کرنے میں ممکنہ تعاون کرنا اس شعبہ کی ذمہ داری ہے۔

شعبہ خواتین اساتذہ

یہ شعبہ جماعت الدعوة کے شعبہ خواتین کے تحت کام کرے گا۔ البتہ تمام اضلاع اور تحصیلوں میں خواتین اساتذہ کی مسؤلات اسی طرح سے کام کریں گی جو دعوتی و اصلاحی طریقہ کار مردوں کے لیے وضع کیا گیا ہے۔

اساتذہ جماعت الدعوة کا دعوتی و اصلاحی طریقہ کار

دعوتی و اصلاحی طریقہ کار مندرجہ ذیل ہے:

ترجمہ القرآن کلاسز

قرآن مجید اللہ رب العالمین کا کلام اور اس کی آخری کتاب ہے۔ قرآن مجید کا معجزہ یہ ہے کہ دنیا کے ہر پہلو کے حوالے سے ہمیں اس سے راہنمائی ملتی ہے اور افسوسناک بات یہ ہے کہ قرآن ہماری زندگیوں سے نکلتا جا رہا ہے۔ جبکہ ہمارے اسلاف قرآن مجید کو حدیث کی روشنی میں پڑھتے ہوئے اپنی مکمل اصلاح اور تربیت کا اہتمام کرتے تھے تو اساتذہ جماعت الدعوة کے زیر اہتمام ہر سیکٹر اور حلقے تک ترجمہ القرآن کلاسز تجویز کی گئی ہیں جن میں قرآن مجید کی کسی خاص سورہ کو مکمل ترجمہ اور مفہوم کے ساتھ سمجھنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔

درس قرآن وحدیث

درس قرآن یا درس حدیث اور ترجمہ القرآن کلاس میں فرق یہ

ہے کہ ترجمہ القرآن کلاس میں باقاعدہ کوئی سورہ کا ترجمہ اور مفہوم سمجھایا جاتا ہے۔ جبکہ درس قرآن میں کسی بھی مقام سے چند آیات یا درس حدیث میں کتاب الجامع یا ریاض الصالحین یا کسی بھی حدیث کی کتاب سے درس دیا جاسکتا ہے۔ درس قرآن وحدیث کی ترجمہ القرآن کلاس سے جداگانہ حیثیت اس اعتبار سے بھی ہے کہ جو لوگ مستقل عنوان کے تحت ہونے والی ترجمہ القرآن کلاس میں باقاعدہ شرکت نہیں کر پاتے وہ ایسے دروس میں شریک ہو کر مستفید ہو سکتے ہیں۔

تحصیل اور (سیکٹر/حلقہ) میں دعوتی و تنظیمی مجالس

اساتذہ جماعت الدعوة کے زیر اہتمام ایک تحصیل کو سیکٹر میں اور سیکٹر کو حلقے میں تقسیم کیا گیا ہے اور اسی طرح حلقہ کو کائی کے طور پر سمجھتے ہوئے اس کو بھی دو طرح سے تقسیم کیا گیا ہے۔

- 1- تعلیمی حلقہ (جہاں اساتذہ کرام پڑھاتے ہیں)
- 2- رہائشی حلقہ (جہاں اساتذہ کرام رہائش پذیر ہیں)

مستقل ہفتہ وار دعوتی و تنظیمی مجلس (سیکٹر/حلقہ کی سطح پر)

ایک تحصیل کے ہر سیکٹر اور حلقے میں ہفتہ وار کم از کم ایک ترجمہ القرآن کلاس یا درس قرآن وحدیث کی ایک مجلس کا لازمی طور پر اہتمام کیا گیا ہے۔

ماہانہ دعوتی و تنظیمی مجلس (تحصیل کی سطح پر)

ہر سیکٹر اور حلقے میں تین ہفتے مجلس منعقد ہونے کے بعد یہ چوتھی مجلس تحصیل کی سطح پر ماہانہ دعوتی و تنظیمی مجلس کے طور پر ہوتی ہے جس میں درس قرآن وحدیث کے علاوہ اساتذہ کرام کے تنظیمی امور پر بات چیت شامل ہے۔

سہ ماہی علمی و تحقیقی سیمینار (ضلع کی سطح پر)

دو ماہ تک ہر تحصیل کی یہ دعوتی و تنظیمی مجالس کے بعد تیسرے ماہ ضلع کی سطح پر ایک سہ ماہی علمی و تحقیقی یا کسی بھی اہم موضوع پر سیمینار کا اہتمام کیا گیا ہے جس میں ضلع کے جدید علماء پروفیسرز اور اساتذہ کرام کی شرکت اور مختلف موضوعات پر دلچسپ اور نصیحت آموز گفتگو شامل ہے۔

شعبان المعظم کے مسنون و غیر مسنون اعمال

کے لئے آگ روشن کردی جائے تاکہ لوگ اسے دیکھ کر نماز کے لئے اکٹھے ہو جائیں لیکن نبی ﷺ نے اس بات کو پسند نہیں فرمایا۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔

كَانَ الْمُسْلِمُونَ حِينَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ يَجْتَمِعُونَ فَيَتَحَنُّونَ الصَّلَوَاتِ وَيَكْسِرُونَ بِهَا أَحَدًا فَتَكَلَّمُوا يَوْمًا فِي ذَلِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اتَّخَذُوا نَاقُوسًا مِثْلَ نَاقُوسِ النَّصَارَى وَقَالَ بَعْضُهُمْ قَرْنَا مِثْلَ قَرَنِ الْيَهُودِ فَقَالَ عُمَرُ أَوْلَا تَبْعُونَ رَجُلًا يُنَادِي بِالصَّلَاةِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَلَاءُ

فَمَ فَنَادِ بِالصَّلَاةِ

(صحیح مسلم کتاب الصلوة باب بدء الاذان)

(377/1)

مسلمان جب مدینہ منورہ تشریف لائے وہ اکٹھے ہوتے اور نماز کے لئے وقت مقرر کرتے اور نماز کے لئے کوئی اذان نہیں کہتا تھا ایک دن انہوں نے آپس میں اس کے بارے میں گفتگو کی بعض نے کہا نصاریٰ کے ناقوس کی طرح ناقوس بجاؤ بعض نے کہا یہودی طرح قرن (سینگ) مقرر کرلو۔ عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے تم ایک آدمی کو کیوں نہیں بھیجتے جو نماز کے لئے ندا دے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اے بلال! اٹھ نماز کے لئے ندا دے“ انس بن مالک کی روایت میں ہے۔

ذَكُرُوا أَنْ يُعْلِمُوا وَقَتَ الصَّلَاةِ بِشَيْءٍ يَعْرِفُونَهُ فَذَكُرُوا أَنْ يَنْوُزُوا نَارًا أَوْ يُضْرِبُوا نَاقُوسًا فَأَمَرَ بِلَالُ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَيُوتِرَ الْإِقَامَةَ

(صحیح مسلم کتاب الصلوة 378/3)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے ذکر کیا کہ وہ کس چیز کے ذریعے

اسلام ایک مکمل دین ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں ہماری مکمل رہنمائی کرتا ہے عبادات اور معاملات میں ہر طرح کی راہنمائی کتاب و سنت میں موجود ہے۔ کسی فرد کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنی مرضی خواہش اور چاہت کے مطابق عبادت کے طریقے وضع کر لے یا کسی معاشرے کی رسومات اور بدعات کو رواج دے۔ اہل اسلام نے یہود و نصاریٰ یا پاک و ہند میں ہندو و ہندو طریقے جو اختیار کر رکھے ہیں یہ اختیار کے اختلاط کا شکار ہے۔ اسی طرح بعض طرق صوفیاء کے وضع کردہ ہیں جن کی عوام الناس اندھا دھند پیروی کرتے چلے جاتے ہیں اور انہیں اولیاء اللہ سمجھ کر بغیر تحقیق کے دین کا حصہ سمجھ لیتے ہیں۔ اگرچہ ان مسائل اور طرق کی پشت پر خواہ سرے سے کوئی دلیل بھی موجود نہ ہو۔

شب برأت اور اس کی رسومات و عبادات کی حقیقت

صوفیاء اور زہاد نے کئی ایک مصنوعی اور وضعی نمازیں ایجاد کر کے امت مسلمہ میں بدعات کو رواج دیا ہے۔ ان کی ایجاد کردہ اشیاء میں سے شعبان کی پندرہویں رات میں وضعی نماز کا وہ طریقہ عبادت بھی ہے جس کا ہم آگے چل کر تذکرہ کریں گے۔ اس رات کو مساجد اور دینی مراکز میں خصوصاً چراغاں کیا جاتا ہے اور اسلامیان پاک و ہند بالخصوص آتش بازی، پٹانے وغیرہ رات کو چلاتے ہیں حالانکہ عبادت کے ذیل میں پٹانوں اور آتش بازی کا کچھ دخل نہیں ہے اور نہ ہی اسلامی دائرہ کار میں ان کا کوئی ثبوت ہے۔ شریعت اسلامیہ نے کسی بھی موقع پر آتش بازی کو عبادت کے ضمن میں قبول نہیں کیا۔ جب نماز کے لئے اذان کی ابتدا ہوئی تھی تو کسی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے مشورہ دیا کہ نماز کی اطلاع

بقیہ انگلش میڈیم کا جبری نفاذ

لیکن وہ تعلیمی ادارے جو اپنے طلبہ کو کسی غیر ملکی امتحان کی تیاری کراتے ہیں، ان احکام سے مستثنیٰ ہوں گے نیز وہ پہلی جماعت سے انگریزی کو بطور اضافی مضمون پڑھاسکیں گے۔ 27 نومبر 1984ء کے بعد پورے پنجاب میں کوئی نیا انگلش میڈیم سکول نہیں کھل سکے گا۔“ پھر وفاقی وزیر خزانہ ڈاکٹر محبوب الحق نے قوم کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے جون 1985ء میں قومی اسمبلی کے اندر اعلان کیا کہ ”اُردو کو دفتری زبان بنانے کے کام کی تکمیل دسمبر 1988ء تک ہو جائے گی۔“ (انگریزی روزنامہ ”مسلم“ (اسلام آباد) 11 جون 1985ء)

لیکن اس قسم کے سارے اعلانات دھوکے کی ٹٹی تھے۔ تعلیمی پالیسی (1979ء) میں ایک مہلک ترمیم نے پورے نظام تعلیم کو پھر انگریزی کے جہنم میں جھونک دیا۔ پھر صدر جنرل ضیاء الحق 17 اگست 1988ء کو طیارے کے حادثے میں شہید ہو گئے اور نئے انتخابات (نومبر 1988ء) میں بے نظیر بھٹو برسر اقتدار آ گئیں تو اُردو کے ذریعہ تعلیم اور سرکاری زبان بننے کی آخری امید بھی ختم ہو گئی۔ بے نظیر حکومت نے مئی 1989ء میں گشتی مراسلہ نمبر ایف 3-85/4 انگلش (سی۔ ڈبلیو) مورخہ 20 مئی 1989ء جاری کر کے پہلی جماعت سے انگریزی لازمی کر دی 95-1994ء میں وٹو حکومت نے پنجاب میں اس پر عمل درآمد کا آغاز کر دیا جبکہ سندھ میں 1989ء ہی سے انگریزی کو جماعت اول سے لازمی قرار دے دیا گیا تھا اور اب شہباز شریف حکومت نے سرکاری سکولوں کو اردو میڈیم کے بجائے جبراً انگلش میڈیم بنانے کا آغاز کر دیا ہے۔

پنجاب کے مختلف اضلاع میں انگلش میڈیم دانش سکولوں کا قیام بھی اسی یہود و نصاریٰ کی سازش کی تکمیل کے لیے عمل میں لایا جا رہا ہے تاکہ پاکستان کی نئی نسلوں کو مکمل طور پر انگریزی زبان و تہذیب کے رنگ میں رنگ دیا جائے اور اس خطے سے جہادی فکر اور اسلام سے گہری وابستگی کا خاتمہ ہو جائے لیکن یہ قوم جیتی جاگتی ہے اور ان شاء اللہ اس فرنگی سازش کو کامیاب نہیں ہونے دے گی.....!!

ششماہی تربیتی نشست برائے کارکنان (زول سطح پر)

پہلے تین ماہ میں ضلع کی سطح پر ہونے والے سیمینار کے بعد دوسرے تین ماہ یعنی چھ ماہ کے بعد زول کی سطح پر اساتذہ کی تربیتی نشست کا اہتمام کیا گیا ہے۔ چنانچہ سال میں اساتذہ کرام کی دو تربیتی نشستیں ایک موسم سرما اور دوسری موسم گرما میں منعقد ہوتی ہیں۔

اساتذہ کنونشن

یہ سالانہ اور مرکزی سطح پر پانچند زولوں کو اکٹھا کر کے اساتذہ کنونشن منعقد کیے جاتے ہیں۔

ٹیچر ٹریننگ پروگرام

اساتذہ جماعت الدعوة کی طرف سے ٹیچر ٹریننگ پروگرام کا اہتمام کیا گیا ہے تاکہ موجودہ دور کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے اساتذہ کو ٹیچنگ کے حوالے سے اپ ڈیٹ کیا جائے ان کو مختلف مضامین اور تعلیم کے مختلف مراحل کے لیے Teaching Methodology پڑھائی جائے اور اساتذہ کرام کے سامنے اسلامی نظام تعلیم اور غیر اسلامی نظام تعلیم کے فرق کو واضح کیا جائے۔ یہ ٹیچر ٹریننگ ورکشاپس بہت ہی اہمیت کی حامل ہیں کہ جس میں ملک سے وزٹنگ پروفیسر اور ممتاز ماہرین تعلیم تشریف لاتے ہیں اور لیکچر دیتے ہیں۔

عمومی و شعبہ جاتی مہمات میں شرکت

عمومی مہمات

☆.....رمضان المبارک میں دعوتی پروگراموں میں شرکت

☆.....قربانی مہم

☆.....ناگہانی آفات کے موقع پر خدمتِ خلق کے کاموں میں شرکت

☆.....دیگر عمومی مہمات میں شرکت

شعبہ جاتی مہمات

☆.....موسم گرما کے پروگرامز

☆.....موسم سرما کے پروگرامز

☆.....دیگر شعبہ جاتی مہمات

نماز کا وقت معلوم کرائیں تاکہ وہ وقت پہچان جائیں تو انہوں نے ذکر کیا کہ وہ آگ روشن کریں یا ناقوس بجائیں تو بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا وہ اذان کے کلمات جفت اور اقامت کے طاق کہیں۔

ایک اور روایت میں تصریح ہے کہ جب آپ کے سامنے آگ کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا ”ذاک للمجوس“ یہ مجوسیوں کے لئے ہے۔ (فتح الباری 2/80)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آتش پرستی مجوسیوں کا طریقہ ہے اور آج بھی خوشی کے موقع پر آگ کا مظاہرہ کرنا مجوسیوں کا مذہب ہے اور اسی کی یاد میں آج تک ایران میں جشن نوروز منایا جاتا ہے اور چراغاں کیا جاتا ہے اور ہندوستان میں ہندوؤں کے ہاں دیوالی اسی آتش پرستی کی یادگار کے لئے منائی جاتی ہے۔ اغیار کے اختلاط اور میل جول کی بنا پر مسلمانوں نے بھی اپنی عبادت کی ذیل میں آتش بازی اور پٹاخوں کو داخل کر دیا ہے۔

مجوسیوں میں سب سے معروف و مشہور طبقہ براہمہ ہے۔ لفظ براہمہ برہمن کی جمع ہے جو ان براہمہ کا جد اعلیٰ تھا۔ یہ ایک آتش کدے کا مجاور تھا۔ علامہ طبرہٹی ہندی رقمطراز ہیں۔

قال علی واول حدوث الوقود من البرامکہ وکانوا عبدة النار فلما اسلموا ادخلوا فی الاسلام ما یموهون انه من سنن الدین مقصودهم عبادة النیران ولم یات فی الشرع استحباب زیادة الوقود علی الحاجة فی موضع“ (تذکرہ الموضوعات الخامس فی البراءة ووصلوتها وکثرة وقودها واجتماع الرجال والنساء للصلوة ص ۴۶ مطبوعة ملتان)

علی بن ابراہیم نے کہا:

آگ روشن کرنے کی بدعت سب سے پہلے براہمہ نے جاری کی۔ وہ آگ کے پجاری تھے۔ جب اسلام میں داخل ہوئے تو انہوں نے اسلام میں ایسی چیز کو داخل کر دیا جس کو طبع سازی کے ذریعے وہ دین کی سنت کہتے تھے حالانکہ ان کا مقصد آگ کی عبادت تھا اور شریعت میں

کسی بھی موقع پر ضرورت سے زیادہ چراغاں کرنے کی اجازت وارد نہیں ہے۔ نیز دیکھیں

(تحفۃ الاحوذی 3/505 طبروت مرقاۃ شرح مشکوٰۃ از ملا علی قاری 3/388) معلوم ہوا کہ چراغاں اور آتش بازی کی بدعت براہمہ کی مجوسیوں کی ایجاد ہے۔ اسلام اور اہل اسلام کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ پھر اس شب برات کی ایجاد چوتھی صدی ہجری کے بعد کی ہے۔ امام ابو محمد عز الدین بن عبدالسلام المقدسی فرماتے ہیں۔

لم یکن بیت المقدس قط صلوة الرغائب فی رجب ولا صلوة نصف شعبان فحدث فی سنة ثمان واربعین واربعمئة ان قدم علينا رجل من نابلس يعرف باب الحی وکان حسن التلاوة فقام فصلى فی المسجد الاقصى لیلة النصف من شعبان فاحرم خلفه رجل ثم اتصاف ثالث ورابع فما ختم الاوهم جماعة کثيرة ثم جاء فی العام المقبل فیصلی معه خلق کثیر وانتشرت فی المسجد الاقصى وبيوت الناس منازلهم ثم استقرت کانها سنة الی یومنا هذا (حلی الكبير 434) الباعث علی انکار البدع والحوادث ص 32)

بیت المقدس میں رجب کے مہینے میں صلوة الرغائب اور نصف شعبان کی صلوة قطعاً نہ تھیں۔ یہ بدعت 448ھ میں ایجاد ہوئی۔ نابلس میں سے ایک آدمی جو ابوالحی کے نام سے معروف تھا ہمارے ہاں آیا وہ اچھی تلاوت والا شخص تھا۔ وہ نصف شعبان کی رات مسجد اقصیٰ میں نماز کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اس کے پیچھے ایک آدمی پھر تیسرا چوتھا ملتے گئے۔

نماز کے اختتام پر بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ پھر وہ آئندہ سال آیا۔ اس کے ساتھ ایک جم غفیر نے نماز ادا کی اور یہ نماز مسجد اقصیٰ میں اور لوگوں کے گھروں اور منزلوں میں عام ہو گئی۔ پھر اس نے اس طرح قرار پکڑا گویا کہ یہ سنت ہے اور آج تک یہ بدعت چلی آ رہی ہے۔

اسی طرح پھر اس رات کو لوگ صلوة الالفیہ یا صلوة البراءت بھی ادا کرنے لگے یعنی 100 رکعات نماز ادا کرتے ہیں اور ہر رکعت میں 10

مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھتے ہیں۔ اس طرح ایک ہزار مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھی جاتی ہے اور لوگ اسے صلوة الالفیہ کہتے ہیں۔ علامہ محمد طاہر ثقفی ہندی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں۔

نصف شعبان کی رات جو نماز الفیہ ادا کی جاتی ہے یہ بدعات میں سے ہے۔ اس نماز میں 100 رکعات کے اندر ہر رکعت میں 10 بار سورۃ اخلاص پڑھی جاتی ہے اور لوگوں نے عیدوں سے زیادہ اس کا اہتمام کیا ہے۔ اس کے متعلق اخبار و آثار جو مروی ہیں وہ یا تو ضعیف ہیں یا موضوع۔

امام غزالی وغیرہ نے احیاء العلوم وغیرہ میں جو اس کا ذکر کیا ہے اس سے دھوکہ نہ کھایا جائے اور نہ ہی تفسیر ثقفی سے دھوکہ کھائیں کہ اس نے اسے شب قدر قرار دے دیا ہے اس کی وجہ سے عوام الناس ایک عظیم فتنہ میں مبتلا ہو گئے ہیں حتیٰ کہ اس کے باعث وہ کثرت سے چراغاں کرتے ہیں اور اس پر فتنہ و فجو و عفت و عصمت دری کا وقوع و ترتیب رہتا ہے جو کہ ناقابل بیان ہے۔ یہ نماز سب سے پہلے بیت المقدس میں 448ھ میں جاری کی گئی۔ (تذکرہ الموضوعات ص 45) زید بن اسلم نے کہا

”ما ادرکنا احدا من مشائخنا وفقهاء یلتفتون الی لیلة البراءة وفضلها علی غیرها“ (تذکرہ الموضوعات ص 45)

ہم نے اپنے مشائخ اور فقہاء میں سے کسی ایک کو بھی شب برات کی طرف التفات کرتے ہوئے نہیں پایا اور نہ ہی شب برات کی فضیلت اس کے علاوہ دیگر راتوں پر دیتے ہوئے کسی کو پایا ہے۔ ابن دحیہ نے کہا:

”احادیث صلوة البراءة موضوعة وواحد مقطوع ومن عمل بخیر صح انه کذب فهو خدم الشیطان“ (تذکرہ الموضوعات ص 45، 46) شب برات کی نماز کے متعلق روایات وضعی اور من گھڑت ہیں اور ایک بات قطعی ہے جس نے کسی روایت کو صحیح قرار دے کر اس پر عمل کیا حالانکہ وہ جھوٹ ہو تو وہ شیطان

کے خادموں میں سے ہے لہذا شب برات کے متعلق کوئی صحیح روایت موجود نہیں ہے۔

کیا لیلہ مبارکہ شب برات ہے

بعض لوگوں نے شب برات کا جواز قرآن سے نکالنے کی کوشش کی ہے وہ سورۃ دخان کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ ۝ يُفْرِقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ. (الدخان 3، 4)

بے شک ہم نے اس قرآن کو برکت والی رات میں نازل کیا ہے بے شک ہم لوگوں کو ڈرانے والے ہیں۔ اس رات میں ہر حکیمانہ فیصلہ صادر کیا جاتا ہے۔

اس کی تفسیر یہ بیان کی جاتی ہے کہ لیلہ مبارکہ شب براءت ہے جس میں سال بھر کے امور کے فیصلے کئے جاتے ہیں یہ تفسیر کسی طرح بھی درست نہیں لیلہ مبارکہ ہے سے مراد لیلۃ القدر ہے جس کی تفسیر خود قرآن حکیم نے کر دی ہے جس رات نزول قرآن ہوا وہ لیلۃ القدر ہے یہ ایک رات کے دو نام ہیں اور اس ماہ مبارک کا تعین بھی قرآن نے کر دیا ہے کہ وہ رمضان المبارک ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ (البقرہ 185)

رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔

امام ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

المسألة الثالثة تعيين هذه الليلة وجمهور العلماء علی انها ليلة القدر ومنهم من قال انها ليلة النصف من شعبان وهو باطل لان الله تعالى قال فی كتابه الصادق القاطع شهر رمضان الذي انزل فيه القرآن فنص ان ميقات نزوله رمضان ثم عبر عن زمانية البيل هاهنا بقول فی ليلة مباركة فمن زعم انه فی غيره فقد اعظم الفرية علی الله وليس فی ليلة النصف من شعبان حديث يعول عليه لا فی

فضلها ولا في نسخ الاجال فيها فلا تلتفتوا اليها . (احكام القرآن 1690/4)

تیسرا مسئلہ اس رات کی تعیین کا ہے۔ جمہور علماء اس بات کے قائل ہیں کہ لیلہ مبارکہ سے مراد لیلۃ القدر ہے اور بعض نے نصف شعبان کی رات قرار دیا ہے اور یہ باطل ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سچی اور قطعی کتاب میں فرمایا ہے ”رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے“ اس نے واضح طور پر بیان کر دیا ہے کہ اس کے نزول کا وقت رمضان میں ہے۔ پھر رات کے وقت کی یہاں تعبیر لیلہ مبارکہ سے کی ہے جس نے یہ کہا کہ (قرآن) رمضان کے علاوہ کسی رات میں نازل ہوا اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے اور نصف شعبان کی رات کے حوالے سے اس کی فضیلت اور اس میں مردوں کے نام لکھے جانے کے بارے میں کوئی قابل اعتماد روایت موجود نہیں ہے لہذا اس کی طرف التفات مت کرو۔

مزید تفصیل کے لئے تفسیر قرطبی 85،84/16 تفسیر زاد المسیر 337،336/7 جامع البیان للطبری 221/11 فتح القدر للشوکانی 182-184، 570/4 تفسیر المراجع 118-119 تفسیر ابن کثیر 538/5 تحقیق عبدالرزاق المہدی۔

شب برات کے متعلق جس قدر روایات مروی ہیں سب ناقابل حجت اور اضعاف و مناکیر ہیں۔ مجلہ کے صفحات روایات پر مفصل نقد کرنے سے مانع ہیں۔ میں صرف چند ائمہ کے فیصلے نقل کر دیتا ہوں، تفصیل کے لئے راقم الگ بحث رقم کر رہا ہے۔ شائقین رجوع فرما سکتے ہیں۔

امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

وفي النزول في ليلة النصف من شعبان احاديث فيها لين ولرواية في النزول في كل ليلة احاديث ثابتة صحاح فليلة النصف من شعبان داخلة فيها ان شاء الله تعالى (الضعفاء الكبير 3/29 تحت ترجمه عبد الملك بن عبد الملك عن مصعب بن ابي ذئب)

نصف شعبان کی رات میں نزول باری تعالیٰ کے متعلق مروی روایات کمزور ہیں اور ہر رات میں نزول کے بارے میں احادیث ثابتہ

صحیحہ موجود ہیں۔ تو نصف شعبان کی رات بھی ان شاء اللہ ان میں داخل ہے۔ یعنی خاص 15 شعبان کی رات اللہ کے آسمان دنیا پر نزول کرنے کے متعلق کوئی صحیح حدیث موجود نہیں البتہ ہر رات آسمان دنیا پر اللہ تعالیٰ نزول کرتا ہے اور نصف شعبان کی رات بھی اس میں شامل ہے۔ الگ سے اس کی فضیلت موجود نہیں ہے۔

حافظ ابو الخطاب ابن دحیہ نے کہا

قال اهل التعديل والتجريح ليس في حديث ليلة النصف من شعبان حديث يصح (الباعث على انكار البدع والحوادث ص 34)

اصل الجرح والتعديل نے کہا ہے کہ نصف شعبان کی رات کے بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔

حافظ ابوشامہ الشافعی فرماتے ہیں۔

كل ذالك باسناد ضعاف (الباعث ص 35)

اس کے متعلق تمام روایات ضعیف ہیں۔

شب برات اور رجب میں صلوٰۃ الرغائب کے نام پر جو نمازیں ادا کی جاتی ہیں ان کے بارے میں امام نووی فرماتے ہیں۔

وهاتان الصلواتان بدعتان مذمومتان منكورتان قبيحتان ولا تفترو بذكروهما في كتاب قوت القلوب ولا حياء وليس لاحد ان يستدل على شرعيتهما (حلبی کبیر ص 343)

یہ دو نمازیں بدعت مذمومہ منکرہ قبیحہ ہیں۔ قوت القلوب از ابوطالب مکی اور احیاء العلوم از غزالی میں ان کے تذکرے سے دھوکہ نہ کھاؤ اور کسی کے لئے ان کی مشروعیت پر استدلال کرنا جائز نہیں ہے۔

خلاصۃ القول شب برات کی تخصیص اور اس کے متعلق نماز کے حوالے سے کوئی صحیح روایت موجود نہیں۔ یہ 448ھ کی ایجاد ہے جسے بیت المقدس میں بعض صوفیاء نے رواج دیا ہے۔ اہل حجاز اور دیگر بلاد اسلامیہ میں اس کا کوئی وجود نہ تھا اور نہ ہی کتاب و سنت کے دلائل میں اس کا تذکرہ ہے۔ اسی طرح اس رات کے حوالے سے آتش بازی پٹائے، فائرنگ وغیرہ بے اصل ہیں۔

ماہ شعبان کے مسنون فضائل

شعبان کے متعلق عمومی فضائل یہ ہیں کہ اس ماہ نبی ﷺ رمضان کے بعد باقی مہینوں سے زیادہ عبادت کرتے اور زیادہ روزہ رکھتے تاکہ رمضان کی تیاری کی جا سکے البتہ پندرہ شعبان کے بعد زیادہ اہتمام نہ کرتے اور نہ ہی رمضان سے ایک دن پہلے استقبال رمضان کا خصوصی روزہ رکھتے الا یہ کہ وہ آپ کے پورے سال کے معمول کے روزوں میں آجائے۔

هذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

سورة توبہ

گائے اور بتوں کے پجاریوں سے کشمیر میں جہاد جاری ہے۔
پچھڑے کو معبود ماننے اور عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنے والے یہودیوں سے فلسطین میں محرکہ آرائیاں ہو رہی ہیں۔
صلیب کے پجاریوں اور عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہنے والوں کے مقابلہ میں افغانی و عراقی مجاہدین لڑ رہے ہیں۔
دیگر کفار، مشرکین اور ملحدین سے ہر جگہ مجاہدین مقابلہ کر رہے ہیں۔ یہ جہاد اللہ تعالیٰ کے دین کے غلبہ کے لیے شروع ہو چکا ہے۔ الحمد للہ!

واللہ! ہم اس جہاد میں اللہ تعالیٰ کے دین کا غلبہ دیکھ رہے ہیں۔

واللہ العظیم! میں بڑے پختہ یقین سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ وہ وقت جلد لے آئے گا کہ جب امریکہ سے روس اور انڈیا سے اسرائیل تک ان مشرکوں سے کہا جائے گا:

”اے کافرو! ہم تم سے لاتعلقی اور بیزار کی کا اعلان کرتے ہیں۔“
موجودہ جہادی مشکلات کو دیکھ کر بعض لوگ پریشان ہیں۔ ہم ان بھائیوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ سیرت رسول ﷺ کا مطالعہ کریں۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس عظیم کامیابی کے لیے رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مال و جان اور اولاد کی قربانیاں پیش کرنے کا عمل شروع ہو چکا ہے اس لیے کامیابی اور فتح کی منزل قریب ہے۔ ان شاء اللہ

تیرہ سالہ مکی دور نبوت میں رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کی ایذا نیں اور تکلیفیں برداشت کیں، ظلم سہے اور گھبراہٹ چھوڑ کر ہجرتیں کیں۔ پھر جہاد کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے غلبہ عطا فرمایا۔

رمضان المبارک

۶۔ نماز عید دو رکعت ہے اس سے پہلے اور بعد میں کوئی نفل نماز نہیں۔ اگر نماز عید مسجد میں ادا کی جائے تو تحیۃ المسجد کی دو رکعت ادا کرنا ضروری ہے۔ (بخاری)

۷۔ عید گاہ میں سب سے پہلے نماز عید ادا کرنی چاہئے پھر بعد میں خطبہ مسنونہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق عمر فاروق رضی اللہ عنہما نماز عید خطبہ مسنونہ سے پہلے ادا کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

۹۔ نماز عید میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ قرات سے پہلے بارہ تکبیریں ہیں۔ (پہلی رکعت میں سات اور دوسری میں پانچ) (ابوداؤد)

۱۰۔ نماز عید کی پہلی رکعت میں سورۃ اور دوسری میں سورۃ الفجر یا پہلی میں سورۃ الاعلیٰ اور دوسری میں سورۃ الغاشیہ پڑھنا مسنون ہے۔ (مسلم ترمذی)

۱۱۔ جو شخص عید کی جماعت میں شریک ہونے سے رہ جائے تو وہ اپنے طور پر دو رکعت نماز پڑھ لے۔ (بخاری کتاب العیدین باب اذا فاتہ العید یصلی رکعتین)

آداب عید

۱۔ عید کے دن غسل کرنا۔ عبد اللہ بن عمر عید کے دن عید گاہ جانے سے قبل غسل کرتے تھے۔ (موطا امام مالک)

۲۔ عید الفطر کے دن بہتر ہے آدمی عید گاہ جانے سے پہلے کچھ کھالے۔ (بخاری)

۳۔ عید کے دن اپنی حیثیت و استطاعت کے مطابق عمدہ اور صاف ستھرا لباس پہننا۔ (بخاری ح)

۴۔ عیدین میں نماز عید کے بعد معاافتہ کی جو رسم ہے یہ ایک عام رواج ہے۔ مسنون طریقہ نہیں۔ مسنون طریقہ صرف سلام و مصافحہ ہے۔ البتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عید کے موقع پر ایک دوسرے سے ملاقات پر یہ کہا کرتے تھے (تَقَبَّلَ اللَّهُ مِنَّا وَمِنْكَ) (فتح الباری)

۵۔ عید اگر جمعے کے دن ہو تو ایسے موقع پر خطبہ جمعہ کی رخصت ہے تاہم اس کے لئے نماز ظہر کی ادائیگی ضروری ہے۔

احکام و مسائل



رمضان المبارک اسلامی سال کا نواں مہینہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بہت خصائل و فضائل کی وجہ سے دوسرے مہینوں کے مقابلے میں ایک ممتاز مقام عطا کیا ہے۔ اس کے آغاز سے ہی جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ گمراہ کن شیاطین اور سرکش جنوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ نیکی و خیرات تلاوت قرآن مجید ذکر باری تعالیٰ انفاق فی سبیل اللہ قیام اللیل اور دیگر نیک اعمال میں بکثرت حصہ لیتے ہیں اس ماہ مبارک کی آمد پر مساجد کی رونق اس قدر دو بالا ہوتی ہے کہ باقی ایام میں اتنی رونق دکھائی نہیں دیتی۔ اس مہینے میں عبادت گزار مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ اور نیکی کا اجر دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔

اس مہینے میں لیلۃ القدر وہ عظیم رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر عبادت کے اجر و ثواب کو متضمن ہے۔ غرض جتنے فضائل اس ماہ کو حاصل ہیں وہ کسی اور کو حاصل نہیں۔ پھر بھی اس شخص سے بڑا بد نصیب کون ہوگا جو اس ماہ مبارک کے انوار و تجلیات سے بہرہ مند نہیں ہوتا اور نیکیوں کے اس موسم بہار میں بھی اس کے فکر و نظر اور عقیدہ و عمل کی ویرانی نہیں جاتی۔

اس ماہ کی چند ایک اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

تحریرو تحقیق: الشیخ مبشر احمد ربانی

اس مہینے میں سے جو شخص اس مہینے کو پالے تو اسے روزے رکھنے چاہئیں۔ قرآن کریم کو اس ماہ مبارک کی لیلۃ القدر میں ایک ہی مرتبہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل کیا گیا پھر حسب ضرورت نبی ﷺ پر نازل ہوتا رہا ہے۔

رمضان المبارک اور عمرہ

سیدنا عطاء بن ابی رباحؓ فرماتے ہیں میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری عورت سے کہا: (ابن عباس نے اس کا نام لیا لیکن میں اس عورت کا نام بھول گیا ہوں) تمہیں ہمارے ساتھ حج پر جانے میں کون سی چیز مانع ہے تو اس عورت نے کہا ہمارے پاس صرف دو اونٹ ہیں ایک پر میرا شوہر

رمضان شہر القرآن

اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید کو نازل کرنے کے لئے اس مبارک مہینے کا انتخاب کیا ہے۔ اس لئے قرآن مجید کا رمضان المبارک سے گہرا تعلق ہے۔ جسے ہدیٰ للناس اور شفاء للمؤمنین

اور بیٹا دونوں حج پر گئے ہیں اور ہمارے پاس باقی ایک اونٹ ہے جس پر ہم پانی وغیرہ لا کر لاتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے اس عورت سے کہا

فَإِذَا جَاءَ رَمَضَانَ فَاعْتَمِرِي فَإِنَّ عُمْرَةً فِيهِ تَعْدِلُ حَجَّةً

جب رمضان المبارک کا مہینہ آئے تو عمرہ کر لینا کیونکہ رمضان المبارک کا عمرہ حج کے برابر ثواب رکھتا ہے۔ (صحیح مسلم ح ۳۰۲۸/)

جنت کے دروازوں کا کھلنا اور دوزخ کے دروازوں کا بند ہونا

رمضان المبارک کی آمد ہوتے ہی روئے زمین سے شریں کی واقع ہو جاتی ہے اس لئے کہ شیاطین سرکش جنوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے اور جس قدر وہ غیر رمضان میں فساد برپا کرتے ہیں اس ماہ مبارک میں نہیں کر پاتے اور لوگ روزہ تلاوت قرآن اور تمام ایسی عبادات میں مشغول ہوتے ہیں جو نفس کی تہذیب و تعمیر کرتی ہیں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فَتُحْتَفَتُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَتُغْلَقُ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَتُسَلِّسُ الشَّيَاطِينُ

جب ماہ رمضان المبارک کی آمد ہوتی ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ (بخاری ح ۳۲۷۷)

اور یہ سارے معاملات رمضان کی پہلی رات کو ہی انجام پا جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس ماہ کی ہر رات اپنے بندوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَفُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَيُنَادِي مُنَادٍ يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ وَلِلَّهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ

وَذَلِكَ كُلُّ لَيْلَةٍ

جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیطانوں اور سرکش جنوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے اور آگ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ بھی نہیں کھولا جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ان میں سے کوئی دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا اور آواز لگانے والا آواز دیتا ہے اے خیر کے طالب آگے بڑھ اور اے برائی کے طالب رک جا اور اللہ کے لئے کچھ لوگ آگ سے آزاد کئے جاتے ہیں اور یہ (آزادی کا عمل) ہر رات ہوتا رہتا ہے۔ (ترمذی ح ۶۷۲)



رمضان شہر الجہاد

جہاد اسلام کی کوہان اور چوٹی ہے تا قیامت دین اسلام کی حفاظت کے لئے ایک ایک رکن و عمل کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ عمل بہت فضیلت و عظمت کا حامل ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے افضل اعمال کے بارہ میں سوال کیا گیا تو فرمایا:

إِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرِسُوْلِهِ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ

اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور حج مبرور کرنا۔ (بخاری ح ۱۵۱۹)

صحیح بخاری میں ہی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مَائَةَ دَرَجَةٍ أَعَدَّهَا اللَّهُ لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللَّهَ فَاسْأَلُوهُ الْفَرْدُوسَ فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَأَعْلَى الْجَنَّةِ جَنَّتِ فِيهَا سُدُورُ بَيْتِ جَنِّ كَوَالِدِ اللَّهِ تَعَالَى فِي أَهْلِ رَاهِ جِهَادِ كَرْنِ وَالْوَلِّ كَلِّ تَارِكِيَا هِي هَرْدُورِ جَوِّ فِي اتِّفَافِ صِلَ هِي جِتْنَا آسَمَانِ وَزَمِينِ فِي هِي تَوَالِدِ اللَّهِ سِي جَبِّ تَمَّ سَوَالِ كَرُوتُو فَرْدُوسِ مَانْغُو فَرْدُوسِ جَنَّتِ كَاسَبِ سِي وَنِجَا وَرِثِجِ كَاصِصِ هِي۔ (بخاری ح/۶۷۹۰)

ماہ رمضان المبارک رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ سے لے کر سلف صالحین تک جہادی تاریخ سے بھرا پڑا ہے۔ اور اسلام کے دو عظیم معرکے جو جناب رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں لڑے گئے وہ اسی جہادی مہینے میں ہوئے جن میں پہلا معرکہ جو غزوہ بدر کہی کے نام سے موسوم ہے اسی ماہ کی سترہ تاریخ کو لڑا گیا جس سے اللہ تعالیٰ نے حق و باطل کے درمیان فرق واضح کر دیا اور یہ غزوہ جناب رسول اللہ ﷺ اور اس میں شرکت کرنے والے مومنین کے لئے عظیم خوشخبری ثابت ہوا کہ اللہ نے انہیں آج سے معاف کر دیا وہ جیسے بھی عمل کریں ان پر کوئی مواخذہ نہیں ہے اور دنیا میں ہی انہیں جنت کے ٹھکانے جاری کر دیئے اور یقیناً یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی راہ میں جہاد و قربانی کا ثمرہ ہے اور دوسرا معرکہ بھی اسی ماہ رمضان میں لڑا گیا جو فتح مکہ کے نام سے موسوم ہے یہ بھی خطرناک اور اہم ترین معرکوں میں سے ایک تھا کیونکہ مکہ جزیرہ عربستان کا مرکز تھا اور اسلام کے اہم رکن حج و عمرہ کی ادائیگی کا ماویٰ و مکان اور مرجع الخلائق ہے ان کے علاوہ تاریخ اسلامی ایسے بے شمار معرکوں سے بھری پڑی ہے جو اس پر عظمت مہینے میں لڑے گئے تھے۔

لیکن آج مسلمانوں کے ایک طبقہ کے ہاں یہ سارے مفہوم الٹ ہو کر رہ گئے ہیں۔ ان کے ہاں رمضان المبارک کو جہاد و قربانی کا مہینہ شمار ہی نہیں کیا جاتا۔ ان کے ہاں یہ مہینہ صرف سستی و کاہلی اور بے جانینہ و استراحت جیسے بے مقصد اہداف پر مشتمل ہو کر رہ گیا ہے۔ بلاشبہ یہ ان کی طرف سے بڑی بھول اور فضول نظریہ ہے۔ تو ایسے لوگوں کو

چاہئے کہ وہ اپنے اس عقیدہ و نظریہ کو درست کریں اور اس ماہ مبارک میں جہاد جیسے عظیم عمل کی آبیاری کے لئے خصوصاً اور باقی ایام میں عموماً کوشاں ہوں اور وہ دعوت و صحافت کا میدان ہو یا جہاد کے محاذ وہ اپنے وسائل کو بروئے کار لائیں۔ آج بھی الحمد للہ کتنے ہی اہل توحید پختہ عقیدہ کے مالک فدائیان اسلام اسلام کی سر بلندی اعلائے کلمۃ اللہ اور غلبہ دین کیلئے رب کائنات کے حکم اور امام المجاہدین محمد ؟ کی سنت کے مطابق اپنا مال و جان پیش کر رہے ہیں جو کشمیر فلسطین اریتریا یا شیشان فلپائن وغیرہ مقبوضہ علاقوں میں اللہ اور دین اسلام کے دشمن ظالم ہندو بنیادوں و نصاریٰ سے مصروف جہاد ہیں۔ یہ مجاہدین ان کٹھن حالات میں بے سروسامانی میں بھی طاغوتی طاقتوں سے نبرد آزما ہیں اہل ایمان سے دعا اور مالی و جانی تعاون اور مختلف دوسرے وسائل کے طلب گار ہیں۔ قبل اس کے کہ جو مشکل وقت ان پر آیا ہو ہے وہ کسی اور پر آئے ان کی دل کھول کر مالی و جانی مدد کی جائے خصوصاً رمضان جیسے بابرکت مہینے میں جس میں ہر نیکی کا اجر دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھ جاتا ہے۔

رمضان کے روزوں کی فضیلت

رمضان کے روزے افضل ترین عبادت الہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام سابقہ امتوں پر بھی اس کے روزے فرض قرار دیئے جس کی وجہ سے ان کو قہری بنانا تھا اور تقویٰ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے جملہ احکامات پر عمل پیرا ہو اور جن کاموں سے اسے منع کیا گیا ہے ان سے رک جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (سورة البقرہ ۱۸۳)

اے ایمان والوں تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

قَالَ اللَّهُ كُلُّ عَمَلٍ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزَى بِهِ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَزُفُّهُ وَلَا يَصْحَبُ فَإِنْ سَابَهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخُلُوفٌ فِيمَ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمُسْكِ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ابن آدم کے ہر عمل کا صلہ (دس گنا سے سات سو گنا تک) ہے مگر روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزاء دوں گا روزہ (گناہوں سے بچنے کیلئے) ڈھال ہے۔ جب تم میں سے کوئی روزہ دار ہو تو نہ جھگڑا کرے نہ فحش کلامی کرے۔ اگر کوئی اسے گالی دے یا مارے پیٹے تو کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں اور تم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ روزہ دار کے منہ کی بوالہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے پاکیزہ ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں۔ ایک افطاری کے وقت دوسری (روزے کی جزاء کے لئے) اپنے رب سے ملاقات کے وقت ہوگی۔

(بخاری ح/۱۹۰۴)

یہ حدیث مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر روزوں کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔

1- عبادت صیام کی جزاء و ثواب کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے اور فرمایا: الصوم لی وانا اجزی بہ جس سے روزوں کی عظمت و اشریت معلوم ہوتی ہے کیونکہ روزہ بندے اور اس کے رب کے درمیان ایک پوشیدہ امر ہے جس پر اس کے علاوہ کوئی اور مطلع نہیں ہو سکتا اور اس عبادت میں کس قدر اخلاص ہے کہ روزہ دار استطاعت کے باوجود خفیہ اپنا روزہ نہیں توڑتا اسے معلوم ہے کہ رب تعالیٰ اس کے ظاہر و باطن سے خوب واقف ہے۔

2- روزہ ڈھال ہے قیامت کے دن روزہ اپنے صاحب کے لئے شفاعت کرے گا اور آگ سے اس کے لئے ڈھال ہوگا۔

3- روزہ دار کے منہ کی بوالہ تعالیٰ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے پاکیزہ ہے یہ بومعدہ کے خوراک سے خالی ہونے کے وقت پیدا ہوتی ہے۔ یہ بولہ مخلوق کے ہاں ناگوار لیکن خالق حقیقی کے ہاں بہت محبوب ہے۔

4- روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک افطاری کے وقت اور دوسری حقیقی خوشی قیامت کے دن اللہ کے ہاں اپنے اعمال حسنہ کی پوری جزاء کے ملنے سے جس دن کوئی دوسری چیز کام نہیں آئے گی۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ

(سورة الشعراء: ۸۹)

”جس دن کہ مال اور اولاد کچھ کام نہ آئے گی لیکن فائدہ والا وہی ہوگا جو اللہ کے سامنے بے عیب دل لے کر جائے گا۔“

روزہ شہوات سے بچنے کا علاج ہے

بخاری و مسلم میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتِطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وَجَاءٌ

اے نوجوانوں کی جماعت تم میں سے جو شادی کے اسباب کی طاقت رکھتا ہو اسے ضرور شادی کرنی چاہئے اور جو استطاعت نہیں رکھتا اس پر روزہ رکھنا ضروری ہے کیونکہ روزہ اس کی شہوت کو توڑنے والا ہے۔ (بخاری ح/۵۰۶۵۔ مسلم ح/۱۴۰۰)

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے نوجوانوں کی ایسی جماعت جو شادی کرنے کی طاقت نہیں رکھتی انہیں زیادہ سے زیادہ روزے رکھنے کا حکم دیا ہے کہ وہ روزہ رکھنے سے اپنی شہوت پر قابو پائیں کیونکہ روزہ شہوت کو عارضی طور پر کچل دیتا ہے۔

روزہ جنت میں داخلے کا راستہ ہے

روزہ دار کے لئے جنت میں داخلے کیلئے ایک خاص دروازہ ہے

بخاری و مسلم میں سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ يُقَالُ أَيْنَ الصَّائِمُونَ فَيَقُومُونَ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ فَإِذَا دَخَلُوا أُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ أَحَدٌ

جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو ریان کہتے ہیں روزہ دار لوگ جنت میں اس دروازہ سے جائیں گے پکارا جائے گا روزہ دار کہاں ہیں وہ اٹھ کھڑے ہوں گے ان کے سوا اس میں کوئی اور نہ جائے گا جب وہ جا چکیں گے تو یہ دروازہ بند ہو جائے گا کوئی اور اس میں نہ جا سکے گا۔ (بخاری ج/۱۸۹۶-مسلم ج/۱۱۵۲)

روزہ گناہوں سے مغفرت اور کفارہ ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ (سورہ ہود: ۱۱۴)

یقیناً نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں

اور روزہ میں بہت قسم قسم کی نیکیاں پائی جاتی ہیں جو گناہوں کا کفارہ ہوں گی۔ ان شاء اللہ (بخاری و مسلم) میں سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَنَفْسِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ يُكْفَرُهَا الصَّيَّامُ وَالصَّلَاةُ وَالصَّدَقَةُ (بخاری ج/۵۲۵)

کسی آدمی کے گھر اصل و مال اولاد اور اس کے پڑوسی کے (حقوق کی ادائیگی میں) کسی کا کفارہ روزے نماز اور صدقہ و خیرات بنتے ہیں۔

اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

جس نے رمضان المبارک کے روزے ایمان اور ثواب سمجھ کر

رکھے اس کے سابقہ گناہ بخش دیئے گئے۔ (بخاری ج/۳۷)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الصلوات الخمس والجمعة إلى الجمعة ورمضان إلى رمضان مكفرات لما بينهن ما اجتنبت الكبائر (مسلم ج/۲۳۳)

پانچ نمازیں اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک بشرطیکہ وہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرتا ہو۔ ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ روزہ گناہوں سے مغفرت و کفارہ کا سبب ہے لیکن شرط یہ ہے کہ کبیرہ گناہوں سے بچا جائے کیونکہ کبیرہ گناہ صرف سچی توبہ سے معاف ہوتے ہیں۔

روزہ دار کے اوصاف

روزہ دار کو چاہئے کہ وہ تمام امور زندگی میں دین اسلام کو پیش نظر رکھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت سے بال بال بچے قول و عمل میں جھوٹ غیبت چغل خوری گالی گلوچ لوگوں پر زیادتی خیانت دھوکا بازی ناجائز طریقہ سے مال جمع کرنا فہم و بصیرت کے ہوتے ہوئے قول و عمل میں جہالت سے کام لینا وغیرہ رذائل سے اجتناب کرے وگرنہ اللہ کو روزے دار کے بھوکے پیاسے رہنے سے کوئی سروکار نہیں ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ
جو شخص قول و عمل میں جھوٹ جہالت کے کام نہیں چھوڑتا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ (بخاری ج/۶۰۵۷)

فقہ الصوم

فرضیت روزہ

روزہ اسلام کے ارکان خمسہ میں سے ایک اہم رکن ہے جس کے

بجالاتے کا اہل اسلام کو حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (سورۃ البقرہ: ۱۸۳)

”اے ایمان والو تم پر روزے لکھ دیئے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے امتوں پر لکھے گئے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔“

دوسرے مقام پر فرمایا

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (سورۃ البقرہ: ۱۸۵)

تم میں سے جو رمضان المبارک کے مہینے کو پالے تو اسے اس کے روزے رکھنے چاہئیں۔

فلیصمہ کی ضمیر منصوب یہاں مفعول بہ واقع ہو کر تمام مہینہ کے روزوں کی فرضیت ثابت کر رہی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَالْحَجَّ وَصَوْمَ رَمَضَانَ

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور حج بیت اللہ کرنا اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔ (بخاری ج/۸)

اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک اعرابی (دیہاتی) آیا اور کہا مجھے کوئی ایسا عمل بتلا دیں کہ جس پر میں عمل پیرا ہو کر جنت میں داخل ہو جاؤں تو آپ نے فرمایا۔

تَعْبُدُ اللَّهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ

تو صرف اللہ کی عبادت کر اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر فرضی نماز قائم کر اور فرضی زکوٰۃ ادا کر اور رمضان کے روزے رکھ۔ (بخاری ج/۱۳۷۷)

مذکورہ بالا حدیث میں حج کا ذکر نہیں ہوا اس لئے کہ وہ اعرابی ان دنوں حالت احرام میں ہی تھا جب یہ سوال کیا تو آپ ﷺ نے اس کے پیش نظر حج کا ذکر نہیں کیا۔

(فتح الباری)

اور تمام مسلمانوں کا رمضان کے روزوں کی فرضیت پر اجماع ہے جبکہ اس کا انکاری کافر و مرتد ہے الا یہ کہ جہالت کی بنا پر انکار کر بیٹھے۔ اس سے توبہ کروائی جائے گی اگر وہ توبہ کر لے تو درست و گرنہ اسے حالت کفر میں قتل کیا جائے گا ان آیات و احادیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کے روزے بھی دوسری عبادات کی طرح اہل ایمان پر فرض ہیں۔

رمضان کے روزے کس پر فرض ہیں؟

رمضان المبارک کے روزے مسلمان مکلف بالغ عاقل آدمی پر سال میں ایک مرتبہ فرض ہیں جبکہ اس کے علاوہ نقلی روزے رکھنا بھی مسنون ہے۔

ملاحظہ: کافر پر روزے فرض نہیں اور نہ ہی اس سے قبول ہوں گے یہاں تک کہ وہ اسلام قبول کر لے۔

بچوں پر بھی روزے فرض نہیں جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائیں ہاں اگر وہ بغیر کسی مشقت و تکلیف کے اس کی طاقت رکھتے ہوں تو ان کو روزے رکھوائے جاسکتے ہیں تاکہ وہ اس کے عادی ہو جائیں۔

روزے کب فرض ہوئے؟

محدث امیر ایمانی رحمہ اللہ نے فرمایا:

كان مبدا فرضه في السنة الثانية من الهجرة
روزے کی فرضیت کی ابتداء سن دو ہجری میں ہوئی (سبل السلام)

اور رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت کے بعد نو دفعہ اس مبارک مہینے کے روزے رکھے۔

روزے کا معنی و مفہوم

لغت عربی میں صوم وصیام کا معنی مطلق رکنا کے ہیں۔ امام ابو عبید رحمہ اللہ نے لکھا:

کل ممسک عن کلام او طعام او سیر فہو صائم۔ (مختار الصحاح)
ہر اس شخص کو جو بات کرنے یا کھانے سے یا سفر کرنے سے رک جائے اسے صائم کہتے ہیں۔

اور امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ نے لکھا۔

الصوم فی الاصل الامساک عن الفعل

کہ صوم اصل میں کام سے رک جانے کو کہتے ہیں۔ (فتح الباری)

اور اسی سے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ (انسی نذرت للرحمن صوما) اے مریم صدیقہ تم کہہ دینا کہ میں نے رحمان کے لئے بات کرنے سے رک جانے کی نذر مانی ہے۔ (مریم)

اور شریعت اسلامیہ میں صوم سے مراد مخصوص رکن ہے اور وہ کھانے پینے اور جماع اور دوسرے مفطرات جن کے بارہ میں شرع میں ذکر آیا ہے دن بھر علی وجہ الشرع رکنا ہے۔ (سبل السلام)

رمضان کا چاند

رمضان المبارک کا مہینہ یا تو شعبان المعظم کے 30 دن پورے کر لینے سے یا رمضان کا چاند دیکھ لینے سے شروع ہوتا ہے۔ اگر مطلع ابر آلود ہو تو شعبان المعظم کے ۷ دن پورے کر لینے چاہئیں کیونکہ اسلامی مہینہ یا تو دن کا ہوتا ہے یا پورے 30 دن کا ہوتا ہے اس سے زائد کا نہیں ہوتا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

صُومُوا لِرُؤُوسِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤُوسِهِ فَإِنْ غَبَىٰ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ

چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی افطار (عید الفطر) کرو۔

اگر تم پر مطلع ابر آلود ہو تو شعبان کے ۷ دن پورے کرلو۔ (بخاری ح/۱۹۰۹)

اور شعبان کے آخری دن میں رمضان کیلئے احتیاطاً روزہ رکھنا جائز نہیں ہے کیونکہ شریعت نے رمضان کے روزوں کی ابتداء کو اس کے چاند دیکھ لینے پر موقوف کیا ہے تو ایسا کرنے والا صریح نص کے امر اور نہی مخالف ہے۔ ہاں اگر اتفاقاً کسی شخص کی ایسے دن میں موافقت ہو جائے کہ وہ اس میں روزہ رکھتا ہے تو وہ روزہ رکھ سکتا ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لَا يَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمٍ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمَهُ فَلْيَصُمْ ذَلِكَ الْيَوْمَ

تم میں سے کوئی رمضان المبارک سے پہلے ایک یا دو دن ہرگز روزہ نہ رکھے ہاں ایسا آدمی مستثنیٰ ہے جو روزہ رکھتا ہو تو وہ اس دن میں روزہ رکھے۔ (بخاری ح/۱۹۱۴)

روزے میں نیت کا بیان

روزے کے لئے نیت ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ
”اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ (بخاری و مسلم)
سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے صحیح سند کے ساتھ حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ لَمْ يَجْمَعْ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهُ
جس نے طلوع فجر سے پہلے روزے کی نیت نہ کی اس کا کوئی روزہ نہیں ہے۔ (جامع ترمذی ح/۷۳۰)

مذکورہ حدیث سے صاف ظاہر ہو گیا کہ رمضان المبارک کے روزے کے لئے نیت ضروری ہے اس کے بغیر روزہ نہیں ہوتا اور روزہ دار کو روزہ کی نیت رات سے ہی کر لینی چاہئے اگر رات کو نہ کر سکے تو طلوع فجر سے پہلے بہر کیف کر لینی چاہئے جبکہ نفلی روزہ میں طلوع آفتاب کے بعد بھی نیت کی جاسکتی ہے۔ نیت دل کے ارادہ کو کہتے ہیں

اس میں عربی یا کسی بھی زبان میں مخصوص عبارت بنا کر زبان سے ادا کرنا درست نہیں ہے اور نہ ہی ایسا رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سلف صالحین رحمہم اللہ سے ثابت ہے اس لئے ایسا کرنا خلاف سنت اور بدعت پر مبنی عمل ہے۔

سحری

نبی ﷺ نے سحری کھانے کا حکم دیا ہے جیسا کہ بخاری و مسلم میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السُّحُورِ بَرَكَهً

سحری کھاؤ کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔ (بخاری ح/۱۹۲۳ - مسلم ح/۱۵۹۵)

اور صحیح مسلم میں عمرو بن العاص سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فَصُلِّ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَكْلَةَ

السُّحُورِ

”ہمارے اور اہل کتاب کے درمیان حد فاصل سحری کھانا ہے۔“
معلوم ہوا کہ یہود و نصاریٰ سحری نہیں کھاتے تو رسول اللہ ﷺ نے مخالفت اہل ایمان کو حکم دیا کہ وہ سحری کھایا کریں تو سحری ضرور کرنی چاہئے اگرچہ پانی کا ایک گھونٹ ہی کیوں نہ میسر ہو۔

تاخیر سحری

سحری تاخیر سے کھانا مستحب ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سحری کھائی جب سحری سے فارغ ہوئے تو نبی ﷺ نماز ادا کرنے کیلئے کھڑے ہوئے۔ آپ کے سحری سے فارغ ہونے اور فجر کی نماز کی ادائیگی میں اتنا فاصلہ تھا کہ آدمی تقریباً پچاس آیات تلاوت کر لیتا۔

سیدنا زید بن ثابت سے مروی ہے کہ

تَسَحَّرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ إِلَيَّ

الصَّلَاةِ قُلْتُ كَمْ كَانَ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالسُّحُورِ قَالَ قَدَرُ خَمْسِينَ آيَةً

ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ سحری کھائی پھر آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ (سیدنا انس کہتے ہیں) میں نے زید رضی اللہ عنہ سے کہا اذان اور سحری میں کتنا فاصلہ تھا؟ تو انہوں نے فرمایا تقریباً پچاس آیات کا۔ (بخاری و مسلم)

نوٹ: یاد رہے کہ سحری کی کوئی خاص دعا صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

افطاری

روزہ جلد افطار کرنا اور سحری میں تاخیر کرنا مستحب ہے سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

(لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ)

اس وقت تک لوگ ہمیشہ بھلائی میں رہیں گے جب تک وہ افطاری میں جلدی کریں گے۔ (بخاری و مسلم)

سیدنا عمرو بن میمون الاودی سے مروی ہے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ لوگوں سے جلد افطاری کرنے والے اور سحری میں تاخیر کرنے والے تھے۔ (فتح الباری)
لہذا روزہ دار کو سورج غروب ہوتے ہی افطاری کر لینی چاہئے۔ کسی قسم کے شک و شبہ میں نہیں پڑنا چاہئے جبکہ تاخیر سے افطاری کرنا یہود و نصاریٰ کا عمل بتایا گیا ہے۔

افطاری کس چیز کے ساتھ کی جائے؟

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نماز (مغرب) پڑھنے سے قبل تر کھجوروں کے ساتھ روزہ افطار کرتے اور اگر تر کھجوریں میسر نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں (چھو بارے) سے روزہ افطار کرتے اور اگر خشک کھجوریں نہ ملتیں تو پانی کے چند گھونٹ بھر لیتے۔ (ابوداؤد ترمذی)

افطاری کے وقت دعا قبول ہوتی ہے

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

إِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِهِ لِدَعْوَةٍ مَا تُرَدُّ روزه دار کی افطاری کے وقت دعا روئیں کی جاتی۔ (رواہ ابن ماجہ)

لہذا روزہ دار کو دین و دنیا کی بہتری کے لئے دعائیں کرنی چاہئیں۔

روزہ افطار کروانا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
مَنْ فُطِرَ صَائِمًا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِ الصَّائِمِ شَيْئًا۔

جس نے کسی روزے دار کو روزہ کھلویا تو اس کو بھی روزے دار کی مثل اجر ملے گا بغیر اس کے کہ اللہ روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی کرے۔ (ترمذی)

ایک دوسری حدیث میں فرمایا
مَنْ فُطِرَ صَائِمًا أَوْ جَهَّزَ غَازِيًا فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ جس نے کسی روزے دار کو روزہ کھلویا یا کسی مجاہد کو تیار کیا (سامان حرب مہیا کیا) تو اس کے لئے بھی اس کی مثل اجر ہے

مباحات روزہ

- ۱۔ حالت روزہ میں بھول کر کھانا پینا۔ (بخاری و مسلم)
- ۲۔ خود بخود قے کا آجانا۔ (ترمذی)
- ۳۔ روزہ کی حالت میں بیوی سے بوس و کنار کرنا بشرطیکہ اپنے اوپر کنٹرول ہو۔ (بخاری و مسلم)
- ۴۔ حالت روزہ میں سبکی لگوانا۔ (بخاری)
- ۵۔ حالت جنابت میں سحری کھانا پھر بعد میں غسل کر لینا۔

(بخاری و مسلم)

۶۔ مسواک کرنا بخاری۔ (مسلم و ترمذی)

مفسدات روزہ

- ۱۔ حالت روزہ میں جان بوجھ کر کھانا پینا۔ (بخاری۔ ترمذی)
- ۲۔ جان بوجھ کر قے کرنا۔ (ترمذی ابو داؤد ابن ماجہ)
- ۳۔ حیض و نفاس۔ (بخاری و مسلم)
- ۴۔ حالت روزہ میں جماع کرنا۔ (بخاری و مسلم)

رخصت برائے روزہ

☆ ایسا مریض جسے شفا یاب ہونے کی امید ہو اور مسافر کو قضا کے ساتھ روزہ رکھنے کی رخصت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔
وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ (البقرہ: ۱۸۵)

افطاری کی دعاء

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ افطاری کے وقت یہ دعا کرتے تھے۔
ذَهَبَ الظَّمْأُ وَأَبْتَلَتِ الْعُرُوفُ وَكَبَّتِ الْأَجْرُ إِن شَاءَ اللَّهُ
پاس چلی گئی۔ رگیں تر ہو گئیں اور اگر اللہ نے چاہا تو اجر ثابت ہو گیا۔ (ابوداؤد)

لیلیۃ القدر کی دعا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ لیلیۃ القدر ہے تو کیا پڑھا کروں؟ فرمایا یہ دعا پڑھا کرو۔
اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي (ترمذی ابن ماجہ)

اور جو کوئی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو دیگر ایام میں گنتی پوری کرے۔

☆ حائضہ اور نفاس والی عورت نہ نماز پڑھے گی نہ روزہ رکھے گی لیکن بعد میں صرف روزہ کی قضا دے گی۔ (مسلم ترمذی)

☆ حاملہ اور مرضعہ (دودھ پلانے والی) کو اگر روزہ سے جنین یا بچہ کو نقصان کا اندیشہ ہو تو اسے روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے۔ (ابوداؤد ترمذی)

☆ بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جو روزہ کی استطاعت نہ رکھتے ہوں وہ ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔ (ابوداؤد دارقطنی، مستدرک حاکم)

کفارہ

جو شخص اپنی بیوی سے رمضان المبارک میں روزہ کی حالت میں جماع کرے تو اس پر روزے کی قضا اور کفارہ لازم ہے۔ کفارہ کی تفصیل۔

- ۱۔ ایک غلام آزاد کرے۔
- ۲۔ اگر غلام آزاد کرنے کی استطاعت نہیں تو دو ماہ کے متواتر روزے رکھے۔
- ۳۔ اگر اس کی بھی استطاعت نہیں تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے۔ (کفارہ کی ادائیگی میں مذکورہ ترتیب ضروری ہے)۔

(بخاری، مسلم، ترمذی)

قیام اللیل

قیام اللیل کو صلوة تراویح قیام رمضان صلوة اللیل وغیرہ بھی کہا جاتا ہے۔ قیام اللیل کا مطلب یہ ہے کہ راتوں کو اللہ کی عبادت اور اس کی بارگاہ میں عجز و انکساری کا اظہار ہو۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو صفات بیان فرمائی ہیں۔ ان میں ایک یہ بھی ہے۔
وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا (فرقان)
ان کی راتیں اپنے رب کے سامنے قیام و سجود میں گزرتی ہیں

اور نبی ﷺ نے فرمایا

مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

جس نے رمضان المبارک کا قیام ایمان اور ثواب سمجھ کر کیا اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے گئے۔ (بخاری و مسلم)
اور صحیح مسلم میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا:
وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ صَلَاةُ اللَّيْلِ
فرضی نماز کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز ہے۔ (مسلم)

راتوں کا قیام نبی ﷺ کا بھی مستقل معمول تھا صحابہ کرام اور تابعین عظام بھی اس کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے اور ہر دور کے اہل علم اصحاب زہد و تقویٰ کا یہ امتیاز رہا ہے خصوصاً رمضان المبارک میں اس کی بڑی اہمیت و فضیلت ہے اور اس کا وقت نماز عشاء سے لے کر نماز فجر تک ہے رات کے کسی حصہ میں بھی پڑھی جاسکتی ہے جبکہ امام کے ساتھ شروع نماز سے آخر تک قیام کرنا پوری رات کے قیام کے برابر ہے۔

نماز تراویح کی مسنون رکعات

نبی آخر الزمان ﷺ نماز تراویح مع وتر گیارہ رکعت پڑھا کرتے تھے جس پر مندرجہ ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں۔ سیدنا ابوسلمہ بن عبد الرحمن سے مروی ہے۔ انہوں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ کی رمضان میں نماز کے متعلق دریافت کیا جس پر ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا

مَا كَانَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً
رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں (قیام اللیل) گیارہ رکعت سے زائد نہ کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

صحیح مسلم میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِيهِمَا

بَيْنَ أَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى الْفَجْرِ إِحْدَى عَشْرَةَ رُكْعَةً يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رُكْعَتَيْنِ وَيُوتِرُ بِوَاحِدَةٍ

نبی ﷺ نماز عشاء اور نماز فجر کے درمیان گیارہ رکعت ادا کرتے اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے اور ایک رکعت وتر ادا کرتے اور اس باب میں مفصل معلومات کے لئے دیکھئے شیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ تعالیٰ کا اشتہار جس میں انہوں نے نماز تراویح کے متعلق متعدد دلائل کا احاطہ کیا ہے۔

لیلة القدر

وہ عظیم رات ہے جو ماہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی بھی ہو سکتی ہے جس کی رات بھر عبادت ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اسے طاق راتوں میں کسی ایک کے ساتھ مختص کرنا درست نہیں ہے اور اسے مخفی رکھنے میں یہی حکمت معلوم ہوتی ہے کہ ایک مومن اس کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے آخری عشرے کی تمام طاق

راتوں میں اللہ تعالیٰ کی خوب عبادت کرے۔ اس کی فضیلت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۚ وَمَا أَذْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۚ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۚ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ ۚ سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ (سورة القدر)

ہم نے اس قرآن کو قدر والی رات میں نازل کیا ہے اور آپ کو کیا معلوم قدر والی رات کیا ہے؟ شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس میں (ہر کام) کے سرانجام دینے کیلئے اپنے رب کے حکم سے فرشتے اور روح (جبرائیل) اترتے ہیں یہ رات سراسر سلامتی کی ہوتی ہے اور فجر کے طلوع ہونے تک (رہتی ہے)۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا۔
(إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ مُبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ ۚ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ (سورة دخان)

ہم نے اس قرآن کو مبارک رات میں نازل کیا ہے شک ہم ڈرانے والے ہیں۔ اس رات ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

شوال کے روزوں کی فضیلت

رمضان المبارک کے بعد ماہ شوال میں چھ روزے رکھنے کا بڑا اجر و ثواب کتب حدیث میں وارد ہوا ہے۔ ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَسِتًّا مِنْ شَوَّالٍ فَكَأَنَّمَا صَامَ السَّنَةَ كُلَّهَا

جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے پیچھے شوال کے چھ روزے لایا تو یہ پورے سال کے روزوں کا اجر ہے۔

(مسند احمد ۳۸/۵۱۵، رقم ۲۳۵۳۳، صحیح مسلم ۲۰۴/۱۱۶۴، ترمذی (۷۵۹)، عبد الرزاق (۷۹۱۸، ۷۹۱۹، ۷۹۲۱)، مسند حمیدی (۳۸۱)، ابوداؤد (۲۴۳۳)، السنن الکبریٰ للنسائی (۲۸۶۳)، صحیح ابن خزيمة (۲۱۱۴)، صحیح ابن حبان (۳۶۳۴)، مسند الشافعی (۱۱۴۳)، بیہقی (۲۹۲/۴)، شرح السنہ (۱۷۸۰)

ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ فَشَهْرٌ بِعَشْرَةِ أَشْهُرٍ وَصِيَامُ سِتَّةِ أَيَّامٍ بَعْدَ الْفِطْرِ فَذَلِكَ تَمَامُ صِيَامِ السَّنَةِ

جس شخص نے ماہ رمضان کے روزے رکھے تو یہ ایک ماہ دس ماہ کے برابر ہے اور عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھنا یہ سال کے روزے پورے کرنا ہے۔

(مسند احمد ۷۳/۹۴، مسند الشامیین (۹۰۳)، ابن ماجہ (۱۷۱۵)، صحیح ابن خزيمة (۲۱۱۵)، السنن الکبریٰ للنسائی (۲۸۶۳)، صحیح ابن

لیلة القدر کے قیام کا ثواب

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

جس نے شب قدر میں قیام کیا۔ (یعنی اللہ کی عبادت کی) اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (بخاری)

لیلة القدر کی تلاش

ماہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے ایک رات لیلة القدر ہے جس کی تلاش و جستجو میں ان طاق راتوں کو قیام کرنے اور ذکر و عبادت میں رات گزارنے کی تاکید ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوُتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَّخِرِ مِنْ رَمَضَانَ (بخاری)

سو آپ ﷺ کا بھی رمضان کے عشرہ اخیر میں یہ معمول تھا کہ خود بھی عبادت کے لئے کمر کس لیتے اور اپنے گھروالوں کو بھی حکم دیتے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهُ وَأَحْيَا لَيْلَهُ وَأَيَّقَطَ أَهْلَهُ

ماہ رمضان کے آخری دس دن آتے تو نبی ﷺ کمر بستہ ہو جاتے رات کو جاگتے اور اپنے اہل و عیال کو بھی جگاتے۔ (بخاری و مسلم)

اعتکاف

اعتکاف رمضان المبارک کے آخری عشرے کی خصوصی عبادات میں سے ایک ہے۔ نبی اکرم ﷺ اس کا بھی خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔ آپ اتنی پابندی سے اعتکاف فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ آپ اعتکاف نہ بیٹھ سکے تو آپ نے شوال کے آخری دس دن کا اعتکاف فرمایا۔ (صحیح بخاری)

اور جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال آپ نے رمضان

حبان (۳۶۳۵) الحکم الکبیر للطبرانی (۱۴۵۱)؛ بیہقی ۴/۲۹۳ تاریخ بغداد ۲/۳۶۲

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَاتَّبَعَهُ بِسِتٍّ مِنْ شَوَّالٍ فَكَأَنَّمَا صَامَ الدَّهْرَ

جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھے اور اس کے پیچھے ماہ شوال کے چھ روزے رکھے گویا اس نے پورے سال کے روزے رکھے۔

(مسند بزار (۱۰۶۰، ۱۰۶۱) کشف الاستار) علامہ بیہقی فرماتے ہیں ”وله طرق رجال بعضا رجال الصحيح“ مجمع الزوائد ۳/۱۸۳

اس حدیث کے کئی طرق ہیں اور بعض کے رجال صحیح کے رجال ہیں اس طرح امام منذری نے بھی کہا ہے۔ (الترغیب والترہیب ۲/۴۰)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے طبرانی اوسط (۴۶۳۹) ۵/۳۲۴ مجمع البحرین ۳/۱۳۳ (۱۵۵۷)

لیکن اس کی سند میں مجاہیل اور یحییٰ بن سعید مازن متروک ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رمضان المبارک کے بعد ماہ شوال کے چھ روزے رکھنے سے پورے سال کا اجر مل جاتا ہے کیونکہ ایک ماہ کے روزے جب ۱۰ گنا فضیلت پاتے ہیں۔ تو ۳۶ یا ۳۵ روزے پورے سال کا اجر پالیتے ہیں۔ اب رہا ان کے رکھنے کا طریقہ تو یہ مسلسل بھی رکھے جاسکتے ہیں اور وقفہ وقفہ سے بھی عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے مسلسل اور متفرق طور پر رکھنا دونوں کی طرح کا قول منقول ہے۔ (ترمذی مع تحفة الاحوذی ۳/۵۳۵)

زكاة الفطر یا صدقہ فطر

حافظ عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ

فرض فرمایا اور اسے لوگوں کے نماز عید کی طرف نکلنے سے پہلے ادا کرنے کا حکم دیا۔ عبد اللہ (ابن عمر) نے فرمایا پھر لوگوں نے گندم کے دو مد اس کے برابر سمجھ لئے۔“

((عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ كُنَّا نُخْرِجُ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ وَ فِي الرَّوَايَةِ الثَّانِيَةِ فَلَمَّا جَاءَتْ السَّمَرَاءُ قَالَ مُعَاوِيَةُ: ”أَرَى مُدًّا مِنْ هَذَا يَعْدِلُ مُدَّيْنِ“))

(صحیح بخاری : ابواب صدقة الفطر)

”ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ہم غلے کا ایک صاع یا جو کا ایک صاع یا کھجور کا ایک صاع یا پیڑ کا ایک صاع یا مٹھی کا ایک صاع زکاة الفطر نکالا کرتے تھے تو جب گندم آگئی تو معاویہ نے فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ اس گندم کا ایک مد ان دوسری جنسوں کے دو مدوں کے برابر ہے۔“

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : ((وَكَلَّنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ فَاتَانِي آتٍ فَجَعَلَ يَحْنُو مِنَ الطَّعَامِ فَآخَذْتُهُ فَقُلْتُ لَا زَفَعْتِكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

صدقہ فطر کے متعلقہ چند ایک

احادیث

فطر کا معنی روزہ کھولنا یا روزہ نہ رکھنا ہے۔ ماہ رمضان کے روزے پورے

ہونے پر ہر مسلمان کی طرف سے ایک صاع غلہ صدقہ کرنا فرض ہے۔ اس لئے اسے زکاة الفطر یا زکاة رمضان کہا جاتا ہے۔

اس کے متعلق چند احادیث اور ان کے بعد ان سے ثابت ہونے والے مسائل درج کئے جاتے ہیں:

((عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: زَكَاةَ الْفِطْرِ طَهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَ طُعْمَةً لِلْمَسْكِينِ مَنْ آذَاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ وَمَنْ آذَاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ))

”ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے زکاة فطر فرض فرمائی جو روزہ دار کے لئے لغو اور بیہودہ باتوں سے پاک کرنے اور مساکین کو کھلانے کا ذریعہ ہے جو شخص اسے نماز (عید) سے پہلے ادا کر دے وہ مقبول زکاة ہے اور جو اسے نماز کے بعد ادا کرے وہ عام (صدقوں میں سے ایک صدقہ ہے۔“

(ابوداؤد باب زکاة الفطر وحسنہ الالبانی)

((عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَ أَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ وَ فِي رَوَايَةٍ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ ﷺ فَجَعَلَ النَّاسُ عِذْلَهُ مُدَّيْنِ مِنْ حِنْطَةٍ)) (صحیح بخاری : الزکاة/باب صدقة الفطر و

اخرجه الجماعة)

”ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کا ایک صاع یا جو کا ایک صاع زکاة فطر مسلمانوں میں سے ہر غلام و آزاد مرد و عورت اور چھوٹے بڑے پر

وَلَا تُبَايِسُوا وَهَنٌ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ (سورة

البقرہ)

اور تم عورتوں (اپنی بیویوں) سے جماعت نہ کرو اس حال میں کہ تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھنے والے ہو۔

لہذا عورتیں اگر اعتکاف کرنا چاہیں تو مسجد کو ہی اختیار کریں گھروں میں اعتکاف نہ بیٹھیں اور مسجدیں ایسی اختیار کریں جہاں پردے کا اہتمام وغیرہ اچھی طرح موجود ہو۔ اعتکاف کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ رمضان المبارک کی بیس تاریخ کو مغرب کی نماز مسجد میں ادا کی جائے رات کو مسجد میں قیام کیا جائے اور اکیس رمضان کو نماز فجر کے بعد اعتکاف گاہ میں داخل ہو اور شوال کا چاند نظر آنے تک اپنا اعتکاف جاری رکھے۔

صدقہ فطر اور نماز عید

۱۔ صدقہ فطر ہر مسلمان: مرد و عورت آزاد غلام چھوٹے بڑے پر ادا کرنا فرض ہے۔ (بخاری و مسلم) حتیٰ کہ نماز عید سے پہلے پیدا ہونے والے بچے کی طرف سے بھی ادا کیا جائے گا۔

۲۔ صدقہ فطر اپنے علاقے کی معروف خوراک سے ایک صاع ادا کیا جائے۔ (بخاری و مسلم صحیح ابن خزیمرہ)

۳۔ صدقہ فطر نماز عید کی ادائیگی سے پہلے ادا کر دینا چاہئے۔ (بخاری و مسلم)

۴۔ صدقہ فطر روزہ دار کے لئے لغویات اور فحش گوئی سے طہارت و کفارہ اور فقراء و مساکین کے لئے کھانا ہے نماز عید سے پہلے ادا کیا ہوا صدقہ صدقہ فطر شمار ہوگا جبکہ بعد میں دیا ہوا صدقہ عام صدقہ شمار ہوگا۔ (ابوداؤد ابن ماجہ)

۵۔ عید گاہ میں مردوں عورتوں کا حاضر ہونا ضروری ہے حتیٰ کہ ایام ماہواری والی عورتیں بھی حاضر ہوں اور ایک طرف بیٹھ کر تکبیرات پڑھیں البتہ نماز سے الگ رہیں اور مسلمانوں کے ساتھ دعائے خیر میں شامل ہوں۔ (بخاری و مسلم)

باقی صفحہ نمبر 53

میں دس دن کی بجائے 20 دن اعتکاف فرمایا۔

اعتکاف کا لغوی معنی کسی چیز کو لازم پکڑنا اور نفس کو اس امر پر بند رکھنا خواہ وہ چیز اچھی ہو یا بری اور شریعت اسلامیہ میں اعتکاف سے مقصود تقرب الہی کی نیت سے مسجد کو لازم پکڑنا اور اس میں اقامت گزیر ہونا ہے۔ (فقہ السنہ)

اعتکاف کی شرعی حیثیت

رمضان وغیرہ رمضان سال کے کسی دن بھی اعتکاف کیا جاسکتا ہے۔ نبی ﷺ سے سوال میں بھی ثابت ہے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف بیٹھنے کی نذر مانی تھی تو آپ ﷺ نے انہیں فرمایا۔

أَوْفِ نَذْرَكَ فَاعْتَكِفْ لَيْلَةً (بخاری و مسلم)

”تو اپنی نذر پوری کر اور اعتکاف بیٹھ۔“

لیکن سب سے افضل اعتکاف رمضان المبارک کا یہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ ثُمَّ اغْتَكَفَ آثَرَهُ مِنْ بَعْدِهِ

نبی اکرم ﷺ رمضان المبارک کے آخری دس دن اعتکاف فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فوت کر لیا پھر آپ کے بعد آپ کی بیویوں نے اعتکاف فرمایا۔ (بخاری)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي كُلِّ رَمَضَانَ عَشْرَةَ أَيَّامٍ فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ اغْتَكَفَ عَشْرِينَ يَوْمًا

رسول اللہ ﷺ ہر رمضان میں 10 دن اعتکاف بیٹھتے تھے جس سال فوت ہوئے آپ نے بیس دن کا اعتکاف کیا۔ (بخاری)

☆ اعتکاف کیلئے مسجد کا ہونا شرط ہے چاہے وہ مرد ہو یا عورت اسے مسجد میں اعتکاف کرنا لازم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔



فَذَكَرَ الْحَدِيثَ..... فَقَالَ إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَأَقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ . (الْحَدِيثُ))

(صحیح البخاری باب صفة ابليس و جنوده)

”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے زکاة رمضان کی حفاظت پر مقرر فرمایا تو میرے پاس ایک شخص آیا اور غلہ بھرنے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کروں گا۔ آگے لمبا واقعہ بیان کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ چور جو حقیقت میں شیطان تھا، تین راتوں تک آتا رہا اور آخری مرتبہ اس نے آیۃ الکرسی کی فضیلت بیان کر کے جان چھڑائی۔“

صدقہ فطر کن لوگوں پر فرض ہے:

صدقہ فطر مسلمانوں کے ہر آزاد و غلام، مرد و عورت اور چھوٹے بڑے پر فرض ہے حتیٰ کہ عید سے پہلے جو بچہ پیدا ہو اس کی طرف سے بھی فرض ہے۔ غیر مسلم کی طرف سے یہ صدقہ فرض نہیں خواہ وہ کسی مسلمان کا باپ ہو یا بیٹا یا بیوی یا غلام۔ (دیکھئے حدیث نمبر 2)

گھر کا ذمہ دار اپنے زیر کفالت تمام افراد کی طرف سے صدقہ ادا کرے جن کی خوراک اس کے ذمے ہے۔ اس میں اس کے ملازم شامل نہیں۔ وہ اپنا صدقہ خود ادا کریں گے۔

بعض لوگ صدقہ فطر فرض ہونے کے لئے شرط لگاتے ہیں کہ آدمی اتنے مال کا مالک ہو جو زکاة کے نصاب کو پہنچتا ہو مگر صحیح بات یہ ہے کہ جس شخص کے پاس گھر کے افراد کے خورد و نوش سے زائد غلہ موجود ہو وہ صدقہ ضرور دے۔ دوسرے لوگ اسے صدقہ دیں گے تو اس کی مسکنت کا حل بھی ہو جائے گا۔ اس کی دلیل حدیث نمبر 2 ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان پر یہ صدقہ فرض فرمایا ہے۔ اور ہر مسلمان کو ضرورت ہے کہ اس کے روزے لغو اور رفث سے پاک ہو جائیں۔ ہاں اگر خود فاقے سے ہو اور کوئی اسے صدقہ بھی نہ دے جس سے وہ صدقہ ادا کر سکے تو معافی ہے۔ ﴿ لَا يَكْلَفُ اللَّهُ نَفْسًا وَلَا

وَسَعَهَا﴾

صدقہ فطر کا مقصد:

صدقہ فطر کا مقصد یہ ہے کہ روزے دار سے کوئی نامناسب یا بیہودہ بات ہو گئی ہو تو اس صدقہ کے ذریعے معاف ہو جائے اور مساکین کے کھانے پینے اور ضرورتوں کا انتظام ہو جائے تاکہ وہ بھی عید کی خوشی میں شریک ہو سکیں اور کم از کم عید کے دن انہیں کسی کے سامنے سوال کے لئے ہاتھ نہ پھیلا نا پڑے۔ (دیکھئے حدیث نمبر: 1)

صدقہ فطر کب ادا کیا جائے؟

صدقہ فطر کا ادا کرنا عید کی نماز پر جانے سے پہلے پہلے ضروری ہے۔ اگر نماز کے بعد ادا کرے گا تو صدقہ فطر ادا نہیں ہو گا۔ (دیکھئے۔ حدیث نمبر 21) بہتر یہ ہے کہ عید سے کچھ دن پہلے جمع کروا دیا جائے تاکہ جمع کرنے والے حضرات مساکین کو پہنچا سکیں اور وہ اپنی ضرورت کی چیزیں خرید سکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسا ہی ہوتا تھا جیسا کہ حدیث نمبر 4 میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو زکاة رمضان کی حفاظت پر مقرر فرمایا اور تین راتیں شیطان چوری کے لئے آتا رہا اس سے ظاہر ہے کہ صدقہ اس سے پہلے جمع ہونا شروع ہو چکا تھا۔

صدقہ فطر ایک جگہ جمع کرنا چاہئے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہی تھا کہ صدقہ فطر مسجد میں جمع ہوتا تھا اور مستحقین میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ اب بھی یہ حکومت اسلامیہ کا فریضہ ہے۔ (دیکھئے حدیث نمبر 2) اگر یہ نعت میسر نہ ہو تو اجتماعیت کی جو صورت بھی ممکن ہو اختیار کرنی چاہئے اور محلہ کی مسجد میں جمع کر کے عید سے پہلے پہلے صدقہ تقسیم کر دینا چاہئے۔ اگر نہ ہو سکے تو خود ہی صدقہ فطر مساکین کو دے دے۔

صدقہ الفطر کن چیزوں سے دیا جائے:

جو جنس لوگ بطور خوراک استعمال کرتے ہیں اس میں سے صدقہ الفطر ادا کیا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگ

عموماً جو، کھجور، منقہ اور پیاز کھاتے تھے۔ اس لئے آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو انہی اجناس سے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا۔

ابوسعید خدری رضی اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں فطر کے دن طعام کا ایک صاع دیا کرتے تھے اور اس وقت ہمارا طعام جو، کھجور، منقہ اور پیاز تھا۔

(صحیح بخاری: باب الصدقة قبل العيد)

معاویہ رضی اللہ عنہ حج یا عمرہ کے لئے آئے تو منبر پر لوگوں سے گفتگو فرمائی اور فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ شام کی گندم کے دو مد (آدھا صاع) کھجور کے ایک صاع کے برابر ہیں۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تو ہمیشہ اسی طرح نکالتا رہوں گا۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں (ایک صاع) نکالتا تھا۔

(صحیح مسلم: باب زكاة الفطر على المسلمين)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک صاع کھجور کے مقابلے میں آدھا صاع گندم معاویہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد ہے ورنہ وہ یا کوئی اور صحابی رسول اللہ ﷺ سے یہ بات ضرور نقل فرماتے اس لئے ابوسعید خدری اور ابن عمر ہر جنس میں سے صدقہ ایک صاع ہی سمجھتے تھے اور گندم کے آدھے صاع کو لوگوں کی اپنی رائے قرار دیتے تھے۔ (دیکھئے شروع میں حدیث 3)

سنن کی بعض احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر دو آدمیوں کی طرف سے گندم کا ایک صاع دینے کا ذکر بھی آیا ہے اگرچہ بعض اہل علم نے انہیں صحیح فرمایا ہے۔ مگر اکثر اہل علم کے نزدیک وہ صحیح نہیں۔

امام بیہقی فرماتے ہیں: ”نبی ﷺ سے ایک صاع گندم دینے کی احادیث بھی آئی ہیں اور نصف صاع دینے کی بھی مگر ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں۔ میں نے ان میں سے ہر ایک کی علت ”الخلافاً“ میں بیان کر دی ہے اور ہمیں ابوسعید خدری اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت پہنچی ہے کہ گندم کے نصف صاع کو جو کے صاع کے برابر نبی ﷺ کے بعد قرار دیا گیا ہے۔“

(السنن الكبرى للبيهقي ص: 170 جلد: 4)

مولانا عبید اللہ رحمانی نے بھی نصف صاع کی تمام مرفوع احادیث کو اہل العلم بالمحدیث کے نزدیک مدخول قرار دیا ہے۔

(دیکھئے مرعاة المفاتيح رقم حدیث: 1831)

اس لئے بہتر یہی ہے کہ گندم میں سے بھی ایک صاع ہی صدقہ دیا جائے خصوصاً اس لئے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے یا اگر ثابت ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گندم کا نصف صاع اس لئے مقرر کیا تھا کہ مدینہ میں گندم کھجور سے بہت مہنگی تھی۔ ہمارے ہاں وہ کھجور سے کہیں سستی ہے

☆.....صدقہ فطر کا مقصد یہ ہے کہ روزے دار سے کوئی نامناسب یا بیہودہ بات ہو گئی ہو تو اس صدقہ کے ذریعے معاف ہو جائے اور مساکین کے کھانے پینے اور ضرورتوں کا انتظام ہو جائے۔

☆.....جنس کا وزن ایک نہیں ہو سکتا بلکہ جو جنس بھاری ہوگی وہ زیادہ آئے گی جیسا کہ گندم یا چاول ہیں اور جو ہلکی ہوگی وہ کم آئے گی مثلاً جو یا مکئی ہے۔ ”رسالہ الزکاة“ کے مصنف ڈاکٹر عبداللہ بن محمد الطیار نے اپنا تجربہ لکھا ہے کہ ”گندم“ اور ”جو“ کے وزن میں 23:28 کی نسبت ہوتی ہے۔

☆.....کفار سے لڑائی کے وقت اگر مجاہدین کو ضرورت ہو تو اسے پورا کرنا ہر اس مسلمان پر لازم ہے جو اس کی استطاعت رکھتا ہو۔

☆.....اگر ممکن ہو تو صدقہ فطر ایک جگہ جمع کر کے اجتماعی طور پر خرچ کرنا چاہئے ورنہ انفرادی طور پر دے دیں۔

☆.....صدقہ فطر ان سفید پوشوں کو دیں جو سوال نہیں کر سکتے اور ان میں سے بھی ان فقراء کا حق سب سے زیادہ ہے جو اللہ کی راہ میں طلب علم اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے وقف ہیں۔

اس لئے ((صاعا من طعام)) کے مطابق جو جنس بھی لوگوں کا طعام ہو اس میں سے ایک صاع صدقہ فطر دینا چاہئے خواہ گندم ہو یا جو یا مکئی ہو یا چاول یا پنے ہوں یا جوار یا جره وغیرہ۔

صاع کی مقدار:

صاع تولنے کا پیمانہ نہیں بلکہ ماپنے کا پیمانہ ہے جسے پنجابی میں ٹوپہ کہتے ہیں۔ ایک صاع میں چار مد ہوتے ہیں۔ پنجابی میں مد کو پٹروپی کہا جاتا ہے۔ ظاہر ہے صاع سے ماپی جانے والی ہر جنس کا وزن ایک نہیں ہو سکتا بلکہ جو جنس بھاری ہوگی وہ زیادہ آئے گی جیسا کہ گندم یا چاول ہیں اور جو ہلکی ہوگی وہ کم آئے گی مثلاً جو یا مکئی ہے۔ ”رسالہ الزکاة“ کے مصنف ڈاکٹر عبداللہ بن محمد الطیار نے اپنا تجربہ لکھا ہے کہ ”گندم“ اور ”جو“ کے وزن میں 23:28 کی نسبت ہوتی ہے۔ کتب احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاع کا اندازہ پانچ رطل اور ایک رطل کا تیسرا حصہ بیان ہوا ہے جو اگرچہ عام طور پر ڈھائی کلو شہور ہے۔ مگر تحقیق یہ ہے کہ وہ گندم میں سے دو کلو سے زیادہ نہیں کیونکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ ایک صاع میں چار مد ہوتے ہیں۔

((مَدَّ يَمْدًا مَدًّا)) کا معنی ”پھیلانا“ ہے۔ عربی لغت کی معروف و معتبر کتاب قاموس میں لکھا ہے:

((الصاع اربعة امداد كلُّ مَدَّ رَطْلٌ و ثلث . قال الداؤدى : معياره الذى لا يختلف اربع حفنات بكفى الرجل الذى ليس بعظيم الكفين و لا صغيرهما اذ ليس كل مكان يو جد فيه صاع النبى صلى الله عليه وسلم انتهى و جربت ذالك فوجدته صحيحاً))

”یعنی صاع کے چار مد ہوتے ہیں۔ ہر مد ایک رطل اور تہائی رطل ہوتا ہے (صاع پانچ رطل اور تہائی رطل) (داؤدی نے فرمایا کہ اس کا معیار جو مختلف نہیں ہوتا ایسے آدمی کے دونوں ہاتھوں کی چار لپیں ہیں جس کی ہتھیلیاں نہ بڑی ہوں نہ چھوٹی، کیونکہ ہر ایک جگہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صاع نہیں مل سکتا۔ صاحب قاموس فرماتے ہیں کہ میں نے اس کا تجربہ کیا تو اسے صحیح پایا (یعنی ایسی چار لپیں پانچ رطل اور

تہائی رطل کے برابر ہوتی ہیں)

اسلام دین فطرت ہے اور اس کے مقرر کردہ پیمانے بھی سادہ اور فطری ہیں۔ سعودی عرب کے مشہور مفتی شیخ عبدالعزیز بن باز اور ان کے ساتھ پیٹہ کبار العلماء کے اراکین نے یہی فرمایا ہے کہ صدقہ فطر ادا کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ معتدل ہاتھوں والا آدمی دونوں ہاتھوں کی لپیں چار دفعہ بھر کر دے دے۔

یہ مقدار ہمارے تجربہ کے مطابق گندم میں سے دو کلو ہے۔ ہر شخص خود بھی تجربہ کر سکتا ہے۔ ہلکی جنسوں کا وزن اس سے بھی کم ہوگا۔ تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

صدقہ الفطر میں غلہ کی بجائے قیمت ادا کرنا:

رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر طعام میں سے ایک صاع مقرر فرمایا ہے جس طرح بکریوں میں سے بکریاں اور اونٹوں سے اونٹ مقرر فرمائے ہیں۔ اس لئے جس شخص کے پاس گندم، چاول، آٹا، مکئی یا کوئی بھی جنس موجود ہو جو اس کی خوراک ہے اسے اس جنس میں سے ہی صدقہ فطر ادا کرنا چاہئے۔ اس کی قیمت نہیں دینی چاہئے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہی ہے کہ طعام کا ایک صاع صدقہ فطر دیا جائے۔

البدنہ اگر کسی کے گھر میں طعام کی جنس موجود نہ ہو تو جو جنس وہ بطور خوراک استعمال کرتا ہے مثلاً گندم، چاول وغیرہ اس کی قیمت ادا کر دے۔ اس کیلئے خرید کر دینا ضروری نہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص کے ذمے بنت لبون (دوسالہ اونٹنی) صدقہ میں دینا ہو مگر اس کے پاس بنت مخاض (ایک سالہ اونٹنی) ہو تو اس سے وہی لے لی جائے اور وہ اس کے ساتھ بیس درہم یا دو بکریاں ادا کر دے۔“ (صحیح بخاری باب من بلغت عنده صدقۃ بنت مخاض ولیست عنده)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ((باب العرض فی الزکاة)) میں زکاة قیمت کی صورت میں ادا کرنے کے اور دلائل بھی ذکر فرمائے ہیں۔

صدقہ الفطر کن لوگوں کو دیا جائے:

جیسا کہ (حدیث: 1) میں گزرا ہے: ((زَكَاةُ الْفِطْرِ طُعْمَةٌ لِلْمَسْكِينِ)) اس لئے یہ مساکین میں ہی تقسیم کرنا چاہئے، مسکین کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَيْسَ الْمُسْكِينُ الَّذِي يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللَّقْمَةُ وَ اللَّقْمَتَانِ وَ التَّمْرَةُ وَ التَّمْرَتَانِ وَ لَكِنَّ الْمُسْكِينُ الَّذِي لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ وَ لَا يُفْطِنُ لَهُ فَيَتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَ لَا يَقُومُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ)) (صحیح بخاری : کتاب الزکاة: باب قول الله عزو جل لا يسئلون الناس الحافا)

”مسکین وہ نہیں جو لوگوں میں پھر لگاتا رہتا ہے اور ایک لقمہ اور دو لقمے اور ایک کھجور اور دو کھجوریں اسے واپس لوٹا دیتی ہیں بلکہ مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنی غنا نہیں جو اسے غنی کر دے اور نہ کوئی اس کے متعلق سمجھ پاتا ہے کہ اس پر صدقہ کر دے۔ نہ ہی وہ کھڑا ہو کر لوگوں سے سوال کرتا ہے۔“

اگر دیکھا جائے تو ہمارے گرد و پیش ایسے بے شمار سفید پوش لوگ موجود ہیں جن کی یہ حالت ہے اس لئے صدقہ فطر انہی لوگوں کا حق ہے۔ پھر ان میں سے بھی ان فقراء کا حق سب سے زیادہ ہے جو اللہ کی راہ میں طلب علم اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے وقف ہیں اور اس مصروفیت کی وجہ سے کوئی کاروبار نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُخْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسِبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا ﴾ (البقرہ: 273)

”صدقات ان فقراء کے لئے ہیں جو اللہ کے راستے میں روک دیئے گئے ہیں۔ وہ زمین میں (کاروبار وغیرہ کے لئے) سفر نہیں کر سکتے۔ ناواقف آدمی سوال سے بچنے کی وجہ سے انہیں غنی خیال کرتا ہے۔ تو انہیں ان کی نشانی سے پہچان لے گا وہ لوگوں سے چپٹ کر سوال نہیں کرتے۔“

زکاة وعشر کے علاوہ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنا

چاہئے

یہ بات یاد دہانی چاہئے کہ زکاة وعشر ادا کر دینے کے بعد بھی آدمی کے مال میں کچھ حقوق باقی رہتے ہیں جن کا ادا کرنا ضروری ہے۔ مثلاً اگر کسی شخص کے پاس مال ہے اور اس کے والدین ضرورت مند ہیں تو اس پر ان کی ضروریات پوری کرنا فرض ہے۔ اسی طرح مہمان کی ضیافت فرض ہے۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں زکاة ادا کر چکا ہوں۔ اس لئے مجھ پر والدین کی خدمت یا مہمان کی مہمان نوازی لازم نہیں ہے۔ والدین کے علاوہ رشتہ داروں، مسکینوں، یتیموں کے حقوق کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔

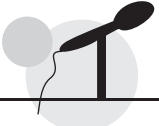
اگر اس کا ہمسایہ بھوکا ہے اور اس کے پاس مال موجود ہے تو اس کے لئے سیر ہو کر کھانا جائز نہیں خواہ وہ زکاة ادا کر ہی چکا ہو۔ کفار سے لڑائی کے وقت اگر مجاہدین کو ضرورت ہو تو اسے پورا کرنا ہر اس مسلمان پر لازم ہے جو اس کی استطاعت رکھتا ہو۔

مال مویشیوں والے لوگوں پر زکاة کے علاوہ حاجتمندوں کو کچھ نہ کچھ دودھ وغیرہ دے دینا بھی ان کے مال میں اللہ کا حق ہے۔

باغات اور فصلوں میں سے آنے جانے والوں اور مساکین کو کچھ نہ کچھ دے دینا اللہ کا حق ہے۔ سورہ قلم میں اللہ تعالیٰ نے ایک باغ والوں کا قصہ ذکر فرمایا ہے جو مساکین کو کچھ دینے سے بخل کرتے ہوئے علی الصبح پھل توڑنے کے ارادے سے چلا۔ دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے آسمانی آفت کے ذریعے پہلے ہی سارا باغ نیست و نابود کر دیا تھا۔ اس لئے صحابہ کرام اپنی کھجوروں کے پھلوں میں سے ایک آدھ خوشہ مسجد میں لا کر لٹکا دیتے تھے تاکہ فقراء مہاجرین تازہ پھل کھالیں۔

اس لئے ہمیں زکاة وعشر ادا کرنے کے بعد بھی اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے رہنا چاہئے۔ کیونکہ ہمارا حقیقی مال وہی ہے جو ہم نے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا۔

اور ہم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کریں گے اس سے ہمارے مال میں دنیا میں اضافہ ہوگا اور آخرت میں بھی وہ ہمارے لئے ذخیرہ بنے گا۔



اپنی جان بھی دے ڈالی، اللہ کہے گا:

((كَذَبْتَ وَلَكَ فَاتَّبَعْتَ لَئِنْ يُقَالَ جَوِّى فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ حَتَّىٰ أُلْقِيَ فِي النَّارِ))

”تو جھوٹ بول رہا ہے، تو تو اس لیے جنگ کرتا رہا کہ تو ہیرو کہلائے، تجھے بہادر اور دلیر کہا جائے، تو دنیا میں تم پر داد و تحسین کے ڈونگرے برسائے جا چکے۔ پھر اسے منہ کے بل اوندھا گھسیٹا جائے گا حتیٰ کہ اسے دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔“

ان لوگوں کی بد نصیبی اور محرومی میں کیا شبہ ہو سکتا ہے جو جنگ کی تمام صعوبتیں اور کلفتیں جھیلتے ہیں، لیکن فساد کی وجہ سے ان کا اجر و ثواب ضائع ہو گیا، پس اسلام کا سب سے پہلا تقاضا یہ ہے کہ نیتوں کو سیدھا کرو اور محض فسادِ نیت کی بنا پر تم اجر و ثواب سے محروم نہ رہو۔

ہمارے بعض زعماء جنہوں نے مغرب کی آغوش میں پرورش پائی ہے اور جن کے ذہنوں پر مغرب زدگی کی چھاپ لگی ہوئی ہے، ان کی زبانوں پر عزت نفس اور وطن کے لفظ بار بار آتے ہیں۔ اے کاش! وہ یہ بھی کہیں کہ ہماری جنگ اسلام کی عزت و ناموس کی جنگ ہے۔ میں نے بار بار کہا اور آج پھر کہتا ہوں اور جب تک میری زبان میں قوت گویائی موجود



ہے، میں یہ کہتا رہوں گا اور اس بات کے اعلان سے کبھی باز نہیں آؤں گا کہ یہ جاہ و حشمت اور ملک گیری کی ہوس، یہ خون و نسل کا رشتہ و پیوند بتان و ہم و گماں لا الہ الا اللہ

جم کر لڑو:

پس جنگ کے جو آداب اللہ نے سکھائے ہیں ان پر سختی سے

واجب ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے بتلائے ہوئے طریقے پر جنگ لڑے اور میدان جنگ میں کتاب و سنت ہی کو مشعل راہ بنائے، ہمارا عمل اللہ کے لیے ہونا چاہیے، ہمارا جینا اور مرنا سب اللہ ہی کے لیے ہے۔

اے افواجِ پاکستان:

جنگ بھی اللہ ہی کے لیے کرو اور جنگ صرف اس نیت سے کرو کہ اللہ کا حکم ہے:

((وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُفَاتِلُونَكُمْ)) (البقرة: ۱۹۰)

”اللہ کی خاطر ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں۔“ جنگ اس نیت سے کرو کہ تم محمد ﷺ کے دامن سے وابستہ ہو اور ابنتگانِ محمد کی رسوائی اسلام کی رسوائی ہے۔ قرآن نے جہاں بھی قتال کا حکم دیا ہے، فی سبیل اللہ کا لفظ التزام کے ساتھ بولا۔ چنانچہ جنگ اللہ ہی کے لیے کرو، خون اور نسل کے رشتوں کی بنا پر جنگ مت کرو، محض ملک گیری کی ہوس میں یلغار نہ کرو، محض اپنی انانیت کو تسکین دینے کے لیے جنگ مت کرو۔

جامع ترمذی میں حدیث ہے:

((مَا ذُنْبَانِ جَانِعَانِ أُرْسِلَا فِي غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِينِهِ))

”اگر دو بھوکے بھیڑیے بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیے جائیں تو وہ بھی ایسی تباہی اور ویرانی نہیں مچاتے، جس قدر مال و جاہ کی ہوس انسان کا دین برباد کر دیتی ہے۔“

پھر صحیح مسلم کی وہ حدیث جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے پر کس قدر اس حقیقت کی وضاحت کرنے والی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن سب سے پہلا شخص جس کے خلاف فیصلہ خداوندی صادر ہوگا، ایک شہید ہوگا، اسے بارگاہِ الہی میں لایا جائے گا۔ اللہ اس سے کہے گا، میں نے تم پر یہ نوازشیں کیں، تم نے میرے لیے کیا کیا؟ وہ کہے گا، میں تیری خاطر تار تار حتیٰ کہ میں نے تیری راہ میں

یہ محض توفیقِ الہی ہے:

یہ محض توفیقِ الہی ہے کہ دشمن کے ساز و سامان اور افواج کی کثرت کے باوجود تم نے انہیں اپنی سرحدوں سے باہر مار بھگا یا ہے۔ اگر اللہ کی مدد شامل حال نہ ہوتی تو ہم حالات پر قابو نہیں پا سکتے تھے۔ ہماری تمام بد اعمالیوں اور معصیوں کے باوجود اللہ نے ہماری مدد کی۔ چنانچہ اللہ کے سامنے جھک جاؤ، اس کے سامنے گڑ گڑاؤ۔ اللہ نے آیت مذکورہ میں جہاں اپنی معیت و نصرت کا ذکر کیا، تو ساتھ ہی کہا:

((يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ))

(الانفال: ۲۰)

”اے ایمان والو! ہم نے تمہاری نصرت و اعانت کی اور شکست کی ذلت و نامرادی سے بچا لیا، تو تم پر واجب ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کا کہا مانو۔“

پس اللہ کے سامنے جھک جاؤ۔ اس کا شکر یہ بجالاؤ، سجدہ شکرانہ ادا کرو۔ جنگ بدر میں مسلمانوں کی نصرت و حمایت کا ذکر کیا تو ساتھ ہی کہا کہ اب تو اللہ سے ڈرو اور پرہیزگاری اختیار کرو:

((وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ))

(آل عمران: ۱۲۳)

”یقیناً اللہ نے جنگ بدر میں تمہاری مدد کی، حالانکہ تم ناتواں تھے، جنگی سامان بھی کم تھا اور فوج بھی نسبتاً کم تھی، پس تقویٰ اختیار کرو، تاکہ شکر گزار بن جاؤ۔“

گویا اللہ کے نزدیک شکرگزاری یہی ہے کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

آداب جنگ

ہر مسلمان سپاہی جو جنگ کے محاذ پر اس وقت لڑ رہا ہے اس پر

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى أَشْرَفِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ آمَّا بَعْدُ!

آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے پچھلے خطبے میں کہا تھا کہ جنگ کی وہ آگ جو کشمیر کے محاذوں پر بھڑکی ہے کچھ بعید نہیں کہ اس کے شعلے

وقت کی ریکار

پروفیسر سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ

یہ خطبہ پروفیسر سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ نے 10 ستمبر 1965ء کو دیا۔

پاکستان کی سرحدوں کی طرف لپکیں۔ ان شعلوں کی لپیٹ میں آخر پورا ملک آ گیا۔ لاہور پر ہندوستان کے ناگہانی حملے سے حالات کا دھارا یکا یک ایک نئے رخ پر بہنے لگا ہے۔ ہمارے ملک کی تاریخ میں یقیناً ایک نہایت ہی نازک اور اہم دور کا آغاز ہے۔ تاریخ عالم اٹھا کر دیکھیے معزز قومیں باضابطہ جنگ کا اعلان کرتی ہیں۔ ہندوستانیوں نے حملہ اچانک کیا۔ کسی کو غافل پا کر بے خبری کی حالت میں یکا یک حملہ کر دینا بزدلانہ حرکت ہوتی ہے، یہ چوروں اور ڈاکوؤں کو تو زیبا ہے، لیکن کسی معزز اور بہادر قوم کو زیبا نہیں۔ ہندوستانیوں کو اپنی فوج کی تعداد اور جنگی ساز و سامان کی کثرت پر گھمنڈ تھا، اس نے مادی طاقت کے نشہ میں سرشار ہو کر ہم پر یلغار کی:

((وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَلَا تَحْشُرُوا وَاَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ))

(الانفال: ۱۹)

”اے دشمنانِ امت محمدیہ! تمہارا جتھا ہرگز تمہارے کچھ بھی کام نہ آ سکے گا چاہے تمہاری فوج کی تعداد کتنی بھی زیادہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ایمان رکھنے والوں کے ساتھ ہے۔“



ولید رحمہ اللہ کی شجاعت کے وارث ہوتے ہیں یہ مت بھولو کہ سعد بن ابی وقاص اور ابو عبیدہ رحمہ اللہ کی سرفروشیوں اور جاں سپاریوں کی روایات کے تم حامل ہو اور طارق بن زیاد رحمہ اللہ کی فتوحات کی میراث تمہارے حصے میں آئی ہے، ان عظیم الشان روایات کو زندہ و سلامت رکھو اور اس ہندوستانی سامراج کے پرزے اڑا دو جو اللہ کی سرزمین پر فساد پھیلا رہی ہے۔

ہندوستان کے اس ٹڈی دل لشکر کے ناگہانی حملے کو ہماری فوجوں نے جس جواں مردی اور بہادری سے پسپا کیا اور جس بے جگری سے ملک و ملت کی آبرو پر اپنی جانوں کو حقیر ترین متاع سمجھ کر بے دریغ نچھاور کیا، اس کی یاد ہمارے دلوں سے کبھی محو نہیں ہو سکتی، ہمارے دل ان کی محبت و احترام سے لبریز ہیں۔ انہوں نے اپنے اسلاف کی روایت کو زندہ اور تابندہ کر دیا ہے۔ ان کی شجاعت اور بسالت نہ صرف پاکستان کی تاریخ میں بلکہ ملت اسلامیہ کی تاریخ میں ایک درخشاں اور چمکتا ہوا باب بن گئی ہے۔ آنے والا مورخ مجبور ہوگا کہ اس عظیم الشان کارنامے کے لیے وہ ایک مستقل باب باندھے اور اگر کسی مورخ نے اپنی عصیت کی بنا پر اس کارنامے کا ذکر نہ کیا تو اس کی تاریخ نامکمل اور دھوری رہ جائے گی۔

وہ مسلمان سپاہی جو ہندوستانی لشکر کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے، اس لشکر کے ساتھ جو ہماری سرزمین کو تاراج کرنے کے لیے آگے بڑھ رہا تھا، ان کی شہادت نے قوم کی رگوں میں زندگی کی لہر دوڑا دی ہے۔ یاد رکھو! آزادی کے درخت کی قدرتی کھاد بہادر نوجوانوں کی ہڈیاں اور گرم لہو ہے۔ جیسے چند ڈالیوں کی کاٹ چھانٹ سے پودوں کی نشوونما ہوتی ہے اور چند پتوں کی تراش خراش سے باغ سر سبز و شاداب ہوتا ہے، بالکل اسی طرح گردنیں کٹا کر ہی قوم کو زندگی اور بقا حاصل ہوتی ہے۔

پاکستانی عوام سے خطاب

جب لاہور پر تین اطراف سے یکا یک حملہ ہوا تو بالعموم عوام نے جس سکون و اطمینان اور وقار کے ساتھ صورت حال کا مقابلہ کیا وہ ایک

﴿وَ اَيَّدَهُ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا﴾ (التوبة: ۴۰)
”اور ان لشکروں سے اس کی مدد کی جن کو تم دیکھ نہیں رہے تھے۔“ اور دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَ اَنْزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا﴾ (التوبة: ۲۶)
”اور اپنے وہ لشکر بھیجے جنہیں تم دیکھ نہیں رہے تھے۔“

یاد رکھو! اس کائنات میں تصرف و اختیار اللہ ہی کا ہے، پس اس کے ساتھ تعلق پیدا کرو۔ میرا یہ ایمان ہے اگر آج بھی تم میں وہ یقین اور للہیت پیدا ہو تو اللہ کے فرشتے تمہاری مدد کے لیے اتریں گے:
﴿سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا﴾ (الفتح: ۲۳)

”یہ اللہ کا اٹل اور غیر مبدل قانون ہے جو ہمیشہ سے چلا آتا ہے اور اللہ کا قانون بدل نہیں سکتا۔“

جب انسان کا تعلق اس قادر مطلق سے ہوتا ہے تو اسے ایک ایسی قوت عطا ہوتی ہے جو ناقابلِ تسخیر ہوتی ہے۔ اسے ایک ایسا عزم عطا ہوتا ہے جو غیر متزلزل ہوتا ہے۔ اقبال نے بجا کہا:

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا

سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

ہمارا دشمن یقین و ایمان کی دولت سے محروم ہے:

وہ لوگ جن سے ہماری نکر ہے یقین و ایمان کی دولت سے محروم ہیں۔ نہ ان کا کوئی نظریہ حیات ہے، نہ زندگی کا کوئی نصب العین ہے جس کی قربان گاہ پر وہ اپنے مال اور اپنی جان کو بھیجٹ چڑھائیں۔ وہ شہادت کی جاوداں زندگی کے تصور سے یکسر عاری ہیں۔ وہ جن کی ہزار سالہ تاریخ غلامی اور تعبد کی ایک لامتناہی حکایت ہے۔ وہ جن کی ہڈیوں میں غلامی کی حسرتیں رچی ہوئی ہیں، وہ جن کے ضمیر میں غلامی کی دناستیں گندھی ہوئی ہیں..... وہ قوم اس ملت اسلامیہ سے ٹکڑے لینے کی جسارت کرتی ہے جس کی تاریخ جواں مردی اور بہادری کے دلولہ انگیز کارناموں سے بھری پڑی ہے، جس کی تاریخ مسلسل اور پیہم غزوات کی تاریخ ہے۔ اے اسلام کے سپاہیو! تم یہ مت بھولو کہ تم حیدر کرار اور خالد بن

”میں وہ نہیں ہوں کہ تو جنگ کے دن میری پیٹھ دیکھے، میں وہ ہوں کہ تو میرا سر خاک و خون میں لتھڑا ہوا دیکھے گا۔“

اللہ کا ذکر تمہاری زبانوں پر جاری ہو:

دوسری بات یہ کہی کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرو، اگر ان دو باتوں کا التزام کرو گے تو فتح یابی اور کامرانی تمہارے قدم چومے گی۔ پس دشمن پر ٹوٹ پڑو:

﴿فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَ اضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ﴾ (الأنفال: ۱۲)

”ان کی گردنوں پر مارو اور ان کے پرزے اڑا دو۔“

دشمن پر دھاوا بولو تو تمہاری زبانوں پر اللہ کا ذکر جاری ہو۔

آسمانی لشکر تمہاری پشت پناہی کریں:

میں نے تمہیں ہدایت کی راہ سمجھا دی ہے اس راہ پر گامزن ہو کر اللہ کی نصرت و حمایت کے کرشمے دیکھو، اگر اس راہ پر گامزن ہو جاؤ تو دشمن اپنے تمام جنگی آلات اور شیطانی لشکروں کے باوجود تمہارا بال بیکا نہ کر سکے گا۔ ایک بے پناہ قوت اور لازوال طاقت تمہیں حاصل ہوگی، کائنات کی تمام قوت اور طاقتیں سمٹ کر تمہارے دست و بازو بن جائیں گی۔ آندھیاں اور طوفان تمہاری یوری و مدد کے لیے اٹھیں گے۔ بجلیوں کے کوندے تمہارے دشمنوں کی طرف لپکیں گے، آسمانی لشکر تمہارے دشمنوں پر چھینیں گے اور ان کو نیست و نابود کر دیں گے۔ اگر زمین کی پشت پر بسنے والی شیطانی قوتیں تمہارا ساتھ نہیں دیں گی تو تم یقین کرو کہ آسمانی لشکر تمہاری پشت پناہی کے لیے آسمان سے اتریں گے:

﴿فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا.....﴾ (الأحزاب: ۹)

”اور ہم نے ان پر زناٹے کی آندھی بھیجی اور وہ لشکر تمہیں نظر نہ آتے تھے۔“

یہ جو کچھ کہہ رہا ہوں محض جذبات کی رو میں بہہ کر نہیں کہہ رہا، بلکہ کتاب اللہ کی روشنی میں کہہ رہا ہوں:

کار بند ہو جاؤ:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَ اذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (الأنفال: ۴۵)

”اے ایمان والو! جب کسی قوم سے تمہاری مدد بھیڑ ہو جائے تو تم جم کر ٹوٹو اور ڈٹ جاؤ۔“

تم یہ مت بھولو کہ تم اس شاہ امم کے دامن سے وابستہ ہو جو عزم و ہمت کا سراپا، جو صبر و استقامت کا ہمالہ تھا، جو مرکزہ حنین میں تمہارہ گیا۔ تیروں کی بوچھاڑ ایسی زور کی تھی کہ سب اس مقام سے پیچھے ہٹ گئے اور آپ اس تیروں کی بارش میں تنہا کھڑے رہے۔

کوہ خجل ماندہ از ثبات محمد

تیروں کا مینہ برس رہا تھا اور آپ ﷺ لگا کر رہے تھے:

((أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ))

صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب قول اللہ تعالیٰ..... الخ: ۴۳۱۵

”میں نبی ﷺ ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔“

پس جم کر ٹوٹو اور پیٹھ مت دکھاؤ کہ پیٹھ دکھانا تمہارے مذہب میں سب سے بڑا گناہ ہے

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحَفًا فَلَا تُولُوهُمْ الْأَدْبَارَ وَ مَنْ يُولُوهُمْ يُوْءَدُّ لَهُمْ يَوْمَئِذٍ دُبرَهُ إِلَّا مَنْ حَرَفَ فَإِقْبَالُ أَوْ مُتَحَيِّرًا إِلَىٰ فِتْنَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَ مَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَ بُئْسَ الْمَصِيرُ﴾ (الأنفال: ۱۵، ۱۶)

”اے ایمان والو! جب کافروں سے تمہاری ٹکر ہو، تو پیٹھ مت دکھاؤ اور جو شخص اس وقت کافروں کو پیٹھ دکھائے گا بھاگنے کی نیت سے، اس پر اللہ کا غضب نازل ہوا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔“

شیخ شیراز نے اسی آیت کی روشنی میں کہا تھا

آں نہ من باشم کہ روزے جنگِ بنی پشت من

آں منم کاندہ میان خاک و خون بنی سرے



اللہ تعالیٰ سے ہمارا عہد وفا

oQúàUuřp fÂÀ Êuřř rĕařu

دور حاضر کے تازہ مسائل اور نئے موضوعات پر جماعت الدعوة کے مرکزی قائدین ملک کے مختلف علاقوں میں منعقد ہونے والے اجتماعات میں قرآن و سنت کی روشنی میں صحیح اسلامی فکر پر انداز میں پیش کرتے رہتے ہیں جو وقت کی ضرورت بھی ہے اور دعوت دین کا تقاضا بھی۔ یہ تقریر جماعت کے ممتاز عالم دین محترم جناب پروفیسر حافظ عبدالرحمن کی ہے جو انھوں نے چند سال قبل لاہور کے ایک مشہور علاقے سخن آباد کے اجتماع میں کی۔

مسلمہ کا اللہ سے یہ عہد ہے یہ وعدہ ہے کہ اے اللہ! ہم تیرے اوپر ایمان لائے ہیں۔

آپ دیکھتے ہیں ناں کہ استاد طالب علم کو یا کوئی عالم ایک عام مسلمان کو یہ کلمات پڑھتا ہے:

((اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرِ وَ الْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَ شَرِهٖ))

”ایمان یہ ہے کہ تو ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی نازل شدہ کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، آخرت کے دن پر اور اچھی و بری تقدیر پر۔“

لہذا ﴿ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ﴾ کا معنی یہ ہے کہ ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر..... اب اللہ تعالیٰ کہتا ہے: اے وہ مسلمانو! جو یہ عہد کرتے ہو، جو یہ اقرار کر چکے ہو، جو میرے ساتھ رشتہ ایمان و اسلام باندھ چکے ہو۔ میں تمہیں اسی رشتہ کے حوالے سے، اسی تعلق کے حوالے سے تم کو مخاطب کرتا ہوں اور تم کو حکم دیتا ہوں۔

تمہارے ایمان کے معنی یہی ہیں کہ میرا خطاب ہوگا تمہارا عمل ہوگا..... میرا حکم ہوگا تمہاری اتباع ہوگی..... میرا قرآن ہوگا تمہاری اطاعت ہوگی..... سو آپ قرآن مجید کی ساری آیات پر نظر ڈال لیں۔ جہاں بھی اللہ رب العزت نے کوئی بہت بڑا حکم نازل فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ نے وہاں مسلمانوں کو ”اے ایمان والو! کہہ کر مخاطب فرمایا

عزیز بھائیو! اللہ رب العزت بنی نوع انسان کو بالعموم اور امت مسلمہ کو بالخصوص یہ حکم دیتا ہے کہ ایمان والے صرف اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کریں وہ جو ایمان و اسلام کا دعویٰ رکھتے ہیں، وہ اپنے آپ کو ”مسلم امت“ کے لفظ سے متعارف کرواتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے یہ توقع کرتا ہے اور ان کو یہ حکم دیتا ہے کہ اے ایمان والو! جب تم نے ایمان اور اسلام کا عہد اور اقرار کر لیا ہے تو پھر تم اپنی عملی زندگی میں اپنی مہار اور لگام اللہ اور اللہ کے رسول کے سپرد کر دو۔

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اطِيعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ۖ ﴾ [الانفال : ۲۰]

”اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اللہ کے رسول کی۔“ میرے بھائیو! یاد رکھیے، جب اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان والے کہہ کر پکارتا ہے تو اس کے کیا معنی ہوتے ہیں؟ اس پر غور کیجیے! قرآن مجید کے مطالعہ میں اور اس کی آیات بینات میں جب آپ دیکھیں کہ اللہ رب العزت ہمیں یوں مخاطب ہو رہا ہے کہ اے ایمان والو! اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، جب اللہ تعالیٰ ہمیں ان الفاظ سے مخاطب ہوتا ہے تو کیا مراد ہوتی ہے؟ آخر ہمارے اور اللہ کے درمیان رشتہ کیا ہے؟ وہ رشتہ یہ ہے کہ:

﴿ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ﴾

گویا ہم میں سے ہر ایک مسلمان مرد، عورت اور پوری امت

(الانفال : ۴۶)

”اور آپس میں بھگڑا نہ کرو، ورنہ تم ہمت ہار بیٹھو گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔“

گو اتحاد و یگانگت کی ضرورت ہر وقت ہوتی ہے لیکن جنگ کے زمانے میں اتحاد و یگانگت کی ضرورت شدید تر ہو جاتی ہے۔ ہر وہ مولوی جو اس وقت قوم کو فروغی اور اختلافی مسائل میں الجھاتا ہے اور یوں مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کا باعث بنتا ہے، ملک و ملت کا غدار ہے، وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نظر میں سنگین مجرم ہے، وہ ملی وحدت اور سالمیت کا دشمن ہے۔

صدر مملکت سے اپیل:

اسلامی نقطہ نظر سے مسلمان قوم کا ہر فرد سپاہی ہے اور اس پر شرعاً واجب ہے کہ وہ جہاد میں بدنی طور پر شریک ہو۔ قوم کے ایک طبقے کو جنگ کی آگ میں جھونک کر پوری قوم کا تماشائی بن جانا قطعاً نازیبا ہے اور یکسر غیر اسلامی ہے۔ میں صدر مملکت سے اپیل کرتا ہوں کہ پاکستان کے تمام شہروں میں فوجی تربیت کے مراکز جلد کھولے جائیں اور پاکستان کے دس کروڑ مسلمانوں کو نہایت تیزی کے ساتھ دس کروڑ مسلح سپاہیوں میں بدل کر کفار پر یلغار کی جائے:

﴿ حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اُوزَارَهَا ﴾ (محمد: ۴)

”یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے۔“

ہندوستانی سامراج کو چیلنج:

ہندوستانی سامراج کو یہ سمجھنا چاہیے کہ سرفروشی اور جاں سپاری ہماری میراث ہے۔ ہم پاکستان کے چپے چپے کی خاطر جانیں نچھاور کریں گے۔ ہمارا بچہ ملک و ملت کی آبرو پر کٹ مرنے کے لیے بے تاب ہے۔ ہم ہندوستانی سامراج پر یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ دس کروڑ مسلمانوں کی خاک و خون میں تلخڑی ہوئی لاشوں پر سے گزر کر بری پاکستان کی سرحدوں میں داخل ہوا جاسکتا ہے۔

مسلمان قوم کے شایان شان تھا، لیکن تم میں سے بعض نے ہراساں ہو کر بھگدڑ مچائی اور موت سے بچنے کے لیے پاگلوں کی طرح کوئی تم میں سے راویپنڈی بھاگا اور کسی نے پشاور کا رخ کیا۔ تم نے سمجھا کہ راویپنڈی اور پشاور میں موت نہیں آتی ہے اور وہ صرف لاہور پر ہی منڈلا رہی ہے۔ میں تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا پھر راویپنڈی پر بم باری نہ ہوئی؟ کیا پشاور بموں کی زد سے محفوظ رہ گیا؟

یاد رکھو! موت کا ایک دن معین ہے، دنیا کی کوئی طاقت اسے مقدم یا مؤخر نہیں کر سکتی ہے:

((وَ لَوْ اٰجْتَمَعُوْا عَلٰی اَنْ يُّضْرُوْكَ لَمْ يَضْرُوْكَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَیْكَ)) (مسند احمد: ۱/۲۹۳)

”اگر تمام لوگ اکٹھے ہو کر یہ چاہیں کہ اللہ کے معین کردہ وقت سے تمہاری موت کو ہٹا دیں، تو وہ اس پر ہرگز قادر نہیں ہو سکتے ہیں۔“ اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

﴿ اِنَّمَا تَكُوْنُوْا يٰۤاٰدِرْ كُفْكُمُ الْمَمُوْتُ وَ لَوْ كُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشٰیِدَةٍ ﴾

(النساء: ۷۸)

”اگر تم مضبوط قلعوں میں بھی اپنے آپ کو بند کر لو تو موت تمہیں وہاں بھی جا دبوچے گی۔“

پھر تم اس سے بھاگ کر کہاں جاسکتے ہو؟ عرب لوگوں کا مقولہ ہے:

”الْمُسْتَمِیْتُ لَا یَمُوْتُ“ ”موت کے پنبے میں پنبہ ڈالنے والا کم ہی مرتا ہے، موت سے بھاگنے والے کو موت زیادہ دبوچتی ہے۔“ مسلمان تو موت کے پنبے میں پنبہ ڈال کر مسکراتا ہے۔ چو مرگ آید تبسم بر لب اوست

علماء سے خطاب:

قرآن مجید نے جہاں جنگ کے آداب سکھائے اور تعلیم دی کہ جم کر لڑو اور اللہ کا ذکر تمہاری زبانوں پر جاری ہو، ساتھ ہی یہ بھی تلقین کی:

﴿ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذٰهَبَ رِیْضٰتُكُمْ ﴾

ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ ”اے وہ لوگو جو ایمان لے آئے ہو۔“ تم تو میرے ہو، تمہارا میرا ایک تعلق ہے۔ تم نے مجھ سے عہد وفا باندھا ہے تم نے میرے ساتھ وعدہ ایمان و اسلام کیا ہے۔ تو میں تم کو اسی رشتہ سے مخاطب کرتا ہوں۔

اللہ کی طرف سے اس خطاب میں بہت محبت بھی ہے، بہت پیار اور شفقت بھی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمارے لیے اللہ کی طرف سے بہت بڑا ملزمہ (ذمہ داری) اور تنبیہ بھی ہے۔

ہمارا اسلام نام کا اسلام ہے:

اب جو ایمان والے، جو اسلام والے، اللہ کی نہ مان رہے ہوں اور اللہ کے رسول محمد ﷺ کی نہ مان رہے ہوں۔ پھر یہاں ذرا رک کر انھیں سوچنا چاہیے۔ کیا ہم ایمان اور اسلام والے ہیں؟ کیا ہم اپنے آپ کو ملت اسلام پر جو قیاس کر رہے۔ امت اسلام میں شامل کرنے کا جو دعویٰ کر رہے ہیں، کیا ہم اس میں سچے ہیں؟

اللہ تعالیٰ ہمیں یہ حکم دیتا ہے، اطاعت کرو، اللہ کی اور اللہ کے رسول کی۔ آگے فرمایا: ﴿وَلَا تَقُولُوا غَنَّهُ﴾ ایسی کامل، اکمل، مکمل اطاعت کرو کہ کسی بھی مسئلہ میں..... وہ مسئلہ خواہ تمہارا انفرادی ہو، تمہارا جماعتی ہو، تمہارا سیاسی ہو، تمہارا تعلیمی ہو، تمہارا قانونی ہو، خواہ کوئی مسئلہ ہو: ﴿لَا تَقُولُوا غَنَّهُ﴾ تم کسی مسئلہ میں..... اللہ سے اور رسول اللہ ﷺ سے منہ نہ موڑو۔ پیچھے نہ پھيرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾ ”اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ کی اطاعت کرو۔ شروع سے ہی اطاعت کے ساتھ آغاز کرو۔ ﴿وَلَا تَقُولُوا غَنَّهُ﴾ اور اپنی پوری زندگی کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں گزار دو۔ ﴿وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ﴾ اور تم سنتے ہو اللہ کا قرآن..... نبی ﷺ کا فرمان..... قرآن کی آیات..... حدیث کا بیان..... تمہیں دعوت پیش کی جاتی ہے..... تمہاری تعلیم و تربیت اللہ کرواتا ہے..... تمہارے اوپر قرآن پڑھ پڑھ کر سنایا جاتا ہے۔

ہم دیکھیں کیا ہم اللہ کی اطاعت کرتے ہیں؟ کیا ہم رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں؟ میرے بھائیو! یہ اسلام مسلمان کو مخاطب کرتا ہے۔ اسلام مسلمان کا مسئلہ ہے۔ یہ مسلمان کا اہم ترین مسئلہ ہے۔ اسلام اطاعت کا نام ہے۔ بغیر اطاعت کے اسلام نہیں ہے۔ وہ صرف نام ہے جسے ہم رکھ لیتے ہیں، مگر اللہ قبول نہیں کرتا۔

ایک کچی بات یاد رکھیں۔ ایک اعلیٰ معیار یاد رکھیں۔ ایک عام آدمی بھی اس کو سمجھ سکتا ہے۔ اس کو عام عقل کا آدمی بھی قبول کر سکتا ہے کہ اسلام اطاعت کا نام ہے۔ اگر میری اور آپ کی اطاعت اللہ کی نہیں تو قَسَمًا بِاللَّهِ (میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں) اللہ ہمارا اسلام قبول نہیں کرتا۔

آج ہم صرف گنتی میں مسلمان ہیں:

ہمارا اسلام گنتی کا اسلام تو ہو سکتا ہے حقیقی نہیں۔ یہ کون ہیں؟ یہ مسلمان ہیں۔ اس دنیا میں بسنے والے ایک ارب ستر کروڑ 1,70,000000 مسلمان ہیں۔ مگر کیا یہ حقیقی مسلمان ہیں..... کیا یہ مطیعین ہیں؟..... کیا یہ متبعین ہیں؟..... کیا انھوں نے اپنا منہ اللہ کی طرف کر رکھا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ہمارا عمل اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ ہم نام کے مسلمان تو ہیں مگر ہم نے اپنا کام، اپنا عمل، اپنی عبادات، اپنے معاملات، اپنی سیاسیات، اپنی معاشیات وغیرہ تمام امور میں اللہ کو اور رسول اللہ کو چھوڑ دیا ہے۔

میرے بھائیو! یاد رکھیے یہ بہت بڑا مسئلہ ہے۔ کیا ہم اپنے ملکوں میں اپنے اللہ کی مان رہے ہیں؟ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جو مسلمان کے گھر پیدا ہو گیا..... اس کا ختنہ ہو گیا..... اس کا حقیقہ ہو گیا..... اس کا نکاح پڑھایا گیا..... اس کا جنازہ ہو گیا..... وہ مسلمان ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ﴿أَطِيعُوا...﴾ اِتَّبِعُوا ﴿اے ایمان والو! تمہارے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ تم اللہ کے احکام کی اطاعت کرو۔ ﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ﴾ تم کہیں ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا۔ ان لوگوں کی طرح تم

رو یہ اختیار نہ کرنا جو یہ عادت بد اپنائے ہوئے ہیں کہ وہ زبان سے کہتے ہیں: ہاں ہم سنتے ہیں لیکن نہ وہ سنتے ہیں، نہ وہ سمجھتے ہیں، نہ وہ اطاعت کرتے ہیں۔

ہماری زندگی کفر کے قریب اور اسلام سے دور:

ہم ذرا غور کریں، میرے بھائیو! کیا آج ہماری حالت ان لوگوں کی طرح تو نہیں ہے؟ ہمارا اسلام آباد کیا اسلام سے آباد ہے؟ ہمارا پنجاب کیا اللہ کے دین سے آباد ہے؟..... ہماری عدالتیں..... ہماری کچھریاں..... ہماری منڈیاں..... ہمارے گھر بار..... ہمارے تعلیمی ادارے..... ہمارے سیاسی ادارے..... ہمارے قانونی ادارے..... ہمارے انتظامی ادارے..... کیا اللہ کے تابع ہیں؟ اللہ کے رسول کے تابع ہیں؟

یہاں اگر ہم اپنے آپ کو روک کر ذرا سوچیں اور دیکھیں ہم کون سی زندگی گزار رہے ہیں تو اللہ کی قسم! یہ بات کوئی مشکل نہیں ہے کہ ہماری سمجھ میں نہ آئے۔ آج ہماری زندگی اسلامی نہیں بلکہ کافروں کے قریب اور مسلمانوں سے دور ہے۔ ہماری زندگی کفر کے قریب اسلام سے بعید ہے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم اللہ کے دشمنوں کے ساتھ ہیں اور اللہ سے دور ہیں۔ ہماری محبتیں..... ہماری تعقیق داریاں..... ہماری دوستیاں..... ہماری پسند..... ہماری ناپسند..... سب کافر کے معیار کے مطابق ہے اور ہم نے کافروں کو ماڈل بنا رکھا ہے۔

چاہے ہمارا صدر ہو، چاہے ہمارا تھانیدار ہو، چاہے ہمارا چپڑا ہی ہو، ہماری پسند، ہماری ترجیح، ہمارا اختیار، ہمارا نمونہ اور ہمارا مثالی شخصیت کافروں جیسا ہے۔ ہمیں چہرہ وہ پسند ہے جو مائیکل جیکسن جیسا ہے..... ہمیں تہذیب وہ پسند ہے جو بل اور بش کی ہے..... ہمیں قانون وہ پسند ہے جو یونان کا ہے..... ہمیں نظام وہ پسند ہے جو امریکہ بے ایمان کا ہے..... ہمیں سسٹم وہ پسند ہے جو اللہ کے دشمنوں کا ہے..... ہماری ایک ایک چیز اللہ کی قسم! آج اللہ سے دور اور کفر کے قریب ہے۔

یہ بات ایسی نہیں ہے کہ آپ اس کا جائزہ نہ لے سکیں۔ یا آپ اس کو سمجھ نہ سکیں۔ ہمارا مکمل ڈھانچہ..... ہمارا لالہ ہو رہا..... ہمارا اسلام آباد ہو..... ہمارا ترکی..... انقرہ یا استنبول ہو..... ہمارا قاہرہ..... مصر یا بغداد ہو..... ہمارے جتنے ملک ہیں..... ہماری جتنی حکومتیں ہیں..... ہماری جتنی سیاسی جماعتیں ہیں..... ہماری ساری سیاستیں..... اللہ کی قسم! اللہ کے باغی، اسلام کے دشمن، یہودیوں کے غلام انگریزوں کے قریب ہیں۔

یہودیوں کے جرائم اور ان کی خصلتیں:

جبکہ اللہ ہمیں کہتا ہے: ﴿وَلَا تَكُونُوا﴾ دیکھو مسلمانو! بالکل ویسے نہ ہو جانا جیسے یہودی ہیں، جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو تنگ کیا۔ یا جیسے عیسائی ہیں..... مگر اللہ کے منع کرنے کے باوجود آج ہم بالکل ویسے ہی ہیں۔ یہودیوں کی خصلتیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں گن کر، کھول کھول کر بیان کر دیں ہیں۔ ہم یہودیوں کی خصلتیں دیکھ لیں اور اپنی کرتوتیں دیکھ لیں..... قرآن مجید میں یہودیوں کے جرائم جو اللہ نے بیان کیے ہم ان کو دیکھ لیں اور اپنے منن آباد کو، اپنے فیصل آباد کو اور اپنے اسلام آباد کو دیکھ لیں..... ان ساری آبادیوں میں اپنی بربادیوں کو دیکھ لیں..... آج ہم یہودیوں کے نقش قدم پر ان کے ساتھ ساتھ ہاتھ ملا کے چل رہے ہیں۔

اللہ نے ہمیں صدر بھی ویسا ہی دے دیا:

جب ہم نے یہ روش اختیار کی تو اللہ نے کہا: پریشان کیوں ہوتے ہو؟ تم کو صدر بھی ویسا ہی دے دیتا ہوں، جو یہودیوں سے پیار کرے گا۔ اللہ نے ویسا صدر دے دیا ناں!..... آج ساری قوم (اس کی جان کو) رو رہی ہے کوئی کہہ رہا ہے کہ اس نے بی، اے (B.A) کی شرط لگا کر مجھے اسمبلی سے باہر کر دیا۔ فلاں شرط لگا کے میرا یہ معاملہ برباد کر گیا۔ یہ کر گیا..... وہ کر گیا..... اللہ کی قسم! آؤ آج دیکھو تمہارے دس سال..... تمہارے بیس سال..... تمہارا نظام تعلیم..... تمہارا نظام سیاست..... تمہارا نظام معیشت..... تمہارا نظام معاشرت..... تمہاری عورتیں.....

نصاب اور معاشرتی تبدیلی

راشد منہاس

نصاب (Curriculum) ایک لاطینی لفظ ہے۔ جس کے معانی ”Race Course“ دوڑنے کا راستہ کے ہیں۔ اگر دوڑنے کا راستہ ہی پر اگندہ اور متعفن ہو تو انسان کیونکر راستے کی آلائشوں اور گندگی سے بچ سکتا ہے؟ اسی لیے صہیونی طاقتیں یورپ اور امریکہ بالخصوص اور پاکستانی سیکولر طبقہ بالعموم تبدیلی نصاب پر بہت زور دیتا ہے۔ نرسری سے لے کر ایم۔ اے تک طالب علم جس راستے پر دوڑے گا، اسی راستے سے مانوس ہوگا اور اسی کو پسند کرے گا۔ لہذا تبدیلی نصاب کا مسئلہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

سابق امریکی وزیر خارجہ کونڈولیزا رائس نے 2004ء میں امریکہ کے نیشنل کمیشن برائے دہشت گردی میں بریفنگ دی کہ کس طرح امریکہ کے خلاف جذبات کی بیج کئی کی جاسکتی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ ہم قریب کے زمانے میں کوئی معجزہ ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے کیونکہ یہ نسلوں پر محیط مسئلہ ہے مگر میرے پاس ایک اچھی خبر ہے کہ میں پاکستان کی ”ونڈرفل وومن“ زبیدہ جلال سے دو تین دفعہ مل چکی ہوں پاکستان کی وزیر تعلیم ہیں۔ انہوں نے اپنی وزارت میں نیا نصاب متعارف کروا دیا جو کہ اس بات کی کوشش تھی کہ کس طرح نئی مسلمان نسل کا رویہ مغرب کے حوالے سے بدلا جائے۔ ان کی نئی کتب کا مقصد ایک ”ماڈرن مسلم“ متعارف کروانا تھا۔ اس نے سورۃ التوبہ کو نصاب سے باہر نکال دیا کیونکہ اس میں جہاد کی دعوت ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ زبیدہ جلال کے دو وزارت میں 8 نومبر 2002ء کو ایک غیر معمولی آرڈیننس (Xiv/2002) نافذ العمل ہوا جس کے تحت آغا خان ایگزیکٹو بورڈ (AKUEB) کا قیام عمل میں لایا گیا جو مکمل طور پر اپنا امتحانی نظام اور اپنے قواعد و ضوابط وضع کرنے میں آزاد ہوگا۔

1947ء سے لے کر 1962ء تک پاکستان کا تعلیمی نصاب اتنا مضبوط نہیں تھا جتنا 1962ء کے بعد کیا گیا۔ لیکن 47ء کا نصاب جذبہ حب الوطنی اور اسلام سے والہانہ محبت ضرور پیدا کرتا تھا۔ اس کا ادراک یورپ کو پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے۔ SDPI کی رپورٹ کے مطابق جسے عبدالحمید نیر نے تحریر کیا 1962ء تک پاکستان کے نصاب میں نظریہ پاکستان کا لفظ موجود نہیں تھا۔ یہ لفظ جنرل ضیاء الحق کے زمانے میں سکولوں اور کالجوں میں باقاعدہ نصاب میں شامل کیا گیا۔ جس سے صرف قرون اولیٰ سے وابستگی رکھنے والے مذہبی طبقے اور قوتوں کو فائدہ ہوا۔ اس رپورٹ کے مطابق اس میں ہندوؤں کے خلاف بہت زیادہ نفرت پیدا کی گئی۔ یہ صرف اس لیے کیا گیا کہ موجودہ نصاب کو بدلا جائے کیونکہ اس میں ہندوؤں کے مذہب کے بارے میں بھی غلط معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ اس رپورٹ کو صرف امریکہ ہی نہیں بلکہ بھارت میں بھی برابر پذیرائی ملی کیونکہ اس میں پاکستان کے تعلیمی نظام اور نصاب کو عیسائیوں، یہودیوں اور ہندوؤں کے خلاف نفرت پیدا کرنے والا نصاب ثابت کیا گیا۔ لہذا تبدیلی کو ناگزیر برقرار دیا گیا۔

مزید کہا گیا کہ اس نصاب میں ایسا مواد شامل ہے کہ جو نفرت پیدا کرتا ہے۔ جنگ کو خوبصورت اور سحر کن بناتا ہے۔ تشدد اور عسکریت کو جہاد اور شہادت کے ذریعے فروغ دیتا ہے اور ہندوؤں کے خلاف پروپیگنڈہ کرتا ہے۔ پاکستانی نصاب ان کے ہاں اتنی اہمیت کا حامل ہے کہ جرمنی کا ایک نمائندہ جب پاکستان سے تعلیمی پراجیکٹ مکمل کر کے جرمنی پہنچا تو انیر پورٹ پر صحافیوں اور گورنمنٹ کے نمائندوں نے

جن کو نہ عقل ہے نہ سمجھ۔

مسلمان کیسا ہوتا ہے؟

میرے بھائیو! مسلمان کیسا ہوتا ہے؟ یاد رکھو۔ یہ اقرار و اعتراف بھی ہے۔ بھائی آپ کون ہیں؟ جی میں مسلمان ہوں؟ بھائی مسلمان کون ہوتا ہے؟ جب ہم سے کوئی پوچھتا ہے کہ آپ کون ہیں؟ ہم فوراً کہتے ہیں: ہم مسلمان ہیں۔ اگر وہ اگلا سوال پوچھ لے کہ بھائی جان مسلمان کون ہوتا ہے؟ پھر ہم دیکھیں ہمارے پلے کیا ہے؟ پھر ہم سوچیں ہم کہاں کھڑے ہیں؟ اگر ہم سے سائل اگلا سوال پوچھ لے کہ بھائی مسلمان کون ہوتا ہے۔ آپ نے ابھی کہا ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ ذرا یہ بھی بتلا دیں مسلمان کون ہوتا ہے؟

کیسا اس کا چہرہ مہرہ ہوتا ہے؟ اس کی بود و باش کیسی ہوتی ہے؟ اس کا رہن سہن کیسا ہوتا ہے؟ اس کا گھر بار کیسا ہوتا ہے؟ اس کی آل اولاد کیسی ہوتی ہے؟ مسلمان کی زندگی، اس کا کلچر اس کی تہذیب اور اس کی بود و باش کیسی ہوتی ہے؟ بتلائیے! ہم کسی کو بتلانے کے قابل ہیں کہ مسلمان ایسا ہوتا ہے۔



شعبہ اساتذہ کے ضلعی و تحصیل مسؤلیین متوجہ ہوں

اگر آپ اپنے ضلع اور تحصیل میں دعوتی پروگرام کروانا چاہتے ہیں تو اپنے عمومی زونل مسؤل سے رابطے کے علاوہ شعبہ اساتذہ جماعتہ الدعوة کے مرکزی دفتر میں اپنے دعوتی پروگرام کی ڈیمانڈ درج کروادیں

منجانب:

شعبہ دعوت و اصلاح اساتذہ جماعتہ الدعوة پاکستان

تمہارے بچے..... تمہاری تسلیں..... تمہارا ٹیلی ویژن..... تمہاری صحافت..... تمہاری تہذیب..... سب کچھ صدر برباد کر رہا ہے۔ آج اللہ نے تم پر وہ صدر مسلط کر دیا جو کہتا ہے میری دوستیاں، میری یاریاں مسلمانوں سے نہیں، افغانیوں سے نہیں، طالبان سے نہیں، کشمیریوں سے نہیں۔ میری دوستیاں امریکہ بے ایمان سے ہیں۔ آج وہ ہم پر مسلط ہے۔ سوسائے قانون، سارے نظام، سارے سسٹم وہیں سے آرہے ہیں۔

سب سے بدترین منافق مسلمان ہے:

یاد رکھو! اللہ قرآن مجید میں کہتا ہے:

﴿إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الضَّمُّ الْبُكْمُ﴾

اس زمین پر چلنے پھرنے والوں میں سے سب سے بدتر وہ گونگا اور بہرہ ہے۔ ﴿الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ﴾ جن کو نہ عقل آتی ہے۔ نہ سمجھ آتی ہے..... نہ اسلام کا علم حاصل ہوتا ہے..... نہ اللہ کے دین پر عمل ان کو نصیب ہوتا ہے۔ ﴿إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ﴾ دو آہ کس کو کہتے ہیں؟ جانوروں کو۔ سب سے بدترین جانور کون ہے؟ ﴿الضَّمُّ الْبُكْمُ﴾ وہ گوشت خور اور بہرے منافق مسلمان ہیں۔ ﴿الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ﴾

اساتذہ، ماہرین تعلیم و طلباء متوجہ ہوں

قومی نصاب کی خرابیوں کو دور کر کے اصلاح کرنے کی خصوصی مہم کا آغاز کیا گیا ہے۔ گزارش ہے کہ پرائمری، مڈل، سیکنڈری تا ماسٹر لیول تک مضمون و انز نصاب تعلیم میں پائے جانے والے نقائص مع ثبوت اور اس کی اصلاح کے لیے تجاویز ہمیں بھجوادیں۔

منجانب: شعبہ تعلیمی و نصابی امور اساتذہ جماعتہ الدعوة پاکستان

4-لیک روڈ، چوبرجی چوک، لاہور

042-37117551, 0322-4999586, 0301-6021956

E. mail: asaatz@gmail.com

شعبہ اساتذہ جماعتہ الدعوة پاکستان

سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اس نے تمہیں بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لیے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔“

اس میں شک نہیں کہ موجودہ مسلمان کی پستی اور تنزلی دینی تعلیمات سے روگردانی اور اپنی نسلوں کو بھی اس سے محروم رکھنے کے سبب سے ہے بلکہ ہم سلف کے وہ خلف ہیں جنہوں نے نمازوں کو ضائع کیا اور خواہشات کے تابع ہوئے جس کی وجہ سے ہم نے شریعت کی دیواروں کو زمین بوس کر دیا، دین کی حرمت اور عزت کو پامال کیا اور غیر مسلم کے طریقہ کو اکثر معاملات میں پوری شدت سے اپنا لیا۔ آج کے کوتاہ اندیش اور نادان مسلمان سمجھتے ہیں کہ پیش قدمی اور ترقی یہ ہے کہ مزین عمارتوں میں رہائش اختیار کریں۔ بے پردگی اور عریانی میں یہود و نصاریٰ کے دوش بدوش

ہر فتنے اور فساد کے دور میں اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر سلامتی کی راہ تلاش کی جاسکتی ہے۔ جس دور جہالت میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے کون سی برائی تھی جو اس معاشرے میں نہ ہو لیکن آپ کی تعلیمات پر جب وہ لوگ عمل پیرا ہوئے، ان کو تمام برائیوں سے نجات مل گئی اور وہ لوگ خیر الامم کے لقب سے نوازے گئے۔

یہی بات شاعر اپنے قول میں پیش کرتے ہیں
نَظَامُ الْعَدَلِ يَمْنَعُ كُلَّ شَرٍّ
وَ طَلَبُ الشَّرِّ يَنْزِعُ كُلَّ دَاءٍ
هُوَ الْإِسْلَامُ مَا لِنَاسٍ عَنْهُ
إِذَا ابْتَغَوْا السَّلَامَةَ مِنْ غَنَاءٍ
فَإِذَا انْصَرَفَتْ شُعُوبُ الْأَرْضِ عَنْهُ
فَبَشِّرْ كُلَّ شُعْبٍ بِالشَّقَاءِ

”اسلام کا عادلانہ نظام ہی برائی کی جڑ کاٹتا ہے اور شریعت کا علاج ہی ہر مرض کی دوا ہے۔ اسلام ہی ایک ایسا مسلک ہے کہ سلامتی اور راستی کے طالبوں کے لیے اس کے بغیر چارائیں، اگر ساری قومیں اس سے روگردانی کر لیں تو ان کو خبردار کر دو کہ ان کی بدبختی کا وقت آ گیا ہے۔“

اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے کتاب مبین میں یوں بیان فرمایا ہے:
﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُم مِّنْهَا ط كَذَلِكَ يَبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾ [آل عمران: ۱۰۳]

”اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو اور اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، پس تم اس کی مہربانی

ہے اور بالخصوص مختلف ممالک میں نصاب کی تبدیلی ٹارگٹ ہوتی ہے۔ امریکہ اور یورپ کے نزدیک پاکستان میں صرف مدارس کا نصاب ہی دہشت گردی اور جہاد کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ سرکاری سطح پر مدون کیا گیا نصاب بھی یہ تعلیم دیتا ہے۔

ڈاکٹر شمس حامد (امریکی نواز) جو آج کل کینیڈا میں ہیں۔ اس بات کی تصدیق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ پاکستان میں عسکریت پسندی کی اصل وجہ سرکاری تعلیمی نظام و نصاب ہے۔ صرف مدارس نہیں۔ مدارس میں تو صرف 10 فیصد طلباء پڑھتے ہیں بقیہ تو سرکاری نصاب ہی سکول میں جا کر پڑھتے ہیں۔ 2002ء سے مشرف کے دور سے نصاب کی تبدیلی کا یہ سلسلہ شروع ہوا۔ 2002ء سے 2004ء تک امریکی خاتون سفیر Nancy J-powel متعین رہی اور نصاب کی تبدیلیوں کا خفیہ کام ہوتا رہا۔

دسمبر 2004ء میں جب پاکستان میں نصاب میں تبدیلیوں پر شور ہوا تو ستمبر 2004ء میں زبیدہ جلال کو ہٹا دیا گیا اور جاوید اشرف قاضی وزیر تعلیم مقرر ہوئے اور تبدیلیوں کا یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔ امریکی رپورٹ کے مطابق یہ تبدیلی اس نسل میں نہیں بلکہ اگلی نسل میں آئے گی کیونکہ جو اس نصاب کو پڑھ کر آج جس بھی عہدے پر فائز ہے، نصاب نے اس کی تربیت اس انداز میں کر دی ہے کہ تبدیلی ممکن نہیں ہے۔ آج کی نسل ہی اس سحر کو توڑے گی اور تبدیلی نظر آئے گی۔ لہذا امریکہ اور یورپ کی منصوبہ بندی آنے والی نسل ہے جس کو نصاب کی آڑ میں اسلام سے دور کرنے کی سازش کی جارہی ہے اور اس سازش میں سیکولر مسلم سکالر اور سرکاری حکمران طبقہ پیش ہیں۔

☆..... ان کی نئی کتب کا مقصد ایک ”ماڈرن مسلم“ متعارف کروانا تھا۔ اس نے سورۃ التوبہ کو نصاب سے باہر نکال دیا کیونکہ اس میں جہاد کی دعوت ہے
☆..... جرمنی کا ایک نمائندہ جب پاکستان سے تعلیمی پراجیکٹ مکمل کر کے جرمنی پہنچا تو ایر پورٹ پر صحافیوں اور گورنمنٹ کے نمائندوں نے پہلا سوال یہ کیا کہ اتنی خطرناک رقم خرچ کر کے آپ نے کوئی مقصد حاصل کیا ہے کہ نہیں؟ جواب ملتا ہے کہ اور تو کوئی مقصد نہیں حاصل کر سکا، البتہ پاکستانی نصاب میں رجحان کا تصور ضرور دے کر آیا ہوں۔ جواب ملا کہ پھر تو کامیاب ہے
☆..... یہودیوں اور عیسائیوں کے اشتراک سے بننے والے تین ٹرسٹ بیلومنڈا کیسٹ ٹرسٹ، لیپی انڈومنٹ ٹرسٹ اور کمپیوٹر سافٹ ویئر سے متعلقہ ٹرسٹ جن کی سالانہ بجٹ 42 ارب امریکی ڈالر ہے ان کا چیئرمین جو کہ عیسائی ہے لکھتا ہے کہ ”ہمارا دماغ خراب نہیں کہ ہم مسلمانوں پر اتنی رقم خرچ کرتے ہیں۔ ہمارا بنیادی مقصد مسلمانوں کو دین سے برگشتہ کرنا اور نبی اکرم ﷺ کی محبت ان کے دلوں سے نکالنا اور جہاد کے جذبے کو ختم کرنا ہے۔
یہ رقم مختلف مسلمان ملکوں میں مختلف پراجیکٹ پر خرچ کی جاتی

رہیں۔ لباس، کھانے پینے میں اپنی مرضی ہو اور حلال و حرام کی قید سے مستثنیٰ ہوں اور ان تصورات میں ہم اس لیے جا چکے ہیں کہ ہم نے اپنی دینی وراثت کو چھوڑ دیا ہے۔

ہمیں چاہیے تھا کہ ہم اپنے صالح اور خدا کے محبوب آباء و اجداد کے نقش قدم پر چل کر اپنی اور اپنی اولاد کی اصلاح کریں اور ان کی اولادوں کے واقعات اللہ تعالیٰ نے ہماری راہ نمائی کے لیے قرآن حکیم میں بیان فرمائے ہیں۔

حضرت ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام کی اولاد کو تعلیم و تربیت:

﴿إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمَ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ وَ وَضِيَ بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ ط يَبْنِي إِنْ اللَّهُ اصْطَفَىٰ لَكُمْ الَّذِينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ط اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي ط قَالُوا نَعْبُدُ إِلَهَكَ وَ إِلَهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَ إِسْمَاعِيلَ وَ إِسْحَاقَ إِلَهًا وَاحِدًا وَ نَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ﴾

[البقرة: ۱۳۱]

- [۱۳۳]

”جب کبھی بھی انہیں ان کے رب نے کہا ”فرمانبردار ہو جا“ انہوں نے کہا ”میں نے رب العالمین کی فرمانبرداری کی۔“ اس کی وصیت ابراہیم اور یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو کی کہ ہمارے بیٹو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اس دین کو پسند فرمایا ہے۔ خبردار! تم مسلمان ہی مرنے۔ کیا (حضرت) یعقوب علیہ السلام کے انتقال کے وقت تم موجود تھے؟ جب انہوں نے اپنی اولاد کو کہا کہ میرے بعد تم کسی کی عبادت کرو گے؟ تو سب نے جواب دیا کہ آپ کے معبود کی اور آپ کے آباء و اجداد ابراہیم (علیہ السلام) اور اسماعیل (علیہ السلام) اور اسحاق (علیہ السلام) کے معبود کی جو

معبود ایک ہی ہے اور ہم اسی کے فرمانبردار رہیں گے۔“

ان آیات میں یہود کے باطل دعویٰ کی تردید کی گئی ہے، وہ کہتے تھے کہ ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام یہودی تھے حالانکہ وہ یہودی تھے نہ عیسائی بلکہ وہ تو موحد مسلمان تھے اور ان کی اولاد بھی اسی توحید کے عقیدہ پر قائم تھی جس کا نام اسلام ہے اور یہی سلامتی کا راستہ ہے اور دوسری بات ان آیات سے یہ بھی ظاہر ہوتی ہے کہ وہ اپنی اولاد کی اسلام کے مطابق کس قدر تربیت کرتے ہیں کہ زندگی بھر بھی اسی محنت پر لگے رہے کہ ان کا تعلق اپنے اللہ سے نہ ٹوٹے اور زندگی کے آخری لمحات میں بھی ان کو یہی فکر لاحق تھی کہ ہماری اولاد ہمارے بعد بھی اسلام پر قائم و دائم رہے۔ کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ اسلام ہی ایک ایسا راستہ ہے جس پر گامزن رہنے والا کامیابیوں اور کامرانیوں کی منزلیں طے کرتا ہے۔ انسان سے تو اس دھوکے اور فریب کی دنیا میں ہزاروں غلطیاں سرزد ہوتی ہیں، ان سب کی تلافی کا راستہ یہی ہے۔ بقول شاعر۔

كُلُّ كَسْرٍ فَإِنَّ الدِّينَ يُجْبِرُهُ

وَمَا لِكُسْرِ قَسَادَةِ الدِّينِ جَبْرَانِ

”دین ہر قسم کی غلطی کی تلافی کرتا ہے اگر دین کا نیزہ ٹوٹ جائے تو اس کی تلافی نہیں۔“

حضرت لقمان علیہ السلام بیٹے کی تربیت میں:

نیک والدین اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرتے ہیں۔ حضرت لقمان علیہ السلام کا واقعہ جو نزول قرآن سے صدیوں پہلے کا ہے، ان کی نصیحت آموز باتیں جو وہ اپنے بیٹے کو تربیت دینے کے لیے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اتنی محبوب ہوئیں کہ امت محمدیہ کی رہنمائی کے لیے اپنی مقدس کتاب میں بیان فرمائی ہیں:

﴿وَإِذْ قَالَ لُقْمَنَّ لِبْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَبْنِي لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ ط إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾

[لقمان: ۱۳/۳۱]

”اور جب کہ لقمان نے وعظ کہتے ہوئے اپنے لڑکے سے فرمایا کہ میرے پیارے بیٹے! اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا، بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔“

حضرت لقمان علیہ السلام بیٹے کو اچھی باتوں کی تلقین کا آغاز توحید باری سے کرتے ہیں کیونکہ توحید اسلامی عمارت کی اساس ہے۔ جیسا کہ بیٹے کی پیدائش کے موقع پر اس کے کان میں سب سے پہلی صدا ہی توحید کی دی گئی تھی، اب وہ سمجھ بوجھ میں قدم رکھ رہا ہے تو اس کو وہ توحید سمجھائی جائے جس طرح حضرت لقمان اپنے بیٹے کو اچھے انداز میں سمجھا رہے ہیں۔ جس کی وضاحت قرآن پاک کے دوسرے مقام پر یوں ہے:

﴿يَبْنِي أَنَّهُآ إِنَّ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمُوتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ ط إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ﴾ [لقمان: ۱۶/۳۱]

”اے پیارے بیٹے! اگر تیرا عمل رائی کے دانے کی مثل ہو، تو اس کو پہاڑ کی غار میں کرے یا آسمان کی بلندیوں اور زمین کی پستیوں میں اللہ اس کو تیرے سامنے پیش کر دے گا، اس لیے کہ اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔“

اپنے گرد و پیش نظر دوڑائیں ہمیں کوئی ایسا باپ نظر نہیں آتا ہے جو اپنی اولاد کو حضرت لقمان علیہ السلام کی طرح اپنے پاس بٹھا کر ایسی دور اندیش باتیں سمجھائے۔ ہمیں تو اپنی اولاد کی دنیا کا فکر ہمیشہ دامن گیر رہتا ہے جس کے لیے ہم رات دن اپنی اولاد سے لڑتے ہیں۔ ہم کو یہ سوچ ہی نصیب نہیں ہوتی کہ ہم اپنی اولاد کو مالک حقیقی کا تعارف کرائیں۔ دیکھئے وہ اپنے لخت جگر کو یہ بات کس انداز میں ذہن نشین کر رہے ہیں کہ بیٹا مالک و خالق کا علم ہمارے تمام اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ کسی وقت بھی ایسا کوئی عمل نہ کرنا جس کی وجہ سے عدالت خدا میں نادم ہونا پڑے۔ ہم کو بھی یہ فکر لاحق ہونی چاہیے اور اپنی اولاد کے اعمال کی اصلاح کے لیے ایسے کوشش کریں اور ان کے ذہن میں یہ تصور پیدا

کریں کہ ہمارا کوئی لمحہ بھی ایسا نہیں جو اللہ کے علم سے پوشیدہ ہو۔ جب اس کو یہ عقیدہ نصیب ہو جائے گا کہ میرا اللہ مجھے ہمیشہ دیکھتا ہے تو وہ برے اعمال کبھی نہیں کرے گا۔ یہ حقیقت ہے۔

إِذَا مَا خَلُوتِ الدَّهْرُ يَوْمًا فَلَا تَقُلْ

خَلُوتُ وَ لَكِنْ قُلْ عَلَى رَقِيبٍ

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ يَغْفُلُ سَاعَةً

وَلَا أَنَّ مَا يَخْفَىٰ لَدَيْهِ يَغِيبُ

☆..... آج کے کوتاہ اندیش اور نادان مسلمان سمجھتے ہیں کہ پیش قدمی اور ترقی یہ ہے کہ مزین عمارتوں میں رہائش اختیار کریں۔ بے پردگی اور عریانی میں یہود و نصاریٰ کے دوش بدوش رہیں۔ لباس، کھانے پینے میں اپنی مرضی ہو اور حلال و حرام کی قید سے مستثنیٰ ہوں۔

☆..... اپنے گرد و پیش نظر دوڑائیں ہمیں کوئی ایسا باپ نظر نہیں آتا ہے جو اپنی اولاد کو حضرت لقمان علیہ السلام کی طرح اپنے پاس بٹھا کر ایسی دور اندیش باتیں سمجھائے۔ ہمیں تو اپنی اولاد کی دنیا کا فکر ہمیشہ دامن گیر رہتا ہے۔

☆..... جس معاشرے میں برے کاموں سے منع کرنے والے افراد نہ ہوں وہ معاشرہ برائیوں سے کبھی پاک نہیں ہو سکتا۔ برائی جب عام ہو جاتی ہے تو اکثر لوگوں کا دل اس کا عادی ہو جاتا ہے۔ ☆..... دیکھیں حضرت لقمان علیہ السلام اپنے بیٹے پر کس قدر محنت کر رہے ہیں۔ جس باپ کو اپنی اولاد کا فکر ہو کہ میری اولاد میرے لیے اللہ کی رحمت بنے، وہ اسی طرح ان شب و روز کی نگرانی کرتا ہے۔

”جب کبھی تو خلوت میں ہو تو مت خیال کر کہ میں تخلیہ میں ہوں بلکہ یہ سمجھ کہ مجھ پر بھی ایک نگران ہے۔ یہ مت خیال کر کہ اللہ ہم سے کسی وقت بھی بے خبر ہوگا اور یہ بھی نہ سمجھ کہ کوئی چیز اس سے مخفی اور پوشیدہ ہوگی۔“

عقیدہ توحید ذہن نشین کرانے کے بعد اپنے فرزند کو اعمال کی تلقین کرتے ہیں۔ اس لیے کہ اعمال کی قبولیت کا دار و مدار صحت عقیدہ پر ہے:

﴿يُنَبِّئُ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَ أَمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلَى مَا أَصَابَكَ ط إِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾ [لقمان: ۱۷/۳۱]

”اے پیارے بیٹے! نماز کی پابندی کرو اور لوگوں کو اچھے کام کی تلقین کرو اور برے کاموں سے منع کرو اور جو تکلیف آئے اس پر صبر کرو، بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔“

توحید کے اقرار کے بعد نماز ہی اسلام کا سب سے بڑا رکن ہے جس کے بغیر توحید و رسالت کی گواہی ذریعہ نجات نہیں بن سکتی۔ اگر کوئی شخص بے نماز ہے تو اس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، اس کی یہ کوتاہی اسے جہنم میں لے جائے گی۔ جس کی شہادت قرآن بیان کرتا ہے:

﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ اِلَّا اَصْحَابَ الْيَمِيْنِ ط اِ فِيْ جَنَّتِ ط يَتَسَاءَلُوْنَ عَنْ الْمُجْرِمِيْنَ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرٍ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصْلِيْنَ﴾ [مدثر: ۴۷/۳۸، ۴۳]

”ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں گروی ہے مگر دائیں ہاتھ والے کہ وہ بیشک میں (بیٹھے ہوئے) گنہگاروں سے سوال کرتے ہو گئے، تمہیں دوزخ میں کس چیز نے ڈالا؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم نمازی نہ تھے۔“

نماز روح کی غذا ہے۔ انسان اپنی جسمانی توانائی کے لیے اچھی

سے اچھی غذا کھاتا ہے تاکہ جسم طاقتور رہے۔ اسی طرح روحانیت کی بقا کے لیے روح کی غذا کی سخت ضرورت ہے اور وہ نماز ہے۔ جسمانی غذا دن میں کئی بار استعمال کی جاتی ہے تاکہ طاقت بحال رہے، روحانی غذا بھی رات دن میں پانچ دفعہ استعمال کی جاتی ہے تاکہ روحانی طاقت زیادہ سے زیادہ مضبوط ہو اور اللہ سے تعلق رہے۔ اگر انسان جسمانی غذا چھوڑ دے اور بھوکا رہے تو اس کی جسمانی طاقت بالکل کمزور ہو جائے گی، یہاں تک کہ لاغر اور کمزور ہو کر مر جائے گا۔ یہی کیفیت روحانی غذا کی ہے اگر انسان اسے استعمال نہیں کرے گا تو اس کی ایمانی طاقت اور دل مردہ ہو جائے گا اور روحانیت ختم ہو جائے گی۔ اس لیے چاہیے کہ اللہ کے تعلق کی بقا کے لیے نماز سے روحانی طاقت پیدا کریں تاکہ جب ہم دارفانی سے دار بقا کی طرف کوچ کریں تو اس کی سزاؤں سے محفوظ رہیں۔

اسی طرح وہ اپنے بیٹے کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیتے ہیں۔ معروف سے مراد وہ اعمال ہیں جن کو عقل سلیم مستحسن قرار دے۔ خیر اور اطاعت کے سب کاموں کو مشتمل ہے اور منکر سے مراد ایسے کام ہیں جن سے عقل سلیم انکار کرے۔

جس معاشرے میں برے کاموں سے منع کرنے والے افراد نہ ہوں وہ معاشرہ برائیوں سے کبھی پاک نہیں ہو سکتا۔ برائی جب عام ہو جاتی ہے تو اکثر لوگوں کا دل اس کا عادی ہو جاتا ہے۔ آنکھ جب برائی بار بار دیکھتی ہے تو دل میں برائی کا خیال رفتہ رفتہ پختہ ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ دل برائی کو برائی نہیں سمجھتا اور نہ ذہن میں اس کے گناہ ہونے کا تصور آتا ہے کیونکہ دل کا ایمانی نور بجھ جاتا ہے۔ جس طرح کہ حدیث سے ثابت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

((اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اَخْطَا خَطِيْئَةً نَّكَثَتْ فِيْ قَلْبِهٖ نُكْثَةً سَوْدَاءٌ فَاِذَا هُوَ نَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ وَ تَابَ سَفَلَ قَلْبُهُ وَ اِنْ عَادَ زَيْدَ فِيْهَا حَتَّى تَعْلُوْ قَلْبُهُ وَ هُوَ الرَّائِى الَّذِى ذَكَرَ اللّٰهُ ﴿كَذٰلِكَ بَلَّ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾

”حسن“ جامع الترمذی، ابواب التفسیر، باب ”ومن سورة ويل للمطففين حديث: ۳۳۳۴۔

”جب آدمی برائی کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ داغ پڑ جاتا ہے، اگر وہ توبہ کر لے تو وہ دھبہ دھل جاتا ہے، اگر باز نہ آئے تو آہستہ آہستہ دل سیاہ ہو جاتا ہے پھر آپؐ نے دلیل کے لیے یہ آیت تلاوت فرمائی:

”خبردار! برے کاموں کی وجہ سے ان کے دل زنگ آلود ہو جاتے ہیں۔“

برائی سے منع کرنے کا یہ بھی فائدہ ہوتا ہے کہ آدمی خود برائی سے محفوظ ہو جاتا ہے، اس لیے کہ جب دوسرے کو برائی سے روکے اور خود برائی کی طرف مائل ہو تو دل ملامت کرتا ہے کہ اس کو تو برے کام سے روکتا ہے اور خود اس کو کرتا ہے تو یوں وہ برائی سے بچ جاتا ہے۔

دیکھیں حضرت لقمان علیہ السلام اپنے بیٹے پر کس قدر محنت کر رہے ہیں۔ جس باپ کو اپنی اولاد کا فکر ہو کہ میری اولاد میرے لیے اللہ کی رحمت بنے، وہ اسی طرح ان شب و روز کی نگرانی کرتا ہے۔ اسی طرح اور بہت سی نصیحتیں کتب تفسیر میں موجود ہیں جو انہوں نے اپنے لخت جگر کو فرمائی تھیں جیسے:

اے بیٹے! یہ دنیا ایک بہت گہرا سمندر ہے اس میں بہت سی دنیا غرق ہو چکی ہے، اگر تو نجات چاہتا ہے تو اس میں تقویٰ کی کشش تیار کر کے اس کو ایمان کی دولت سے بھر لے، ہو سکتا ہے کہ تو نجات حاصل کر لے۔

☆..... اے بیٹے! جس انسان کو اس کا اپنا نفس وعظ کرے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت نصیب ہوتی ہے۔

☆..... اے لخت جگر! باپ کی سزا اولاد کے لیے ایسے نفع بخش ہوتی ہے جیسے کھیتی کو کھاد فائدہ دیتی ہے۔

☆..... اے فرزند! قرض سے بچتے رہنا کیونکہ یہ دن کی ذلت اور رات کا غم ہوتا ہے۔

☆..... اے بیٹے! اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھ لیکن ایسی نہ ہو جو تجھ کو برائی کی طرف مائل کر دے اور خوف الہی دل میں رکھ لیکن ایسا خوف نہ ہو جو تجھے اللہ کی رحمت سے ناامید کر دے۔

☆..... اے بیٹے! جنازہ میں شرکت کیا کرو اور شادیوں میں مت جایا کرو کیونکہ جنازہ تجھے آخرت یاد کرائے گا اور شادیوں میں تجھے دنیا کی چاہت حاصل ہوگی۔

☆..... اے بیٹے! نیک لوگوں کو کھانا کھلایا کرو اور علماء سے مشورہ لیا کرو۔

☆..... اے بیٹے! زیادہ گفتگو مت کیا کرو کیونکہ خاموش رہنے میں سلامتی ہے، اگر بات کرنی ہو تو اچھی بات کیا کرو۔

کس قدر سبق آموز باتیں ہیں لیکن افسوس ہے کہ ایسی باتوں سے ہمارے گھر خالی ہیں۔ کوئی باپ ڈھونڈنے سے نہیں ملتا جو اپنی اولاد کی ایسی تربیت کرتا ہو اور نہ ہی کوئی والدہ ایسی نظر آتی ہے جو اپنی اولاد کے لیے ایسی فکر رکھتی ہو، الاما شاء اللہ۔

مندرجہ بالا واقعہ سے معلوم ہوا کہ مسلمان والد اولاد کی کیسی تربیت کرتا ہے۔ اسی طرح والدہ کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ بچے کے والد سے ایسے نیک کام میں معاونت کرے تاکہ وہ دونوں مل کر اس ذمہ داری کو بخوبی سرانجام دے سکیں۔ اگر کسی مجبوری کی وجہ سے یہ ذمہ داری اکیلی والدہ کو ادا کرنی پڑے تو وہ اس میں کوتاہی نہ کرے۔ قرون اولیٰ میں ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ بچوں کی ماؤں نے ان کی ایسی تربیت کی جس کی مثالیں آج کے مردوں میں بھی نہیں پائی جاتیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہم کی مائیں مبارک کی مستحق ہیں۔ اسی طرح ماں باپ دونوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ دونوں مل کر اپنی اولاد کو اس طرح کی بنائیں جو دنیا اور آخرت میں ہمارے لیے اکرام کا باعث بنے۔ ایسا نہ ہو کہ تھوڑی سی کوتاہی کی وجہ سے دوائی عذاب برداشت کرنا پڑے۔ جیسا کہ ہمارے آج کے معاشرے میں والدین بچوں کے لاڈ پورے کرتے کرتے ان کو ایسے گھڑے میں دھیل دیتے ہیں جس سے وہ کبھی نہ نکل سکیں یا عدم توجہ کی وجہ سے ایسے گل کھلائیں کہ ہنتا بستہ گھر عبرت کا نشان بن جائے۔

مسلمان معاشرے اس وقت جس تہذیبی چیلنج کا سامنا کر رہے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہے۔ متشدد کفر (Militant Kufr) نے مسلم دنیا پر ہمہ پہلو یلغار کر رکھی ہے۔ تہذیبی تصادم (Clash of Civilization) کا تصور تو مغرب کو مسلم امہ پر بھرپور حملے پر کسانے کا ایک حربہ تھا۔

اسلامی تہذیب اصولی و فکری طور پر مضبوط اور روحانی و اخلاقی اعتبار سے مستحکم ہے لیکن اس وقت مادی و عسکری اور سائنسی و معاشی لحاظ سے کمزور ہے، اس لیے یہ تصادم نہیں بلکہ جارحانہ اقدام (Preemptive Action) ہے۔ مسلمانوں کی اصل قوت ان کا عقیدہ اور اخلاقی طاقت ہے۔ اسے مستحکم رکھ کر مادی و سائنسی اور عسکری و دفاعی

میدانوں میں ﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ﴾ پر عمل پیرا ہو کر برتری حاصل کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اس تہذیبی حملے کا ادراک اور اس کا دفاع اصل مسئلہ ہے۔ لیکن اس ادراک کے لیے تعلیمی شعور کی ضرورت ہے۔ اسی شعور کی بیداری کی خاطر شعبہ تعلیم سے وابستہ لوگوں کے لیے چند سطور پیش خدمت ہیں۔

اسلامی تہذیب:

اسلامی تہذیب کی اساس اگرچہ ایمان ہے۔ لیکن وہ تعقل سے صرف نظر نہیں کرتی۔ اسلامی تہذیب نے محسوسات کا ادراک کیا ہے اور

اس کی حقیقت کو تسلیم کیا ہے لیکن اسے مابعد الطبیعات سے منسلک کیا ہے۔ انسان اور کائنات کے بارے میں اسلامی تہذیب کا اساسی نقطہ یہ ہے کہ ان دونوں کی تخلیق میں ایک مقصدیت پائی جاتی ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے انسان کا وجود بے مقصد نہیں ہے۔ جیسا کہ قرآن کا اعلان ہے:

﴿وَأَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ﴾ (المومنون: ۱۱۵)

”کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں فضول ہی پیدا کیا ہے اور تمہیں ہماری طرف کبھی پلٹنا ہی نہیں ہے۔“ اور نہ ہی کائنات کی تخلیق و تنظیم بے سبب اور بے کار ہے۔

کائنات کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَا عِجِينَ وَمَا خَلَقْنَاهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [الدخان: ۳۸، ۳۹]

”اور ہم نے آسمانوں اور زمینوں کو اور جو کچھ ان میں ہے ان کو کھیلنے ہوئے نہیں بنایا۔ ان کو ہم نے تدبیر سے پیدا کیا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

مسلم معاشرے کی تہذیبی اقدار میں تین بنیادی

امتیازات

ہیں۔

1: الہی ماخذ و مصدر۔ وحی الہی

جس کا مظہر قرآن مجید اور رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کی ذات ہے:

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ﴾

((تَرْكَتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا

کتاب اللہ و سنتہ رسولہ))

2: ہمہ گیر اسلامی و قانونی رہنمائی۔

3: مستقل اقدار جو ناقابل تغیر ہیں۔ یہ مستقل اقدار اسلامی

تہذیب کی پہچان ہیں۔ جیسے حلال و حرام، نیکی و بدی، حیا و بے شرمی، پاکبازی و بدکرداری، صدق و کذب، عدل و ظلم، عفو و درگزر، صبر و استقامت وغیرہ۔

شریعت اسلامیہ نے ان اقدار کی حفاظت کی ہے اور اسلامی تہذیب ان اقدار کی وجہ سے ایک ممتاز تہذیب ہے جو اپنے الہامی تشخص کے باعث تمام دوسری تہذیبوں سے منفرد ہے۔ مسلمانوں کا نظام تعلیم ان قدروں پر مبنی ہونا چاہیے۔

اسلامی تہذیب اپنی اساسی اقدار اور تمدنی مظاہر کے لحاظ سے حیات کی وحدت کا تصور پیش کرتی ہے۔ اس میں کسی سطح پر بھی ثنویت (Dualism) قابل قبول نہیں۔ وحدت کا تصور فرد سے لے کر اجتماع تک اور انسان سے لے کر کائنات تک ہر شے میں جاری و ساری ہے۔ یہ تصور اسلامی تہذیب کی جان اور اس کی پہچان ہے۔ بقول اقبال:

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری
دامن دیں ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں
اور جمعیت ہوئی رخصت تو
ملت بھی گئی

ابو عبد اللہ عبد المتین

جدید تہذیب (مغربی تہذیب):

جدید تہذیب مغرب کے تہذیبی تجربے کا تسلسل ہے۔ مغربی

تہذیب کے مورخ بتاتے ہیں کہ اس تہذیب کے چار عناصر ہیں۔

- (1) یونانی فلسفہ (2) رومی قانون و سیاست (3) عیسائی مذہب (4) یورپین قبائل کے رسوم و رواجات (Pagan Custom and Rituals)

یونان اور روم دونوں اپنی حقیقت میں مشرک نہ کلچر پر مبنی معاشرے تھے۔ رومی معاشرہ بنیادی طور پر ایک مادہ پرست معاشرہ تھا اور رومی سلطنت اس تصور پر مبنی تھی کہ فتوحات کے ذریعہ سے دوسری قوموں کا استحصال کر کے مادر وطن کی خوشحالی کا اہتمام کیا جائے۔ گویا کہ زندگی کا نقش ہی مقصود تھا اور کوئی مابعد الطبیعاتی تصور نہیں تھا۔ اس لیے جدید مغرب بھی معاشی اور قومی تقاضوں سے آگے کوئی تصور نہیں رکھتا۔ مغرب کا حقیقی فلسفہ حیات طاقت برائے طاقت کا حصول ہے جو اس کو رومی تہذیب سے ورثے میں ملا ہے۔

عیسائیت نے روحانیت اور مابعد الطبیعات کے عناصر متعارف کرائے لیکن مسیحی علم کلام اور یونانی فلسفہ کی تاثیر سے ایک ناقابل وضاحت عقیدہ تثلیث کی الجھن کا شکار ہو گیا۔

یورپین قبائل کے مقامی رسم و رواج خالصتاً قومی اور توہماتی تھے جو مغرب کے معاشرتی مظاہر میں خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ مظاہر فطرت کی پرستش اور شیطانی قوتوں سے توسل ان کے ہاں رائج تھا۔ موجودہ مغربی معاشرے میں بہت سی رسوم، میلوں اور تقریبات کا تعلق انہی جاہلی تصورات سے ہے۔

یہ ہے وہ پس منظر جس میں مغرب کی جدید تہذیب نے نشوونما پائی ہے۔ عیسائیت نے مغرب کی موجودہ سائنسی ترقی اور مادی ترقی میں بہت کم کردار ادا کیا ہے۔ بلکہ عیسائیت ہمیشہ سائنس اور ترقی کے خلاف لڑتی رہی اور سائنسدانوں اور ترقی پسندوں کو تختہ دار پر لٹکانی اور پس دیوار زنداں پھینکتی رہی ہے۔

نئے تعلیمی سال کا آغاز اور والدین اساتذہ اور طلبہ کی ذمہ داریاں

امید رکھتا ہوں تو علم والے اور بے علم کیا برابر کے ہیں؟ یقیناً نصیحت وہی حاصل کرتے ہیں جو عقلمند ہیں۔“

یاد رہے کہ ایمان اور علم میں ایک زبردست رابطہ ہے اور ایمان کے بعد دوسری اہم چیز علم ہے۔ جس کا خزانہ قرآن و حدیث ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ (المجادلہ- 11)

تم میں جو ایمان لائے اور جنہیں علم عطا کیا گیا انہیں اللہ اونچے درجات پر فائز کرتا ہے۔ اسی فضیلت و اہمیت کی وجہ سے علم والوں کو مسئول قرار دیا گیا ہے جیسا کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ۔ (متفق علیہ)

تم سب راہی ہو اور تم سب سے اپنی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔“

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

ترجمہ: ظاہر اُسب انسان برابر ہیں ان کے باپ آدم اور والدہ حوا ہیں، سب کی جانیں ایک ہی قسم کی ہیں اور روحیں بھی ہم شکل ہیں، سب میں ہڈیاں اور اعضاء ہیں اگر وہ اپنی اصلیت پر فخر کریں تو سب کی اصلیت مٹی اور پانی سے ہے۔ ہاں اگر فضیلت ہے تو اہل علم کی ہے وہی طالبانِ ہدایت کیلئے رہنما ہوتے ہیں۔ انسان کا تہا نہی افعال میں ہے جن کو وہ بحسن و خوبی پایہ تکمیل تک پہنچائے۔“

سعدی شیرازی کہتے ہیں۔

ترجمہ: ”شیع کی طرح علم کی خاطر لگھل جانا چاہئے کیونکہ جاہل

اپنے کردار کو موسموں سے بچائے رکھنا کیونکہ لوٹ کر آتی نہیں پھول میں خوشبو ”علم“ عَلِيمٌ يَعْلَمُ کا مصدر ہے اس کا معنی جاننا۔ فارسی میں اس کا معنی ”دانستن“ یعنی دانش/جاننا ہے۔

علم کے دو حصے ہیں۔ ایک مبادی اور دوسرا مقاصد۔ مبادی وہ علم ہے جس پر کتاب و سنت کی معرفت موقوف ہو۔ مثلاً لغت صرف و نحو جس سے قرآن و حدیث کا مطلب سمجھ میں آ سکے۔ مقاصد وہ علم ہے جو اعمال و اخلاق اور اعتقادات سے متعلق ہو۔ ابتدائی علوم حاصل ہوں تو کتاب و سنت کی بات آسانی سے اور گہرائی تک سمجھ میں آئے گی اور عصری علوم اسے کہتے ہیں جو دنیاوی امور کو سمجھنے میں مدد و معاون ثابت ہوں۔ لیکن قرآن و حدیث کے خلاف جو کچھ ہو اسے علم نہیں بلکہ جہل کہنا زیادہ مناسب ہے۔

تعلیم صرف پڑھنے، لکھنے یا سکھانے کا ہی نام نہیں بلکہ یہ ایک ایسا عمل ہے جو انسان کو زندگی گزارنے کے طریقوں کا شعور دیتا ہے۔ انسان کو زندگی کے مقاصد اور فرائض کا احساس دلاتا ہے۔ تعلیم ذہنی جسمانی اور اخلاقی تربیت کا نام ہے۔ اس لئے تو علم والوں کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

أَمَّنْ هُوَ قَانَتْ آتَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ
الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةً رَبِّهِ فَلْهَى يَسْتَوِ الَّذِينَ يَعْلَمُونَ
وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولَئِكَ الْأَلْبَابَ۔ (النور)

بھلا جو شخص راتوں کے اوقات سجدے اور قیام کی حالت میں (عبادت میں) گزارتا ہو آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کی

غالب آنا شروع ہوا جس نے نہایت سفاکی کے ساتھ انسانیت کی روح کو پھیل کر رکھ دیا۔

بقول اقبال:

فسادِ قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عقیف
ضمیر پاک و خیال بلند ذوق لطیف
(کلیات اقبال: 694)

نشاة ثانیہ سے جس تہذیب کی اٹھان ہوئی اور اب تک جن نظریات پر وہ قائم ہے انھیں اختصار سے یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

☆ مابعد الطبیعات کوئی شے نہیں لہذا خدا اور وحی کا تصور ناقابل قبول ہے۔

☆ مادیت ہی اصل ہے روحانیت نام کی کوئی چیز نہیں۔

☆ عقل ہی انسانی مسائل کا حل ہے۔

☆ آزادی اہم نصب العین ہے۔

☆ تغیر اصل حقیقت ہے۔ مستقل اقدار کا تصور بے معنی ہے۔

☆ طاقت فیصلہ کن عنصر ہے۔ اس کے استعمال سے ہر مقصد حاصل کیا جاسکتا ہے۔

☆ مادہ اور روح کی ثنویت اور مذہب و ریاست کی دوئی مغرب کا اہم فکری و عملی تجربہ ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ جدید تہذیب ایک لادین اور کافرانہ تہذیب ہے۔ اسے غالب کرنے کے لیے مغرب نے تعلیم، میڈیا، معاشی قوت اور عسکری طاقت کو خوب استعمال کیا ہے۔ جمہوری جماعتیں استعمار کی ایجنٹ ہیں اور سرمایہ کی تخلیق، اضافہ اور ترسیل میں نیاز مندانہ طریقہ پر مصروف عمل ہیں۔ عالمی استعمار کے ایجنڈے کا اہم ہدف قومی ریاستوں کی بے وقاری ہے۔

جاری ہے

مغرب کی مادیت دراصل عیسائیت کے روحانی تشدد کا انتقام ہے مغرب کے تہذیبی تجربے میں بعض تحریکیں اور واقعات بڑی اہمیت رکھتے ہیں اور موجودہ تہذیب کی فکری اور تمدنی تشکیل میں ان کا بنیادی کردار ہے۔ مثلاً:

نشاة ثانیہ (Renaissance)، تحریک اصلاح مذہب (Reformation)، تحریک تنویر (Enlightenment) اور تحریک رومانویت (Romanticism)، انقلاب فرانس (French Revolution) اور صنعتی انقلاب (Industrial Revolution) وغیرہ۔

مغرب کی تمام فکری تحریکیں، فلسفے، سیاسی و معاشی نظام اور معاشرتی رویے انہی تجربوں کا نتیجہ ہیں۔ مغرب کی تمام تر موجودہ گمراہیاں انہی کی پیدا کردہ ہیں۔

سترہویں صدی سے بیسویں صدی تک مغرب میں جو فلسفی پیدا ہوئے انھوں نے مابعد الطبیعاتی اساس کے انکار، عقل اور انسانی جبلتوں کی موثر حیثیت، مادیت (Materialism)، ثنویت (Positivism) مذہب و ریاست اور مادہ و روح کی ثنویت کے استحکام پر بھرپور کام کیا۔

ڈے کارٹ (Descarts) سے لے کر رسل (Russel) تک، ہیگل (Hegel) سے لے کر مارکس (Marx) تک اور ڈارون (Darwin) سے لے کر فرائڈ (Freud) اور یونگ (Juno) تک اور نیوٹن (Neuton) سے لے کر آئن سٹائن (Einstein) تک ہر ایک نے جدید تہذیب کی لادینیت اور مادیت کو مستحکم کیا اور نئی بلند یوں تک پہنچایا۔

پھر اس کے بعد انقلاب فرانس نے جمہوریت کی بنیاد فراہم کی اور صنعتی انقلاب نے سرمایہ دارانہ نظام کو استحکام دیا۔ یوں انیسویں صدی سے دور استعمار مستحکم ہونا شروع ہوا۔ یورپی اقوام نوآبادیاتی ہوس کے ساتھ دنیا کے بڑھے حصے پر قابض ہو گئیں اور صنعتکاروں نے جاگیرداروں کی جگہ لے لی۔ اس طرح سرمایہ داری کا وہ ظالمانہ نظام

تو اپنے اللہ کو بھی نہیں پہچان سکتا۔ جاؤ علم کا دامن مضبوطی سے تھام لو اس لئے کہ تیرا علم تجھے جنت میں پہنچا دے گا۔

یہ بات مسلمہ ہے کہ اولاد والدین سے اور طلباء اساتذہ سے بچپانے جاتے ہیں۔ ”والدین اور اساتذہ“ یہی دو ایسی شخصیات ہیں جو بچوں کی تربیت میں اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔ یاد رہے کہ بچے نفل ہوتے ہیں وہ اپنے بڑوں کو جو کرتا دیکھتے ہیں وہی کچھ اپنانے اور کرنے کی کوشش کرتے ہیں آپ نے مشاہدہ کیا ہوگا کہ بچے جب کھیلتے ہیں تو استاد بن کر بچوں کو پڑھانے کی نقل کرتے ہیں اور ہو بہو اپنے استاد کا حلیہ اور بول چال اپناتے ہیں اور دیکھنے والے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کا استاد کس نظریے کا ہے، اسلامی ہے یا غیر اسلامی.....

اسی لئے کسی شاعر نے کہا۔

أَرَانِي أَنَسَى مَا تَعَلَّمْتُ فِي الْكِبَرِ
وَلَسْتُ بِنَاسٍ مَا تَعَلَّمْتُ فِي الصَّغَرِ
جو میں نے تعلیم بڑی عمر میں حاصل کی وہ بھول جاتا ہوں اور جو چھوٹی عمر میں سیکھا وہ نہیں بھولا۔

وَمَا الْعِلْمُ إِلَّا بِالتَّعَلُّمِ فِي الصَّبَا
وَمَا الْحِلْمُ إِلَّا بِالتَّعَلُّمِ فِي الْكِبَرِ
علم تو وہ ہے جو بچپن میں سیکھا اور بردباری وہ ہے جو بڑے ہو کر سیکھی۔

وَلَوْ فُلِقَ الْقَلْبُ الْمُعَلَّمُ فِي الصَّبَا
لَأَصْبَحَ الْعِلْمُ كَالنَّقْشِ عَلَى الْحَجَرِ
اگر چھاڑا جائے اس دل کو جو سکھایا جاتا ہے بچپن میں تو اس میں علم اس طرح منقش ہوگا جیسے پتھر پر نشانات

چونکہ بچوں کا زیادہ وقت اپنے اساتذہ کے پاس گزرتا ہے۔ اسی لئے اساتذہ ہی نے نئی نسل کی کردار سازی کرنی ہے۔ انہوں نے ہی تو انہیں اسلامی خطوط پر کامیابی کے ساتھ پروان چڑھنے میں مدد دینی ہے۔

بچوں کی تربیت میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو

ایک ”کامیاب کردار“ کی حیثیت سے نمایاں کرنا ہوگا..... اگر ہم اپنے کردار میں غافل رہ گئے تو بچوں کو کبھی بھی راہ راست پر نہیں لاسکیں گے معاشرہ اور سوسائٹی بے سکون و بے چین ہو جائے گی۔ موجودہ دور اور سوسائٹی میں والدین اور اساتذہ کی ذمہ داریاں دو چند ہو جاتی ہیں۔ شاید کسی قاری کے ذہن میں یہ سوال آجائے کہ یہ کیسی دلیری ہے کہ اساتذہ کو مخاطب کیا گیا ہے؟ یہ کوئی بری یا بے عزتی والی بات نہیں بلکہ ایک انمول بات ہے کہ ”اساتذہ ہی وہ ہستی ہیں جن کے کردار سے متاثر

☆..... اگر کوئی طالب علم پوچھے کیا ہم مسلمان ہیں؟ جواب میں صرف ”ہاں“ کافی نہیں بلکہ مسلمان کا مکمل تعارف کروانا چاہئے۔

☆..... اگر طالب علم کو کوئی بات یا سوال سمجھ میں نہ آئے تو اس کو احسن طریقے سے سمجھا دینا چاہئے، یہ نہیں کہنا چاہئے ”تمہیں سمجھ نہیں آتی تو“، میرا کیا قصور ہے؟

☆..... نصاب میں سے بعض اسباق یا مشکل سوال چھوڑ دینا خیانت ہے اور خیانت پر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے وعید شدید ہے۔

☆..... تعلیم صرف پڑھنے، لکھنے یا سکھانے کا ہی نام نہیں بلکہ یہ ایک ایسا عمل ہے جو انسان کو زندگی گزارنے کے طریقوں کا شعور دیتا ہے۔ تعلیم ذہنی، جسمانی اور اخلاقی تربیت کا نام ہے۔

☆..... اگر استاد کسی بچے کو انعام دینے کا وعدہ کرے اور پھر وہ وعدہ وفا نہ ہو تو یہ جھوٹ ہے، بچے اس سے یہ نتیجہ اخذ کریں گے کہ اگر استاد جھوٹ بول سکتا ہے پھر انہیں جھوٹ بولنے میں کیا حرج ہے۔

ہو کر طلباء ایک نئی راہ ایک نئی سوچ اور ایک نیا ارادہ پاتے ہیں حتیٰ کہ طلباء کے مستقبل کا اندھیرا سویرا اساتذہ کے بل بوتے ہے۔“

آئیے! تعلیم کے نئے سال کی ابتدا پر مل بیٹھ کر یا فرداً فرداً ہی اپنا جائزہ لیں اور اپنے اندر پائی جانے والی کمی کوتاہیاں دور کر لیں تاکہ ہمارے روشن کردار، طلباء مستقبل کے لئے چمکتا ستارہ ثابت ہوں۔ شاید کسی شاعر نے باغبانِ طفلان کے لئے ہی کہا ہے۔

جس سے روشن ہو زمانہ وہ ضیاء پیدا کر
جس پر اترائے زمانہ وہ وفا پیدا کر!!
جس سے اللہ ہو راضی وہ حیا پیدا کر
جس سے شرمسار ہو شیطان وہ ادا پیدا کر

1- جھوٹ بولنے سے پرہیز:

بچوں سے کہنا کہ آپ فلاں سبق یاد کریں یا اتنے وقت میں یاد کریں گے تو آپ کو انعام دیا جائے گا، لیکن آپ انعام نہیں دیتے تو یہ جھوٹ ہے۔ بچے سوچیں گے اور اس پوائنٹ پر پہنچیں گے کہ اگر استاد محترم جھوٹ بول سکتے ہیں تو ہمیں کیا حرج ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ (النحل-105)

بے شک جھوٹ باندھتے ہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے اور یہی لوگ جھوٹے ہیں“
معلوم ہوا کہ اللہ کے نزدیک جھوٹ بولنے والے مسلمان نہیں ہو سکتے۔ مومن نہیں ہو سکتے بلکہ کافر اور جھوٹے ہیں۔

پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

وَيْلٌ لِلَّذِي يَحْدِثُ بِالْحَدِيثِ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ
فَيَكْذِبَ وَيْلٌ لَهُ وَيْلٌ لَهُ (سنن ابوداؤد)

بربادی ہے اس شخص کے لئے جو بات کرتا ہے ایسی بات کہ جس کے ساتھ وہ لوگوں کو ہنساتا ہے پس وہ جھوٹ بولتا ہے اس کے لئے

بربادی ہے اس کے لئے بربادی ہے۔“

یاد رہے کہ جھوٹا سرٹیفکیٹ دینا، جھوٹی حاضری لگانا، جھوٹی رخصت لگا دینا بھی اس بربادی کے زمرے میں شامل ہیں۔

2- اچھے اخلاق:

گر ہاتھ میں انسان کے ہو اخلاق کی تلوار
آسانی سے رد کرتا ہے دشمن کا ہر وار
معلم جہاں ﷺ نے فرمایا

إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا (متفق علیہ)

یقیناً تم میں بہترین وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہے۔“

اور اس معلم جہاں کے بارے میں اللہ رب العالمین نے فرمایا

وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ (القلم-4)

یقیناً آپ عظیم اخلاق پر ہیں“

اخلاق کے کئی معنی کئے گئے ہیں۔ ہنسنا مسکرانا اور قرآن وحدیث کے مطابق زندگی گزارنا۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ کے اخلاق کیا تھے؟ آپ نے فرمایا: آپ کے اخلاق پورا قرآن تھا۔ (صحیح بخاری) یعنی آپ قرآن کی عملی تصویر تھے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا

مکمل ہے دین حسن اخلاق سے
ہے دنیا حسین حسن اخلاق سے

ہمیں چاہئے کہ بچوں سے اچھے اخلاق سے پیش آئیں، پیار و محبت اور نرم و ملائم گفتگو کریں، اور اپنا اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا، کھانا پینا، لین دین اور حلیہ لباس مکمل طور اسلامی بنائیں۔ خصوصاً لیڈی ٹیچرز اپنے اخلاق، حلیہ و لباس پر خاص توجہ دیں اور اسلامی نمونہ بنیں۔

3- نرمی اور سختی:

اللہ الرفیق نے فرمایا

وَالْكَاطِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ

الْمُحْسِنِينَ (آل عمران-134)

اور غصے کو پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے اور نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا:

حُذِيَ الْعَفْوَ وَأُمِرُ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ
(الاعراف-199)

درگزر کو اختیار کیجئے اور نیکی کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے اعراض کیجئے،

ہر دو آیات سے معلوم ہوا کہ بچوں کی کسی نادانی یا غلط حرکت سے سخت یا نہیں ہونا چاہئے۔ گالیاں دینے اور برے برے القابات سے بھی پرہیز کرنا چاہئے اور درگزر فرما کر پیار سے سمجھا دینا چاہئے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا

ذرا یہ سوچ کے بچوں سے بولنا سعدی
کہ ایک دن یہ تمہاری زبان بولیں گے
ایک اور شاعر بولا

پھول برسواؤ بوقت گفتگو
ان لبوں پہ گالیاں جچتی نہیں
حلیم و کریم پیغمبر ﷺ نے فرمایا

إِنَّ اللَّهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرَّفْقَ وَيُعْطِي عَلَى الرَّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنفِ وَمَا لَا يُعْطِي عَلَى مَا سِوَاهُ“ (صحیح مسلم)

بے شک اللہ رفیق ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے۔ اور نرمی پر وہ کچھ عطا کرتا ہے جو سختی پر نہیں کرتا اور اس کے سوا کچھ نہیں عطا کرتا، ایک اور جگہ فرمایا:

يَسِّرُوا وَلَا تَعْسِرُوا وَبَيِّرُوا وَلَا تُنْفَرُوا“
(متفق علیہ)

آسانی پیدا کرو اور تنگی نہ کرو اور خوشیاں دو اور نفرت نہ دلاؤ“

شاعر سے معذرت کے ساتھ
دل جیت لئے جاتے ہیں شیریں سختی سے
تلخی ہو تو ہو جاتی ہے طلباء سے بھی تکرار

لیکن جہاں سختی کی ضرورت ہے وہاں درمیانی سختی بھی کی جاسکتی ہے، آج جو ’مار نہیں پیار‘ والا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ وہ بے حد نقصان دہ ہے۔ بچے بدتمیز اور نالائق ہوتے جا رہے ہیں۔ انہیں والدین اور اساتذہ کی عزت و احترام کا احساس ہی نہیں رہا، آوارگی کی طرف بھاگے جا رہے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ جہاں نرمی سے معاملہ ٹھیک ہو سکتا ہو وہاں نرمی بے حد ضروری ہے اور جہاں سختی کی ضرورت ہو وہاں سختی بھی ضرور کی جاسکتی ہے۔

4۔ اگر طالب علم کو ایک بار کوئی سبق، سوال یا کوئی بات سمجھ میں نہ آئے یا وہ بھول جائے تو اس کو احسن طریقے سے دوبارہ بلکہ سہ بار بھی سمجھا دینا چاہئے اور جھڑپنا بالکل نہیں چاہئے اور یہ بھی نہیں کہنا چاہئے کہ ”تمہیں ایک بار سمجھ میں نہیں آتا“، اگر کوئی طالب علم چھٹی پر ہو اور وہ سوال یا سبق نہ سمجھ سکے تو اسے یہ نہیں کہنا چاہئے کہ ”چھٹی تم نے کی ہے اس میں میرا کیا قصور ہے میں کیوں سمجھاؤں؟“

اس طرح بچوں میں احساس کمتری پیدا ہو جائے گا اور ان کا علم کم رہ جائے گا۔ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ان کی عادت تھی جس بات کو سنتیں اور اگر نہ سمجھتیں تو خوب سمجھنے کے لئے اس کو دوبارہ پوچھتیں اور (ایک دفعہ) ایسا ہوا کہ نبی ﷺ نے فرمایا، ”قیامت کے دن جس سے حساب لیا جائے گا وہ عذاب میں پڑے گا“ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا کہ (بعض کا) حساب آسان لیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا: (یہ حساب نہیں ہے) اس سے تو مراد اعمال کا بتلا دینا ہے۔ لیکن جس سے کھینچ تان کر حساب لیا جائے گا وہ تباہ ہوگا۔

(صحیح بخاری) اس سے معلوم ہوا کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوبارہ سوال کیا تو معلم جہاں نے ذرا بھی غصہ نہ کیا، ذرا بھی تلخی میں نہ آئے بلکہ احسن طریقے سے مفصلاً بات سمجھا دی۔

5- تسلی بخش جواب دینا۔

کوئی طالب علم پوچھے کہ کیا ہم مسلمان ہیں؟“ تو صرف اتنا نہیں کہنا چاہئے کہ ”جی ہاں! ہم مسلمان ہیں“ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ”مسلمان“ کا مکمل تعارف بھی کروا دینا چاہئے۔ تاکہ بچے کے علم میں

اضافہ بھی ہو جائے اور وہ خوش بھی ہو جائے۔ مثلاً صحیح بخاری میں ہے رسول اکرم ﷺ سے کسی نے پوچھا: جو شخص احرام باندھے ہو کیا پہنے؟ آپ نے فرمایا، قمیص نہ پہنے نہ عمامہ نہ پاجامہ، ٹوپی نہ وہ کپڑا جس میں درس (ایک رنگ دار بوٹی) یا زعفران ہو پھر اگر جوتیاں نہ ملیں تو موزے ٹخنوں سے نیچے تک کاٹ کر پہن لے۔ (صحیح بخاری)

6- مذاق نہ اڑانا۔

کوئی بھی استاد طلباء کے والدین کا یا دوسرے کسی استاد کا یا کسی طالب علم کا مذاق نہ اڑائے اور اسی طرح والدین بھی بچوں کے سامنے ان کے کسی استاد کا یا ایک دوسرے کا یا بچوں کا مذاق نہ اڑائیں۔ اس سے کئی نقصان ہوں گے۔

1۔ بچے بدتمیز ہوں گے۔ 2۔ والدین اور اساتذہ کا رعب و قار ختم ہو جائے گا۔ 3۔ بچے بے خوف ہو جائیں گے۔ 4۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کی خلاف ورزی ہوگی۔ 5۔ آپ کے کردار کو ایک کالا داغ لگ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحجرات میں فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ
(الحجرات-11)

اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے شاید کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ ہی عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں شاید کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔

7- صلح جو ہونا۔

اگر دو بچے باہم لڑ پڑیں یا ناراض ہو جائیں تو اپنے پسندیدہ یا قریبی کی طرفداری نہیں کرنی چاہئے۔ بلکہ دونوں کی باتیں سن کر ایسا فیصلہ کرنا چاہئے کہ دونوں ہی خوش ہو جائیں اور ایک دوسرے کے قریب ہو جائیں۔ غصے میں آ کر مار کٹائی سے پرہیز کریں۔ طنز و طعن سے دور رہیں۔ حکمت و دانائی سے صلح کروائیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلَحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا

اللَّهُ لَعَلَّكُمْ تَرْحَمُونَ (الحجرات-10)

بے شک ایمان والے (آپس میں) بھائی ہیں پس ان اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

8- خیانت نہ کرنا۔

خیانت سے مراد یہاں نصاب کے اندر اسباق یا سوالات کا چھوڑ دینا ہے، یعنی دوران تدریس اگر استاد کے یا والدین کے ذہن میں کسی سوال کا جواب نہیں آ رہا ہوتا یا کسی سبق میں ذرا مشکل ہو رہی ہو تو اسے بالکل چھوڑ نہیں دینا چاہئے۔ یا تو اسی وقت کسی سے مدد لے کر پڑھالیں یا اگلے دن کے لئے چھوڑ دیں تاکہ خالی الذہن بیٹھ کر اس پر سوچ بچار کر سکیں اور کتابوں (books) وغیرہ سے مدد لے سکیں۔ ویسے بہتر یہ ہے کہ تدریس سے پہلے مطالعہ ضرور کر لیا جائے۔ لاپرواہی کرنے کی صورت میں بچوں کو پڑھائی میں عموماً اور امتحان میں خصوصاً مشکل کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور پھر یہ علم کوئی دنیاوی علم تو نہیں الحمد للہ دینی اور قرآن و حدیث پر مبنی نصاب ہے جو کہ تمام معاہدہ اور تمام الدعوة سکولز میں پڑھایا جاتا ہے۔ اسی لئے تو نبی مکرم معلم حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

”مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهُ اللَّهُ يَمَ الْيَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِّنْ نَّارٍ۔ (البوداؤد)

جو شخص علم کے بارے میں پوچھا گیا: پس اس نے اس کو چھپالیا، قیامت کے دن اسے لگام ڈالی جائے گی آگ کی لگاموں میں سے۔

9- اخلاقی تربیت کرنا۔

بچوں کی تربیت میں جو خاص اور اہم جزو ہے وہ اخلاقی تربیت کا ہے۔ چھوٹا کہہ کر یا بچے سمجھ کہہ کر ٹالنا خطرناک ہے جبکہ پیار و محبت سے اسے سمجھا کر اس کی بری عادت کو یا بری حرکت کو ختم کیا جاسکتا ہے کیونکہ بچپن کی عمر ہی ان کی تربیت کا بہتر موقع ہے چونکہ صاف کپڑے کی طرح ان کے ذہن خالی ہوتے ہیں اور سفید کاغذ کی طرح صاف ہوتے ہیں کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

ترجمہ: بچوں کو چھوٹی عمر میں ادب سکھانا فائدہ مند ہے اس کے

بعد ان کو ادب سکھانے کا فائدہ نہیں جس طرح آپ نرم شاخ کو جب چاہیں سیدھی کر لیں، اگر وہ بڑی لمبی ہو تو نرم کرنے سے نرم نہیں ہوتی،“

1۔ بچوں کو حضرت لقمان کی نصیحتیں سنائیں اور چارٹ تیار کر کے ہر کلاس میں آویزاں کریں۔ ☆ اے بیٹے! زمین پر اکڑ کر نہ چل، اور نہ ہی تکبر کر۔ ☆ اے بیٹے! شرک نہ کرنا، شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ ☆ اے بیٹے! یہ دنیا ایک بہت گہرا سمندر ہے اس میں بہت سی دنیا غرق ہو چکی ہے اگر تو نجات چاہتا ہے تو اس میں تقویٰ کی کشتی تیار کر کے اس کو ایمان کی دولت سے بھر لے، ہو سکتا ہے کہ نجات حاصل کرے۔ ☆ اے لخت جگر باپ اور استاد کی سزا اولاد کیلئے ایسے نفع بخش ہوتی ہے جیسے کھیتی کو کھاد فائدہ دیتی ہے۔ ☆ اے بیٹے! اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھ لیکن ایسی نہ ہو جو تجھے برائی کی طرف مائل کر دے اور خوف الہی دل میں رکھ لیکن ایسا خوف نہ ہو جو تجھے اللہ کی رحمت سے ناامید کر دے۔ ☆ اے بیٹے! نیک لوگوں کو کھانا کھلایا کر اور علماء سے مشورہ لیا کر۔ ☆ اے بیٹے! زیادہ گفتگو مت کر کیونکہ خاموش رہنے میں سلامتی ہے۔ اگر بات کرنی ہو تو اچھی بات کیا کر۔

2۔ بچوں کو آغا خانی تعلیم سے بچائیے اور نئی اصطلاحات سے دور کیجئے کیونکہ یہ ایک ناسور ہے اکبر آلہ آبادی کہہ گئے۔

ہم ان تمام کتابوں کو قابل مضبوطی سمجھتے ہیں جنہیں پڑھ کر بچے اپنے باپ / استاد کو خطی سمجھتے ہیں

3۔ بچوں کو پارکوں، تفریح گاہوں میں لے جانے سے پرہیز کریں اور ٹرپس کسی اچھی اور علمی جگہ پر بھی لے جائے جاسکتے ہیں۔ ان جگہوں کے بارے میں کسی شاعر نے کیا خوب کہا۔

آنکھ جو دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محو حیرت ہوں دنیا کیا سے کیا بن جائے گی

4۔ آج کل کے معاصر اخبارات، میگزین، جھوٹی خیالی کہانیوں پر مبنی کتب سے دور رکھیں اور ان کے نقصانات سے طلباء کو آگاہ کیجئے۔

5۔ انٹرنیٹ اور ٹیلی ویژن جیسی لعنت کی نفرت ہر بچے کے دل میں گہری سے گہری کرنے کی کوشش کریں۔ یہ ایسا آلہ ہے کہ جس سے بے شمار اور لاتعداد بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ مثلاً سگریٹ نوشی، شراب نوشی،

زنا کاری، چوری، آوارگی، ماردھا، شرم و حیا کا فقدان، بڑوں کے احترام کا خاتمہ، جنسی جذبات، عیش پرستی وغیرہ

6۔ بری صحبت سے بچنے کا درس دیں کہ بازاروں، گلیوں، شاہراہوں پر کھڑے ہونے سے ہی برے اخلاق اور بری تربیت پروان چڑھنے لگتی ہے۔ اس بری صحبت کے بارے میں ایک شاعر نے کہا۔

ترجمہ:- برے لوگوں کی صحبت مت اختیار کرو کیونکہ بری صحبت تجھ کو پلید کر دے گی۔ اگرچہ تو پاک ہی کیوں نہ ہو۔“

7۔ کفار کی مشابہت سے بچائیے۔ اس گندی تہذیب کو جن نوجوان لڑکے اور لڑکیوں نے اپنا یادہ اپنی مردانگی اور نسوانیت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اور اپنی دنیا کے ساتھ آخرت بھی تباہ کر رہے ہیں۔ مغربی تہذیب کے بارے میں ایک شاعر نے کہا

کر بلبل و طاؤس کی تقلید سے توبہ
بلبل فقط آواز ہے طاؤس فقط رنگ

8۔ طلباء کو باغیرت اور طاقتور بنانے کے لئے عسکری تربیت از حد ضروری ہے۔ طلباء کو اس فرمان الہی کی عملی تصویر بنائیں کہ

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَرْصُومٌ (الصف- 4)

بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح صف بنا کر قتال کرتے ہیں گویا وہ سیدھے پلائی عمارت ہوں۔

اور طلباء کو قوت تیار کرنے کا اہل بنائیں کہ طلباء قوت و دفاع کی تیاری کے ساتھ معاشی، اقتصادی، سائنسی، ثقافتی، تہذیبی، دینی و دنیوی میدان میں دشمن کا مقابلہ کرنے کے اہل و ماہر ہوں۔

جی ہاں! جب ہمارے قول و کردار کا پھول مکمل ہوگا، اور اس کی خوشبو ہر بچے حاصل کرے گا تو وہ وقت دور نہیں جب ایک عظیم الشان اور معطر گلستان کا وجود قائم ہو جائے گا اور اس کی خوشبو دنیا کے کونے کونے تک پھیل جائے گی۔ ان شاء اللہ

کسی شاعر نے سچ ہی کہا ہے۔

اپنے کردار کو موسموں سے بچائے رکھنا
کیونکہ لوٹ کے آتی نہیں پھول میں خوشبو